

رَبِّ الْعَالَمَاتِ مُهَمَّدًا قَانَتْ بِعِزْمَةِ الْأَرْشَافِينَ

حَيَاةُ دَارَث

حصہ سوم

مصنف جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا دارثی لکھنؤی

سبب امتناع سجادگی | لیکن سرسری طور پر دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو گا کہ یہ امتناع جانشین کافر مان بھی شاید حضور قبلہ عالم کا اجتہاد ہو گا۔ کیونکہ ملاسل مشائخین عظام میں خلافت و جانشینی کا دستور عام ہے۔

مگر نہیں یہ ہماری محدود معلومات کا قصور ہے۔ دیکھنا شخص کو یہ بھی نہ ہو گا بلکہ تصور انور کرنے سے عوام الناس پر یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ درحقیقت یہ حکم بالکل اصول طریقہ کے مطابق ہے اور اکثر ممتاز عارفین نے خلافت اور جانشینی کو غیر ضروری سمجھا ہے۔

لہذا میرے خیال میں مسئلہ کی صحت اور عدم صحت کو معلوم کرنے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے مختبر اور مستند کتابوں میں اضافات کی عنیک سے یہ دیکھنا چاہیے کہ حضرت عارفین میں وہ جلیل المزارات اور مقدس ہستیاں جن کے لوزانی جسم پر صوفت کا گرا نقدہ خود مودودی ہوا۔ اور جو درحقیقت صوفی تھے اور جن کا آج بھی دنیا کے تحقیقتوں صبح معنی میں صوفی جانتے ہیں اور جن کی لشیت دس کا بھی تصریح ہو چکا ہو کہ یہ بر سر حق تھے اور ان کے جملہ اقوال اور افعال حق اور رضاۓ حق کے واسطے تھے انہوں نے خلافت اور جانشینی کی لتبثت کیا علی کیا اور وہ مدد حدیث ہم خیال تھے یا اس معاملہ میں مختلف الرأی۔

ان صفات حمیدہ سے موصوف بزرگوں کے اقوال اور افعال پر محاذ کر کر نے کی فرمائش اس واسطہ کی گئی کہ جو خدا شناس ایسے جامع الاخلاق ہوں گے ان کے حرکات و مکنات عادات و معاملات بھی ضرور قابل تسلیک ہوں گے اور ان کی جانب ناغلط کاشک نہ اغراض کا شہر ہو گا بلکہ تین ہر گا کہ جو انہوں نے کہا وہ بجا کہا اور جو کیا وہ درست کیا۔ اسی کے ساتھ پر نظر تعمین یہ دیکھنا چاہیے کہ ایکس کی راستان عارفین نے اپنے مترشدین میں سے کسی کو خلیفہ اور کسی کو جانشین بنانا کیا اور کس ضرورت سے تجویز کیا اور خلق تاریخ اور جانشینوں کے پر کیا خدمت قوانی۔

چنانچہ تاریخ کی درق گردانی کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت صدقہ جو امام دفت

اور صاحب مقامات علیہ نفع اکھوں نے خلافت اور سجادگی کو عمونا بدائیت خلت کا بدلہ
نایکم رکھنے کے داسٹے لازمی گر دانا۔ اور وہ مقتدر عارفین جن کا مسلک من عشق الہی سے
والستہ تھا اکھوں نے مسلک کے لحاظ سے جایزی کو بے ضرورت سمجھا۔ لیکن دنوں کا فصل تل
بِ حقائیت تھا۔ اس لئے اس کے نتیجہ پر خیال کر کے ایکنے دمرے پر انحراف بھی نہیں کیا۔

لیکن یہ خیال کہ ہر دفرلن میں بہتر و مفید یک لائن تقیید کس کا فعل تھا اس کے تصفیہ
کی جسات کرنے اصریح منانی ادب ہے اس لئے کہ ہر دفرلن ہمارے دو ایجتہد و ایجتہد میں ۔ اور
دنوں نے جو کیا وہ رضائے حق کے داسٹے کیا۔ کیونکہ جن بزرگوں نے اپنا خلیفہ اور جانشین
مقرر کیا اکھوں نے عند اللہ وہ کام کیا جس کے لئے وہ ماہور نفع اور جنہوں نے اپنا خلیفہ اور
جانشین کسی کو نہیں تباہیا۔ اکھوں نے اپنے صدقہ و خلوص کا انہیار کیا کہ خدا کی محیت میں
خدا کی عنوان کو مقابلہ کر لفظان سے بچایا کیونکہ ان کا مشرب خلافت کا محتاج نہ تھا۔

لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی جمال کی اگر تقویری وضاحت اور تو جائے ادلس
نزاع لفظی کی تفصیل کر دی جائے کہ جانشینی کی ترتیب میں حضرات صوفی کی یہ حوصلت سمجھی
اور عاشقان آہی نے جو سجادگی کو غیر ہر دی متصور فرمایا تو حقیقت ان کا نقطہ نظر کیا تھا۔
اس کا انکشافت ہو جانے سے فائدہ یہ ہو گا کہ اج دبی تفرلن اور فرض اختلاف کی جو
درپرده خراب شکل نظر آتی ہے جو کہ اس مکروہ خیال کے حضرات عارفین دعا شقین کے
حقیقی اتحاد کی خوشنما القبور سماں میں نہیں تھے نقاب دھیں گی۔ اس لئے اگر کہا جائے کہ یہ
بیان سہوڑ تشریع کا محتاج ہے تو بے محل ہو گا۔

ابن الیس تعریف شدہ اسباب جو ہر دخیلات کے صحیح ترجمان ہیں اور جن کا ذکر متن
کتابوں میں باعلمیت رہنماؤں نے کیا ہے اور عقول اور قلائے روایت سے کبھی اور دراست سے
بھی آئی تکمیل نہیں تھا۔ اسی طبقہ کا اصطلاح صوفی میں منصب بدایت کے اختلاف کا نام مغلافت
ہے یا اس کو یوں کہا جائے کہ اپنی جانب سے اپنے علم کی اشاعت اور اپنے سلسلہ کی تنظیم کے

واسطے جس کو جائز منمار کیا جائے اس کو عرف عام میں خلیفہ کہتے ہیں اور اس مرتبہ کا دستیاب
ہزار مرشد کی عنایت پر موجود ہے۔

اور یہ عبدہ اس نے فائم کیا گیا ہے کہ وہ بزرگ زیدہ حق ہادی جو خلق کی بدایت کے
واسطے من جانب اللہ ماورہ ہوتے ہیں۔ ان کا کیمیہ ذمہ لازمی ہے کہ اپنے بعد کے لئے مخلوق کی
زندگی کا انتظام کریں اس نے وہ اپنے شاگرد سید کو خلیفہ اور جانشین بناتے ہیں اور حبیب اللہ
مرتبہ عبد سلف صالحین سے اسی طرح منتقل ہوتا رہتا ہے اور ہمیشہ اس کا سلسہ جاری رہے گا۔
اور تسامینہ حضرات صوفیہ کے مطابع سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہادیان را ہ طریقت ہمیشہ سے
منصب خلافت اپنے اس پر یہ کو محنت فرماتے ہیں جو کہ احقداں کا اہل ہوتا ہے کہ بلطف
کے مشائخین نظام نے جو سلک اور سب قاعدے طالبین کی کامیابی کے واسطے جو یہ فرمائے
ان کی تعلیم اسی عنوان سے درود کو دے جس طریقے سے خود اس کو اس کے پیشوں بھجن نے
تعیلم دی تھی اور طالبیاں را ہ اپنے فیضان باطنی سے بھی اسی طرح مستفیض فرمائے۔
جس طرح خود اس کو مرشد کا مل تے فائز المرام کیا ہے۔

چنانچہ آن ٹنک اس کا عملدرآمد اسی طریقہ پر ہو رہا ہے اور امید ہے کہ ہمیشہ ہوتا
رہے گا اور یہ ان طریقت کے تصریح باطنی سے اس شخص منصب میں یہ اثر ہے کہ ہادی برحق
نے جس کو خلافت کا اعزاز یا سجادی کا امتیاز تفویض فرمایا۔ اس نے اپنے دردان ٹھہرہ
میں مقتنیاء کے علم ظاہری اور باطنی کی اشاعت دہبیت ہیں کبھی دیرینہ نہیں کی۔ ہمیشہ
بندگان خدا کو خدا کے ملنے کا راستہ بنایا۔ اور اس مبلغ کی اس لیے غرض خدمت کو دیکھ
کر خلق نے بھی اس کی اطاعت کے آگے گر دینیں جمکار دیں۔

اور اس منازعہ عبدہ کی شان و نعمت کا اس جہت سے خاص دعاء کو اعتراض ہے
کہ پڑے پڑے خدا سیدہ صوفیوں نے پہلے اسی عہدہ تسلیخ و دہبیت کا کام کیا۔ اور جو لوگ اُری
کو خدا کی رعناندگی کی تعلیم دیں اور یہ خدمت ایسے صدق و خلوص سے فرمائیں تو بدار فیاض

ان کو دنیا کا مخدوم نہادیا۔ اور آج تک ان کی عظمت خجلات کا چار دنگ عالمیں تقاضہ ہے۔
رسول مصلحت سے حضرت مشائخین عظام نے خلافت اور بجادگی کی حیات فرمائی اور اس
متاز منصب کی تیزی نبیا و پیغام مقدس باقی سے کمی اور خدا کے فضل سے ان کی یہ عمارت
آن تک تایم ہے۔ اور انشاء اللہ تایم ہے۔ اور ان کی تنظیم پر پبلیک سے مفید ثابت ہوئی۔
اور داعی مفید ہے کبھی کبھی نکلا اپنے اس نظام کے نمثیلی تعلیم کی اشاعت ہو گئی تھی اور نسلسلہ
کی تلقیا کا کوئی اور طریقہ نہ تھا۔ اس نے اگر عرض کر دی تو بے جا نہ ہو گا کہ ان کی اس کامیاب
دہندلیشی نے خالاداد کے انتدار کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھا۔

لیکن مشائخین عظام کے اس شریٰ نظام سے بالکل عکس اور جدا گاہ حضرت عاشقین
کا مسلک ہے حالانکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو جملہ مقربین بارگاہ احادیث کے شالستہ
خیال کا تیجہ اور مآل داحدہ مگر ناظر پر گلے رانگ دلوے دیگرست" کا مضمون ہے
کہ جس طرح شاہد یہ نیاز کی رضامندری کا صحیح راستہ بنانے کے لئے جملہ مسائل صوفیہ کے
ارباب حل و عقد تعلیم و تربیت کے دینتوں میں تقریباً خلافت اور جانشینی کر لازماً
سے گردانہ اسی طرح عاشقان حضرت احادیث۔ خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے اور کثرت
میں اس کی شان و حدت کا کوشش دکھانے کے واسطے دبیلہ خلافت اور زر لیعجاشی کی فعل
عبث اور یکار بھختی ہیں۔ بلکہ مسیب الاصاب کی وقت کاملہ کے آگے ہر سبب کو لاٹھے اور
ہر ترتیب و تنظیم کو ممتوح اور منافی مشرب عشق جانتے ہیں۔

مگر واضح رہے کہ عاشقین سے بیارادے سخن ان عاشقان ذی مرتبت کی جانب
ہے جو اپنے اختیار کو اس قادطلن کے آگے نٹا کر کے اس کی تخلی لوز کے مشاپد کے
لئے ہے دفت بیصعد عجز دنیا زرنگوں سنتے ہیں۔ ادجن کا سرما یہ دابین۔ عرب عشق ابی ہو۔
کبھی نک طبق عشقان یا اعتبار اپنے مشتری خیال دمنان کے دلوں پر قسم ہے اور دوں
کے اصول منضاد ہیں۔ چنانچہ طبیقہ اولیٰ جن کو عاشقان خاص یا عاشقان صادق یا عاشقان

کامل کہے کتے ہیں یہ جان شار بجزیار کے کسی سے سرد کارہیں رکھتے عشق ہی ان کا
مذہب عشق ہی ان کا مشرب ہوتا ہے عشق ہی سے داسط عشق سے ان کو مطلب ہے عشق
ان کا دین عشق ہی ایمان عشق ہی ان کی روح عشق ہی جان عشق ہی کے ظل حمایت
یہیں تکی نشود نما ہوتی ہے عشق ہی پرانی کی حیات دمہات کا مدار ہے بہہ دفت عشق ہی کا
دہم بھرتے اور زبان حال سے کہتے ہیں سہ

مر جماے عشق خوش سو دائے ما اے طبیب جملہ علیتیے ما
اے ددائے نجوت دناموس ما اے ڈانڈا طون دجالیزیں ما

اور طبق شان جن کو ہر صوفی میں نسبتاً عاشق کہتے ہیں ان کا مستقل اصول یہ ہے
کہ اپنے ذہبی اور مشتری اور سویٹی اور سویٹی کی ساقیہ قدر من عشق کے
خواہر چین ہیں۔ یا اس کو یوں کہا جائے کہ اس کے عقائد اور اعمال کی تعمیری تباہگو قواعد
منہبی اور صحائف مشربی پر ہے مگر کاشانہ ملت کے لفتش دنگار۔ کا کار فرما عشق کو جانتے
ہیں اس لئے ان کا پر تصدیق تقلب اترابا للسان یہ ہے کہ وہی عبادت مفید عابد۔ اور
مقبول میود ہوئی ہے جو مشتعل پر عشق و محبت ہو۔

اور اس طبق شان کا یہ قابل تعمیل اور ممکن العمل اصول ایسا ہر دل عزیز اور مقبول عام
ثابت ہو اک دنیا کے ہر مذہب اور ہر ملت کے رہنماؤں نے اس کی تقلید پڑتی رہی اور اپنے
اپنے مسلسلہ کے دستدار العمل کی پیشان پر جلی قلم اور سرخ روشنانی سے یہ تکھیدا کر پوچا۔
پاٹ، جپ، اچاپ، دھیان، گیان، اطاعت، عبادت، ریاست، جماعت، جدد جہد
سیر و سلوک۔ تحریر۔ تفرید کے قواعد مقررہ اور ضوابط معینہ پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ
عشق کا بھی دامن پکڑ دیکھا جاتا ہے کہ ہر مذہب دامت کے سالکین را ہوتا ہے اپنے اصول کے
مطابق جس سیر و سلوک سے فارغ احمد فائز المرام ہوتے ہیں تو سر کار رب العزت سے

بے لحاظ ان کے مدارج و مرتب ان کی خطابات تفویض ہوتے ہیں جن کے مفہوم سے ان کی رفتاد عظمت کا بھی اظہار ہونا ہے اور انکے مذہبی ثابت کا بھی اشارہ ہوتا ہے۔

لیکن باوجود جملہ افاضات و انادادات کے اس طبقہ کو سرکار شایدی غیری کے بھی عاشق کا خطاب نہیں تفویض ہوا۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوئی تھے کہ ان کی ریاضت اور عبادت صفت اعشق و محبت سے دالستہ مزدہ ہوتی ہے مگر ان کا اصول مشریٰ کلیتیٰ عشق سے مانوذ نہیں اور یہ کلیہ ہے کہ جزو کوکل پر فضل نہیں ہوتا اس لئے باعتبار ان کے اصول کلی کے ان کو خطابات ملتے ہیں اور یہ لحاظ محبت جو مشرب کا ایک جزو ہے۔ عاشق کا خطاب نہیں ملتا۔

اس مفترضہ تفریخ سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ عاشقان کامل کی تعریف ایک منتنا عاشقین پر صادق آتی ہے جن کے معاملات مشریٰ کلیتیٰ عشق سے مانوذ ہوں اور خیالات سبب د اسیاں کے تکددرات سے پاک اور کائنات میں انکو مرزا یک ذات سے الیاگر تعلق ہو جس میں تعددی کی گنجائش ہو اور نہ خودی کا وجود رہے۔

عشق تعلیم خلق سے بلے بیانزہ | اب قابل لحاظ یا مرہے کجس مشرب کو نہیں مقابلہ کی قید نہ قاعدہ سے واسطہ، تعلیم دلقلم سے سرد کارہ ترتیب تنظیم سے تعلق ہے اور اسی کے ساتھ یہی مسلم ہے کہ اس کی بڑائی و اشاعت کا اختیار رب المخلوق کے دست قدرت میں ہے۔ تو اس مشرب کے علمبردار کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانے کی کیا فرماتے ہے۔

قطع نظر اس کے حقیقت عشق کی نسبت صوفیاً متفقین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ عشق اسرار آہی میں سے ایک مخصوص راست ہے جس کی حقیقت کا علم، علم علم مَنَّا کَانَ دَمَّا يَكُونُ کے علم میں محفوظ اور مستتر ہے لیکن نَلَيْلُمْ إِلَّا هُوَ لَقُولْ مولانا علیہ الرحمۃ عشق اسرار ضداست۔

پس جب کہ عشق کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے میں ہمارا نہم دادرک تاصر ہے۔ بلکہ عشق کی صحیح تعریف بھی ہم نہیں کر سکتے۔ بقول۔

وہ سبب دلشیت درگافت دشیند عشق دیا میست قفرش نا پ پیدا نہ
تو باد جو دیکھے ہماری افضل جبود اور علم جبول ہے مگر یہ جسارت کو درسوں کو عشق کی تبلیغ
دیں اور مشرب عشق کا دستور اعلیٰ بتائیں اور اپنے بند کے واسطے اس کا انتظام کریں کہ
عشق کا انصاب قائم اور علم حاری ہے۔ قلعہ عشق والاصفات سے بیرونی علم برتاؤ ہے۔
کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ عشق کی تعییم دتریت پر درگار عالم نے بندوں کے پرد
ہیں فرمائی ہے بلکہ عشق کا عطا لکھندا اور عشق کا عمل حقیقی خوشی عشق کا خالق مظلوم ہے۔
اسی خیال سے عاشقان صادق لے خواست اور سجادگی کو منانی مشرب عشق گردانے پے
ادا اسی کلیہ کے اعتبار سے ہمارے حضور قبلہ عالم نے مرتدین سے متواتر فرمایا بلکہ اعلان
کر دیا کہ ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ جانشی کا کرے وہ باطل ہے ہمارے یہاں کوئی
ہرچgar ہو یا خاکر دب جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے ॥

خلاصیہ کہ عشق بہت بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ اصطلاح صوفیہ میں عشق اس مقام کو
کہتے ہیں جو نات رقدت عارفین اور رہنما بیت قربہ قربین ہے۔ اب قول۔

عجیب را میست راہ عشق بیلت کچرخ حقیقت پہنچم زمین است
ادریہ مرتبہ علیا ہمیشہ تقدیم قبولین حق کو میانب جن تفویض ہزنا ہے چنانچہ حضور قبلہ
عالم نے یہاںی مضمون کو درسرے الغاظیں بیوں فرمایا ہے کہ « عاشق کم اور مشیر بخ زیاد
ہوتے ہیں اور باد جو دیکھ آپ کے مراجح کی نیشت پیشی کر داتی نفعیں دکمال کا اطباء ہیں
فراتے ہیں مگر یہ بار بار ارشاد بڑا ہے کہ « ہماری منزل عشق ہے یہ جو آپ کے حالات،
دافتقات کے بجزیل ثابت ہو چکا ہے کہ آپ کا قلب منزد عشق حقیقی کے جذبات سے معور
ہنا اور آپ کا چھیسا سالہ طرز معاشرت زبان حال سے بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ دنیا
میں صدیوں کے بعد ایسے صالح رضاویں ایم عاشق کا ٹھوڑا رہتا ہے اور اسی مناسبت و
آپ کا امتناع سجادگی کا حکم صادر فرمایا جو ہے لحاظ مشرب بالکل صحیح اور درست ہے۔

علاوه اس کے حصول عشق دیس دندریں تعلیم و تربیت پر موصوف نہیں کیونکہ یہ بانی کیفیت اور قلبی دار دات ہے جو محبوب اللہ لضیب ہوتی ہے۔ جیسا کہ رکار عالم نپاہنے متوالہ فرمایا ہے کہ "عشق دہی ہے جو کسب سے حاصل نہیں ہوتا" اور یہ مسئلہ حضرت صوفیہ کا تسلیم کردہ ہے کہ عشق موربہت مھض ہے۔ اور سب نے لکھا ہے کہ "اغاثی میں مسواہ ہب الْعَقِّ وَفَضْلِهِ" چنانچہ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

گرچہ آں عاشقان بخار امیرود دبدس دلنے ہے اور سنا میرود
عاشقان راشندہ راس حن دست دلزور درس سین شان سعادت
آل طرف کو عشق تی افرداد درود بوحنیفہ شافعی درسے نکرد
پس حقیقت یہ ہے کہ عشق عنایت دہی ہے اور جد و جہد کوش اور کسب سے حاصل
ہیں ہوتا۔ بتول حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ۔

می خور کہ عاشقی نہ کسب امت اختیار ایں وہیت رسیدنڈیوان قسم تم
اوری وجہ سے حصول عشق کے لئے ظاہری تعلیم ہیں اور حب ظاہری تعلیم ہیں ہے تو
پھر نہ خلافت کی تزدیت ہے نہ مجادل کی حاجت اسی داسطہ حضور نبی عالم نے علیہ الاعلام
فرمایا کہ "ہماری منزل عشق ہے جو کوئی دعویٰ جائیں کا کرے وہ باطل ہے"۔

قطع لفڑاں کے صبح معنی میں خلافت یا سمجھو دگی تعلیم و تربیت کے انتظام کا نام
ہے کہ حضرت صوفیہ آئینہ "الشلوک" کو فیض پہنچانے کی غرض سے یہ انضام فرماتے ہیں کہ جان
یعنی اپنے سلسلہ کا منظم تعلیم اس کو کرتے ہیں جو ان کے علم و مسلک کا عالم اور فارغ اتحیل
ہوتا ہے لیکن "ملت عشق از همد دینہا جداست" عشق میں انضمام نہیں۔ اور نہ کوئی علم
و حصول عشق میں معین ہوتا ہے۔ کیونکہ علم کو عقل سے سرد کار ہے اور حضرت عشق کی تشریف
اوری سے پہلے عقل مفرود ہو جاتی ہے جیسا کہ متفقولات تدبیر سے ثابت ہے اور خود حضور
نبی عالم نے بھی فرمایا ہے کہ جیسا حضرت عشق آئے پھر وہاں علم و عمل کا خال نہیں اور مولانا علیہ الرحمۃ

فرماتے ہیں۔

عشق آمد عقل او آدارہ شد مجمع آمیش اوجی پارہ شد
 عشق سایہ خن بود حق آفتا ب سایہ را با آفتا ب ادھیتا ب
 جب کتابت ہے کہ عشق کی عملداری ہیں عقل دس کا داخل ہیں اور انظام عقل کا
 فعل ہے جس سے عاشق کو تعلق نہیں تو پھر عاشق صادق ہیں کاظم کیونکر کر سکتا ہے کہ
 آئندہ کے لئے اپنا جانشین بنائے جو اقتضائے عشق کے مبنی خلاف ہے اس وجہ سے وہ
 عاشقان جان باز جن کا سرمایہ فرزنا مرف عشق سکھا اور جو بجز نظارہ جمال شاہد ہی حقیقی ہی جسیع
 مرادات سے دست برداشتے ان کا اس مشرب خاص ہیں کوئی جانشین نہیں ہوا۔
 مثلاً صاحب تصدیق و لیقین مجدد حضرت شرق البرین بولی شاہ قلعتہ زبار کامل
 قدس سرہ العزیز جو پر واد وار شرح جمال ایزدی پرشیفت اور سلطنت جلال فردانیت خداد مدد
 پر تلفیف، محجوب گیات اوار ما ساری ایسا تمام عالم سے ہے سردار کا تھے جن کے فیض و تصرف
 سے زمانہ و اقت کے لیکن محدود الصفات کا مشرب قلندری یعنی تعلیم عشق حقیقت کے لئے
 کوئی جانشین نہیں ہوا۔ جس کا سبب بھی ہے کہ طریق عشق میں تعلیم و تربیت کی حاجت نہ
 انجام وال قرام کی خودرت، نہ عبارت و اشارت سے حقیقت عشق کا انٹھا پر سکتے اور
 دھصول عشق کے لئے جدد جدد درکار ہے۔ یقین حافظ شیراز علیہ الرحمۃ۔

قلم را آں زیال نبود کی عشق گوید باد و ولے جد تقریب است شرح آرزو مندی
 دل اندر زلف لیلی نہ کارعشن مجذل کن کر عاشق رازیاں دار و مقالات خرو مندی
 بلکہ دار دات قلبی، خاص ددیعتنا اگی اور عین عنایت دیکی ہے جو نہ تعلم و تربیت پر
 موقوت نہ داسط اور دیل کی عتمان ہے۔ فیضان عشق و محبت، عاشقان کا سی کی توجہ باطنی
 پر منحصر ہے، ادا ان کے جوش قلبی کی صحیح نسبت، طالبین کے دلوں کو گدا اور مسائل پر محبت
 کرنی ہے ادا ان کا فیض و تصریح اپنے والبستہ کو اس کی حالت اور استنداد کے لحاظ سے

اے بیز کی نظاہری تعلیم کے مستفیض کرتا ہے اور اسی اناضہ کو اصطلاح صوفیہ لفظ
ردی بھی کہتے ہیں۔ اور یہ تصرف شل عہد نظاہری کے ان کے وصال کے بعد ہبھی تعلیم رہتا ہے
جس کی دوسری مثال یہ ہے کتاب الحمد لله، سلطان العاشقین حضرت بایز پید
بسطامی علیہ الرحمۃ بن کاتم ناتی طبق عثاق میں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہے آپ تے
بھی طریق عشق میں تعلیم نظاہری کے لئے کسی کو اپنا جائشیں نہیں تکویر فرمایا بلکہ جس طرح آپ
کے زمان میں آپ کے فیضان باطنی سے مسترشدین کو افاضہ ہوا۔ اسی طرح آپ کے مزار
پر لا اور سے طالبان صادق مستفیض اور فائز الملزم ہوتے۔

جبیسا کہ صاحب مرۃ اللہ رضا اور صفت تذکرۃ اولیاء نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو الحسن
خرقاں علیہ الرحمۃ آپ کے وصال کے ایک صدی بعد پیدا ہوئے۔ اور آپ کے فیضان باطنی
سے مستفیض ہوئے۔

بلکہ یہ قصہ دیگر حضرات صوفیہ نے بھی اپنی اقصینفات میں بمراحت نقل کیا ہے لیکن
ہن تراختیا طاس واقع کو اس مستند کتاب سے نقل کرتا ہوں جس کی صحت کے واسطے حضرت
ملائجا تی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمانا کافی ہے کہ ”ہست تزان در زیان سپلوی“ اور ادا باب
طریقت کے ساتھ علمی شریعت نے بھی بالاتفاق اقرار کیا ہے۔ یعنی حضرت مولانا روم
علیہ الرحمۃ اس واقع کو دفتر چہارم میں تسلیط فرماتے ہیں۔

بتوحش بعد از دفات بایز پید

از پس آں سالہا آمد پید

بتوحش اندر داں آڑا شنود

ہمچنان آمد کا او فرمودہ بود

دنس گیر دہر صبح از تریشم

کھن باشد مرید دا استم

بر صبا جا آید دخواند سبیق

ہر صبا ج تیر نتے بے نتور

بر صبا ج ردنہادی سوئے گور

ایستادہ تاضھی اندر حضور

تامثال شیخ پیش آمدے تاک بے گفتہ شکالت حل شدے

علی ہذا حسین بن منصورہ حل ج علیہ الرحمۃ جن کے پر اسرار کلام ابوالقاسم فراہبادی نے
تعلیم کئے ہیں اور گفتہ اور صاحب حال کہا ہے اور ابوالعباس بن عطا محمد بن حینہن کا قول
ہے کہ حسین بن منصور ربانی عالم تھے اور یہ تو معرفت عالم ہے لاس عارف حق نے پرداد دار
شمع جلال حضرت احادیث پر جان ذا کر کے عشق کی آخری منزل طے فرمائی مگر اس برگزیدہ
خدائی کے طریق خاص کی تعلیم و تربیت کے لئے کوئی جانشین نہیں ہوا اور یہ سبھی مسلم ہے کہ بطریح
آپ کی حیات ظاہری میں آپ کے برکات اور تصرفات سے مخلوق الہی مستفید ہوئی اسی طرح
بعد وصال شاہ حقیقی بھی آپ کے میفہان باطنی کا پچھہ جاری رہا چنانچہ منتقل ہے کہ حضرت
فرید الدین عطاء علیہ الرحمۃ عہد منصور سے ایک سو بیس سال بعد پیدا ہوئے اور آپ کی رویت
کے ان کو افاضہ حامل ہوا۔

اس سے زیادہ عجیب اور مصدقہ درسالت کے عاشق صادق حضرت اولین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قفسہ ہے جن کے عشق کامل کے لئے کسی عراحت کی ضرورت نہیں زمانہ
جانتا ہے کہ آپ نے جذبات عشق کے جوش میں اپنی سستی اور لوازمات سستی کو ایسا فرمائیں کیا کہ
بچرخیاں یا کسی سردار نہ رہا۔ مگر طریق عشق کی تعلیم ظاہری کے لئے آپ کا بھی کوئی حاشیہ
نہیں ہوا جسی کہ آپ کی اداوت کے واسطے آنکہ کوئی ظاہری انتظام ہوا اور نہ اس کے
شرب کے لئے کسی زبانی تعلیم تلقین کی ضرورت۔ جس طرح نادیدہ جمال محوبہ ذوالجلال
پر وہ شیفقت ہوئے اسی طرح بے دیکھے ان کے میفہان باطنی سے طالب خدا مستفیض ہوتے
ہیں۔ تبرہ سورس سے آپ کا یہ تصریح جاری ہے اور ہمیشہ الشارع اللہ جاری رہے گا۔ جن
کا سبب یہی ہے کہ بقول سرکار عالم پناہ «عشق میں انتظام نہیں» اور چونکہ کار ساز طلاق
تعلیم کنندہ ہے اس لئے بھرپور ہاٹے دہ بختار ہے گا۔

الفرض انہیں چند تکشیلات سے بیکھبی ظاہر ہو گیا کہ نہایت جلیل الغدراد غایت

منازع عاشقین نے ہن کی رفت و نظمت۔ تاجر و تقدس کا زمانہ معززت ہے مشرب عشق
کی تعلیم و تربیت کے واسطے کی نظاہری تنظیم کی مزدودت متصور ہیں فرمائی۔ بلکہ ہنس عنوان
سے عنایت دہی نے ان کو اخلاقی ترقی تفویض فرمایا تھا اسی صورت سے بغیر کی واسطے
اد و سیلے کے ان کے میستان باطنی سے طالب خدا مستفیض ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے
اور چونکہ مشرب عشق انتظام نظاہری سے قطعاً مرارے ہے۔ اس واسطے پر لحاظ انتظام محبت ہے۔ جناب
جناب حضرت نے متواتر فرمایا اور بکمال اہتمام اعلان کر دیا کہ ہمارا مشرب عشق ہے جو کوئی
دعویٰ جائشی کا گرے وہ باطل ہے۔

اور بغرض محل الگری و وقت میں کوئی عاشق جمال ایڈ دی پہنچانا وہ اپنے مترشینا
کے حق میں تیادہ ہیں چندی تو اعداد و بھی حوصل عشق کے لئے ہیں بلکہ شاہنگی عادات
اور روزمرہ کی گفت و شیند کے واسطے بطور مستور عمل ہیں ایک مضمون قلمبند فرمایا تاکہ
آداب عشق دعائی ہیں۔ اور شاہد ہے نیاز کی جناب ہیں اس انداز سے استدعا کرنی چاہئے۔
کافا ظاہی بھی عجز آئیں اور نظاہریں بیکھار اور نہ آداب حضرت احمدیت کے خلاف ہوں۔
تو ترینہ یہ کہتا ہے کہ وہ اجھا دی فرمان لفاذ کے ساتھ ہی پہ مزدودت اور بے کار
ثابت ہوتا۔

کیونکہ عاشقانے اثرات عشق کی ایک مستقل نظام کی پابندی موالات
سے ہے۔ اس واسطے کا اصولاً عاشقین کی بسم اللہ الی اسباب سے ہوتی ہے جو تغیرت کے جذبے
اور تبدلات کے مجموعہ ہیں۔

چنانچہ ایک سبب بخیلان اسbab کے یہی ہے کہ حقیقت عشق کی انبیت اتفاقیت
او باب طریقیت میں یہی منقول ہے کہ مصلحات صوفیہ میں عاشق کی اس کیفیت کو عشق اور
محبت کے نام سے تحریر کرتے ہیں جو مطالعہ جمال یار کے واسطے قلب کو مغضوب اور بے قرار
کر دے۔

اور اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ عشاں کی اس دبی حالت اور تلبی کی یقینت کا وجود مشاہدہ الازم حضرت احمدیت کے اثرات سے ہوتا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ تخلیق انوار رب المزت کی شان ہر ساعت اور مِرآن جدا گاہ ہوتی ہے مکعبدان کل لیوم ہوئی ششان۔ امیر چونکہ تخلیق انوار شاپنگیتی کی شان ہر مرتبہ بل جدید نظر پر پذیر ہوتی ہے اس لئے اس کے برکات بھی مختلف ہوتے ہیں اور اثرات بھی جدا گاہ اور ان اثرات سے مناثر ہو کر تلب عاشقت کی حالت اور یقینت بھی کیساں ہیں یعنی بلکہ حسب مناسبت واردات تلبی کبھی سلوک، کبھی سکوت، کبھی جمعیت کبھی انتظار، کبھی آداب محبوب کا پورا خیال، کبھی یہود اور مخلوب الحال غرض گاہے چیز گاہے چنان کا ہمدردن ہوتا ہے یونکہ ہر حالت کا جو اقتضانا ہوتا ہے اس کے آثار عاشقت کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہوا کرتے ہیں۔

پس جیکہ تلبی کیفیات ہیں وقت غیر معمولی تبیزت ہو کرتے ہیں تو اس اتفاقی حالت میں کسی منتقل قاعده کی کیساں تعلیم کوں کرو ہو سکتی ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ شنا کی واردات تلبی میں بھی بقدر استعداد تنزلت ہو۔ لہذا گوبل معنی جمل عاشقین کے خیالات کا مال ایک ہی کیوں نہ مگر لباہر رہتا، لفتار، فرز، طربی، اغدا، اتوال یعنی منفرد ہتے ہیں کہ ابھی کے اکثر عادات ارشادات۔ حدود ادب یقین سے باہر نظر نہیں ہیں لیکن یہ اشتلاف چونکہ ان کے انتشار و انتظار کا تبیز ہوتا ہے اس لئے ان کی ظاہری تغیر کو خطدا و تغیر سے منسوب کرنا ہماری ضریح نادانی ہے بقول حافظ۔

گفتگوے عاشقان در کا پردب بو شش عشق است نے ترک ادب
چوں شیوں سخن اہل دل مگو نخدا سخن شناس نہ دل برخط اینجا است
اسی لمحات سے شاپنگیتی جو عالم عنیب اور ناظر عالم ہے۔ جیسا کہ عشق کے حرکات و سکنات کی ان کے زدن و شوق حالت و یقینت کے اعتبار سے ان کو ایسی گرفتہ جزا دیتا ہے۔ لفظہ جرس کے وہ ستردار نہیں معلوم ہوتے۔

جنپا پڑے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے شالات خیال اور خوبصورت خصال عთاق جن کے
ذمہ تہبیا یت ہندب اور خیالات نایت موقب تھے جن متنیاز کے سانچہ بارگاہ، بیعت
یعنی خصاص تقرب سے وہ سرفراز ہوئے اسی شان سے وہ آوارہ کوئے محبت بوسرا پا دار نہ
اور از خود رفتہ تھے اور جن کی شوف آمیر تقریب گو نیاز منداں بھی میں ہی مگر صدد آداب سے
لیقیناً متجاوز نہیں لیکن مبداء فیاض کی عنایت سے ان کا بھی مقربین میں شامل ہوا اس کا سبب
خاص ہی ہو سکتا ہے کہ اس بندہ قازی در دمندانِ محبت کا اجر و صد اون کے صفائے
باطنی پر موقوف فرمایا ہے۔

اداگر اس غیر معمولی تمام و عنایت خداوتی کا صحیح مطالعہ اور صحیح معاملہ کرنا
منتظر ہو تو یہ بھی دشوار نہیں۔ ایک طرف دلدادہ شاہزادی حضرت اولیٰ یعنی کی ممتاز
شخصیت کو کتب پیر کی وساطت سے ہنگامہ ناول دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ
اس پر گز بیدہ (ابو) کی مقتولہ سہستی جانب صفات اور مجموعہ کمالات نہیں اور یہ واقعہ ہے کہ جس
استقلال سے اس سیاح وادی عشق نے دیوال شاہزادی نیاز کے شوق میں صبر و ثبات
سے کام لیا اسی ابتو اسے اس حق پرستی حق شناس نے اپنے فرائض منشی کی نگاہ ہشتہ
فرمائی اور جس طرح آپ کے ذات اقدس عابدوں میں فرداد نژاد بدیل میں بیگانہ نہیں اسی
طرح آپ کے خیالات بے حد شاکتہ اور آداب عشق و عاشقی سے کما خدا و البتہ تھے اور
یہ بھی گھنٹا شاید بے جا نہ ہو گا کہ ایخیں صفات تبیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی جہت سے
آپ کو عنایت ہنایات اور غایت شایات تقرب آپ کی امانت پر لفڑیں ہوا۔

اور دوسری جانب اگر عبد موسی کے اس اشتفاعی وارستہ خیال مشتاق دیداریا
مجموعہ اضطراب و اضطرار کے دفعہ شوق و افزایش ذوق سے معمور تقریب کو جو سراپا عبور نیاز
کی تصریح ہے ہنگامہ عذر سے دیکھتے ہیں تو بلنا برسہ دمیں ان عشق و عاشقی کی منتظر جم گا فیلسہ
کپڑا اور نذر آتا ہے جس کا ذکر مولانا علیہ الرحمۃ نے مجی اپنی مشنوی میں بکال صراحت کیا ہے حالانکہ قسم

زبان زد غلائق ہے۔ لیکن اختصار کے ساتھ اگریں کبھی اس پر درد کہانی کا اعادہ کروں تو کچھ زیادہ بے محل نہ ہوگا۔

چنانچہ یہید ناموی علیہ السلام نے دیکھا کہ جنگل میں ایک آوارہ دشمن محبت رنجور درد اشنت کسی گھرے خیال میں صرفت بیٹھا ہے مگر اشتیاق دیدیں یہ تنراق ہے کتنی کی نکرد جان کا ہوش، یاد دلدار سے ہم آغوش، صدماتِ ذلت سے بے قرار، شوق دصال میں اشکار، محظوظارہ جمال، دفور اشتیاق میں یہ حال ہے کہ زندگی سے بیڑا، مرنے پر تیسا، باہرستی سے سکدش، بادہ فنا سے مدبرش، بیز فائی کا گل، نجاح ادائی کی شکایت، ناپنا قصہ اپنی حکایت۔ بعشقنا یہ محبت اطاعت الہی کا دم بجزتی ہے ما در پہزاد عجز و انکسار اپنی راحت اور عافینت کے اسباب بحضور شاہد عنصر ایشارہ کر رہا ہے۔ اوتے بال حال سر عرض گزار ہے جیسا کہ مادح الصفات حضرت مولانا بکتیں

دید موسیٰ یک شب نے بارہ کوئی گفت لے خداوے اکر

تو کبھی تاشوم من پا کرت چارقت دوزم کنم شاہزدت

لے خداوے من فدایت جان من جملہ فرندان دخان دمان من

چادرات دوزم سپشایتم شیر پشت آدم اے منشم

من ترا غم خوار باشم بچو جو لیش دن زلیماری آید پیش

دشکت بیسم بکلم پائیکت دفت خواب آبد بروکم جائکت

گرہ بیسم خاذات رام ددام رد عن دشیرت بیارم صبح دشام

بهم پیر دناہنلے ردنیس خمر باد جفر باءے ناز نیں

حضرت کلیم اللہ نے من مغلوب بالحال کی حیثیت پر خیاں نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کی ناہبی قبیل دقال کی جانب توجہ ہوئے اور چونکہ حامل علم و مصالحت اور ناظم ہدایت تھے اس واسطے فوز آداب عبد و مجدد سے خبردار کیا۔ اور اس دیباں کوئے محبت کو را فرزانگی

دکھائی بینی صناعتِ دسایت کی تبلیغ فرمائی

گفت ہوئی ہائے نیرہ شریدی
خود مسلمان نا شدہ کافر شدی
ایں چڑھا راست دچ کفر نے بالکا
پیغمبر اندر دہام خود فشار
آفتابے اچنیہ کے مناسبت
چارق دینا پالائی مرزا است
آنثی آیل بیوزد خسلن را
گرہ بندی زین حزن تو خلن را
ژاٹ دگتا غمی زراچوں یاد
گرہیں دالی کریز دال دادرست
شیرا لوٹ شد کہ درنشود نماست
دحق پاکی حن آلا لیش است
وست دپا دحق ماسالیش است
لم بلیلم بلیدا در الائق است
والد مولود را ادخیل است
موسیٰ علیہ السلام نے اس عاشق حضرت احمدیت پیر و اندیح رو بہیت کو سخت اور
درشت الفاظ کے ساتھ جتنی بیہ فرمائی تو اپ کی نصیحت سے اس دل نگار کو ددنی اذیت
ہوئی۔ پیغمبر اولا العزم کو دیکھ کر خاموش تھوا۔ مگر صحتے پر خطر میں یہ کہکرد پیش ہو گیا۔
گفتے ہوئی دبائیں دخنی دل پیشیانی تو جاگم سو ختنی

جامد را برید دا ہے کر لفت
سرہنا داند رہیا بیان در برفت
ادھر ہی خستہ جاں نا دم دیشیاں ہوا اور اس کی نیاز آمیز اور محبت نیز تقریب موقوف
ہوئی ادھر شاہد حقیقی نے اپنے عاشق جاتا باز کی یہ دلداری فرمائی۔
بنده مارا زم کر دی جسدا
وچی آمد سوئے موسیٰ از خدا
بایرے قصل کر دن آمدی
تو براۓ قصل کر دن آمدی
بغض الاشیاء عنی الطلق
تناوانی پامن اندر فراق
ہر کے رایر تے ہنسا دہام
در حق ادھم سح در حق تو زم

درحق اد ورد درحق تو خار	درحق ادنور درحق تو نار
درحق اد خوب درحق تو راد	درحق ادینیک درحق تو بہ
دزگار جانی دچالاکی ہمہ	ما بری از پاک دنا پاکی ہمہ
بلکہ تابر بندگاں جودے کنم	من نکردم خلق ناسو دے کنم
سنديال را اصطلاح سنستح	ہندیال را اصطلاح ہندسج
مادر دن را بنگیم حال را	ما بروں را نشگیریم و قال را
سربر فکر د عبارت را بوس ز	آئشے از عشق د بعال یز فرد ز
سوختہ جان در داتاں د گیراند	موئیا آداب داتاں د گیراند
عاشقاں را ہرپس سوتیز بست	برده ویران خلیج و عشریت
گر خطا گرید را خاطی مگو	گر شود پر خون شہید او را مشو
خون شہید دان را ازاید لی بست	دین خطہ از صد ثواب دلی لیت
ملت عشق از ہمہ دینہ با جداست	عاشقان را نہ ہب ملت خدا ت

الغرض عاشقن کامل حضرت اولیٰ قریبی کے شاکنہ خیال اور پاکیزہ احوال کا مقابل
اس شبان محشر اشیین کی بے محل اور غیر مریوط گفتگو سے کرتے ہیں تو زینین و آسمان کافر قن
نظر اکتسی ہے اور بظاہر اس خارج اللذب تقریبی دہی تھی ری مناسب معلوم ہوتی ہے جو حضرت
موکی علیہ السلام نے تجویز فرمائی تھی کہ خود مسلمان ناشدہ کافر شدی ॥

مگر اس نراق رسیدہ کی چونکل نبینت صیحہ اور بچپنستہ خیال سخا اس لحاظ سے شاہد ہے
نیاز نے جو عنایت اپنے موب دل گرفت کی خشنہ حالت پر فرمائی اس شفقت سے اپنے
شور سوزنا در حواس باختہ جان نشار کامعادن د مردگار پر کر حضرت کلیم اللہ سے فرمایا « بسدا
راد من کر دی جدا ॥

ا حکم الحکیمین کے اس کریمیں انصافیل سے صاف ظاہر ہو گیا کہ شاہد عنی کی ذات تفضیل

لعلیل اشارات و عبارات سے پاک و معور ہے اس مبارے عشق و محبت کی نسکابت و
کنایت ایں مودب اور غیر مودب عشق کا فرق امتنیاز نہیں بلکہ ان کے جوش و خوش نہ دقت
و شوق صدق و نلاص کا امیزاز و احترام ان کے من باطن پر مدد قوت ہے جس کی نقد
قیمت کا اندازہ دہ رانے کے سائز فرماتا ہے جس کے ارشاد کا فہدوم دلانے کے بعد نے
۷۔ تحریر فرمایا ہے کہ

ما بر دل رانستگر کم ذقال را مادر دن را بستگر کم دحال

خلاصہ یہ کہ در رسالت موسویٰ کے اس عاش جانیا ز کا تذکرہ چورا پاشل عجز
نیاز ہے اس لحاظ سے تمیل انقل کیا کہ عشق و محبت کے ظاہری مودع و نکات سے بھی اگر کوئی
اگر ہی ہو جائے تو اس کا تفصیل بسانی ہو سکتا ہے کہ بنیات سنت مشائیخِ سنبل القده
اور کبیر الشان حضرت عاشقین نے حسب صورت مرد و بیطیفہ رہیں بنانے کی کہن خاطر زندگی
چنانچہ الحمد للہ علی احسانہ اس کا ظاہر بہتانیت سنت و محسن عنوان سے ہو گیا اور
اس کے اسباب اثر آنے لگے عبیسا کا یک سبب مختل دیگر اسbab کے یہ بھی ہے کہ واردات قلبی
کے متعدد اشکال کے مختلف اثرات سے چونکہ عاشقین کی حالت دیکھیتیں کافی تفرقی
ہوتی ہے اور ان کا متعدد الحال ہوتا اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض عشق و عشق با وجود صد
قراءت اور دفور شوق ہمیشہ ساکت اور غاموش رہتے ہیں اور بعض مرست عبد اللہ سنت عالم
وجہا و حالت جوش میں ایسے الفاظ ہے تکرار فرماتے ہیں جن کا ظاہری صحن و مقصد
کلمتہ حدود و آداب عبد و عبود سے باہر نظر آتا ہے۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ طبق عشق کے افراد جب کو مسلم طور پر نہ حال میں متعدد
خیال میں مساوی ہے ذوق و شوق میں سہم پایا ہے دید دیافت ہیں کیاں جانتے ہیں بلکہ
طريق طلب بھی ان کا تفرقی سے غالی نہیں پس ایسے غیر منظم گردہ کے دار ہے کوئی دخون ٹھیکی
کیونکر مفید اور بکار آمد ہے سکتا ہے اور مختلف الحال جماعت کا یہ تنپر بر بال استغراق یا ہے بنائے جائیں

آخر آتا ہے اور سفلہ بھی دشوار گیو نکھر صفات صوفیہ کے اقوال شاہد ہیں کہ عشق میں نظام نہیں
اس حکایت سے یہ بھی لقین کامل ہو گی کہ عاشن جانباز خلق کی تعلیم فضی اور تربیت
شخصی سے قطبی بے نیاز ہیں کیونکہ ان کا تعلیم کتنہ وابس ادھر یا ہے اس لئے کہ
مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد ہیش نظر ہے کہ حضرت کلیم الشنے جو خدا کے متقب اور برگزیدہ
رسول اور خلقت کے اول المعموم ہادی تھے ایک حروابے کو بکمال وضاحت آداب حضرت
اصحیت کی پڑائی فرمائی اور بقاہر وہ تعلیم لیقیناً قابل تسلیم ہیں تھی مگر غیر مفید اس وجہ سے
شبہت ہوئی کہ وہ شبان صحرائی گرویدہ لواح حال اُبی ہنا ملهم عنیب نے عدم کامیابی کے
سبب سے بھی اپنے کلیم کو آگاہ کر دیا کہ «موسیٰ آداب دنان و میگراند ملے موسیٰ کیا یہ
مشاق دیلارپی خواہشات اور مرادات کو فنا اور معلومات و محتقولات کو ہماری یاد میں
غراموں کر چکے ہے بختم ارباب غنیل دہوش کے رہنماء مزد روہ مگر اس دیوانہ کوئے محبت
کی تربیت تم نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے معلم حقیقی ہم ہیں۔

پس درخواجیاک ایسے ممتاز اور نیچجہ المرتب اور صاحب تاب پیغمبر حضرت کلام اللہ موسیٰ نہ کیا ہے؟
کے معزز خطاب سے سرزاز تھے ان کا درخواجی علم اور ان کی قیمع معلومات ایک دیوانہ کوئے محبت
کی ہدایت کیا اس طبقہ مفیدہ ثابت ہوئی۔ تو خرمن علم رسالت کے خوش چین اور درخوش چین کی
تادیب ذریبیت سے پرستاران بارگاہ عشن کب منابر ہو سکتے ہیں یہی اس طبقے عاشقین نے
انپے سلسلہ کے مترشیدین کی تعلیم کے لئے کسی کو اپنا جانشین ہنہیں نیایا۔ اور اسی وجہ سے
ہمارے حضور قبلہ عالم نے متوائز فرمایا کہ مشرب عشن میں خلافت اور جانشینی ہنہیں ہے۔
حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی اس مسطورہ حکایت کے مطابق سے دو حضرات بھی ہیں
آموز ہونا چاہیں تو ہو سکتے ہیں جن کو سجادگی کے ساتھ ہمراہ تاکہ ہے اور جانشینی کی جیتنا
یہیں بے ساختہ فرماتے ہیں کہ خلافت اور سجادگی اسلام کا ایک کون علم ہے جسی کہ بعض حضرات
اس دلیل برخلافت مشائخین کو سنت آہی سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت ابوالبشر رام آدم علیہ السلام

فیلیقہ اللہ تھے۔ رائیِ شجاعیں فی الکامنہ فی خیلیفۃ۔

اور یہ تو مشائخین نظام کے داہتگان کا عام خیال ہے کہ سلاسل صوفیا کے متفقہ ہیں جب کہ لازمات سے ہے کہ ہر یہودی میں سب کے جانشین ہوئے اور ہو تھیں۔ زیکا سبب ہے کہ مشرب عشق کے ارباب حل و عقد لے اس کی تلقید نہیں کی اور خلاف ہے تو در جمہوریہ طریقہ اضیاف کیا کہ اپنے سلسلے میں باب خلافت و حادی مدد کر دیا۔ پس یہ تحریکات اگرچہ بمنزلہ اور مامد داداں ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کے اتنے جعلی کی صحت کا اقرار بھی کر دیا جائے تو کیا مضا القلبے جدیا کہ ہم کو اس کا انتراحت ہے کہ سلاسل مشائخین عظام بجا ہے خود للہیت و حقایقت سے متور ہیں تو بھی یہ اصرار کہ عاشقانِ خداوند حضرت صوفیا کے ذی اعزاز کی مسئلہ سجادگی میں تلقید کیوں نہیں کرتے نظر غائر سے دیکھا جائے تو هر تجھے محل ہے اس لئے کہ مشرب الیاذن ہیں آتاجو دیگر نہ اہم کے خیالات سے کلیتیہ متعدد ہو جتی کہ خود سلاسل مشائخین کے قواعد سلک ہیں ہم مکمل اتحاد نہیں۔ بلکہ بعض مسائل میں تو ایسا ہے اخلاق اسے جیکن لاغفتانہ اعمال پر بنا کر پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ شال بھی مشرب کے مکمل گردیدہ کے مقابلہ میں زیادہ موزوں نہیں ہے کیونکہ جلد سلاسل کے مذاق مسلک میں گو کا قی تفریق ہے پھر بھی یہ مناسبت ہے کہ ایک سلسہ کا حلقوں گروش دوسرے خالواہ کا ارادہ کرنے کے بعد تو ان سلسوں کے مختلف المفہوم صدو ایطکی ساتھ سماں تفعیل کر سکتا ہے۔

لیکن مشرب عشق میں اس کی بھی گنجائش نہیں جس کو مولانا علی الرحمۃ نے صفات الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ ”بلت عشق از سہہ دینا جداست“ اور پھر یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مشرب پس کا اصول یہ ہے کہ عاشقان رامز ہب و ملت خداست“ پس جو مشرب جلد ملن دادیاں کو اپنی شان اور خصوصیت میں جدا ہواد جس کے متبیعین کا مذہب عرف خدا ہو دہلیزی تعییم و تربیت سے کیونکہ بے نیاز ہو۔ اور جب کہ ظاہری تعلیم کی حاجت نہیں تو ظاہری

تعلیم کنندہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی جہت سے مشرب عشق میں خلافت اور بینی بھیں۔
مخقر پر کاس حکایت کی بیت آخر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس طرح عاشقوں کا علم
حقیقی عالم علم مَآکانَ وَمَا يُكُونُ ہے۔ اسی طرح ان طالبانِ اہلی کا دین و نہاد ہے
بھی صرف رخداد لا شریعی کئے لئے ہے اس لحاظ سے اگر مشرب عشق کو اپنی شان اور تو عیت
میں فرد اور یگانہ کیا جائے تو بے جا ہو گا۔

بعض اخوان ملت اسی مسلمانیں یہ بھی عرض کر دیں گا کہ اکثر اخوان ملت نے
کے خلاف است | سجادگی کی حکایت بھی فرمائی ہے مگر ان کا کیا خیال تھا اور کس

بیت سے انہوں نے خلاف مشرب یہ طریقہ اختیار کیا اس کی حقیقت کو قضاہ بڑھاتے ہے
لیکن بظاہر اس اختلاف کے سبب چند اسباب ہو سکتے ہیں کہ یا تو ان برادران طریقت کو حصہ
قبلہ عالم کے اس حکم عام اور ظہی کا عالم ہیں ہوا کہ «منزل عشق میں جانی ہیں ہوتی»
یا ہوا بھی یہ توہین کی اہمیت سے بے بُرْجَتَه کہ سر کار عالم پناہ نے یہ قرآن بکمال متنازع
فرمایا ہے بیان غلامان وارثی کو یہ صراحت معلوم دھننا کر بڑے ٹبرے عاشقانِ ماسلف
نے بھی خلافت اور سجادگی کو بغیر ضروری منصور فرمایا ہے۔ یا شاید بخلاف عدم و اتفاقیت
یہ مقاول طہر اہو کہ اس ارشاد داری کو خرداد حسکر متنازع ہیں ہرے اور جمیور صوفییتے
کرام کی سنت جاریہ کو تزییج دی یا بعض سنتیاں ایسی بھی ہوں گی کہ انہوں نے کسی
اڑ سے مرعوب ہو کر اس حکم کی تعلیم میں داشتہ کوتا ہیں کی یا اکثر عوام الناس کے محمد در
خیالات کی بن پر اپنی قنعت مددات کی وجہے مشرب عشق کی اس منازد غیر معمولی خصوصیت
پر غور کر کے یا بعض خود عزتوں نے حصول مقصد کے لئے سجادہ پرستی کو مخفی سمجھا چاہئے
یہ جیاں سلیمانی قرآن نیاں ہے کا اکثر حضرات کا یہ طریقہ کیا کہ پسند رذتابع سجادگی کے بعد علیہم انسان سجادگی علیل پر کرے
بہ کہیں کسی وجہ کیوں نہ ہو مگر واقعیت ہے کہ پیشوائے برق کے وصال کے بعد ایک گروہ
لے سید محمد ابی ایم صاحب کا استاذ اقدس کا منتظم بنایا۔ بالعدیہ بر نظر اہل

ان کی ابتداء اس عنوان سے کی جو سجادہ نشین کے شایان شان ہے جن میں بعض حضرت کی گزیدگی دارہ عقل کے اندر یہ سقی کہ انہوں نے صرف نسبت خاندانی کا لحاظ کیا جس کو ایک طور پر اقتدار کے ارادت بھی کہ سکتے ہیں اور بعض اشخاص ایسے سمجھدے خیال تھے کہ ان کے عادات و معاملات مصلحت سے خالی نہ تھے کہ انہوں نے ارادت مرشد کو یہ قائم رکھا کہ اپنے تدبیم خدمات کا اسنٹاٹ اتنیں کے ہمدریات سے الحاق کر دیا اور ضمناً سجادگی کی سمجھی سکی تنظیم کو جائز رکھا۔

مولف جلوہ وارث | لیکن ہمارے خواجہ ناش حکیم صدقہ علی صاحب نے جن کو کے خیالات کی تتفیق دارگا دارثی کی تدبیم بلکہ خاندانی غلامی کا ثابت حاصل ہے اور سرکار عالم تپاہ کے فرمان جائیں سے سمجھی خبردار ہونے کا آپ کو پورا اقرار ہے مگر سجادہ پرستی کے جوش میں مرشد برحق کے اس حکم عام اور قطعی کو انہوں نے یہ غیر ملبوط ثابت دیا ہے کی نیا پر ناقابل تعییل ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ بلکہ اس محبت میں ایک مستقل کتاب موسومہ ہے جلوہ وارث تالیف فرمکر شایع کر دی۔

آپ کا یہ رسالہ جس میں صدق ارادت کا سمجھی انبیاء کیلئے ۲۸۰ صفات مشتمل ہے۔ کاغذ اچھا۔ کتابت بڑی نہیں۔ طباعت بھی دیدہ زیب ہے لیکن مطالعہ کرنے سے ہ لحاظ سیاق تحریر اور ترتیب مضمایں اور تنظیم و ادقافت اور آپ کے بر حیث کلام منظوم کو دیکھنے سے بھی انکشافت ہوتا ہے کہ مولف موصوف کے ذخیرہ تالیفات میں یہ کتاب نقش اول کی صفت رکھتی ہے۔

اوہ مولف موصوف کی اس تالیف میں باعتبار کثرت مضمایں یہ خاص صفت ہے کہ اگر از بائے لسم اللہ ننانے تھت لبزور تامل بھی پڑھا جائے تو بھی اس کا تعفیہ کرناد شوار ہے کہ اس کتاب کا موصوع کیا ہے۔

لیکن بتقاولہ دیگر مضمایں کے زیادہ واضح اور لبراحت خلافت اور جالشینی کا

کا ذکر ہے جس کو لائق مؤلف نے پہ استدلال ثابت کرنے میں بینے کوشش فرمائی ہے۔ اس اعتبار سے میرا بھی یہ خیال ہے کہ اس کتاب کی اور خوبیوں کا تذکرہ ذکر میں بلکہ صرف سجادگی کی بحث میں موصوف نے جو خاتمہ فرسانی کی ہے اس کو بے نقاب کر دوں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ محمد نے حمایت سجادگی کے اہمگی میں اپنے ربناے کامل کے حکم فعلی کی تاویل دتر دیجیں کہاں تک ایکاں اور النسافت سے کام لیا ہے۔

چنانچہ مؤلف موصوف نے بصورت مناظر استدلال کے ساتھ جو خلافت کا تیزیم اور تمحن ہدانا بحوالہ تابع اور تطبیق آیات قرآنی ثابت کرنے میں جو بیطہ تقریر فرمائی ہے اور وہی دلائل جن کا ذکر پہلے کیا ہے ہر دوں میں بفات کے بعد پھر انہیں کا اعادہ فرمایا ہے اس نے ایک ہی مضمون سے قریب قریب کتاب کا بڑا حصہ عمورہ مگر درحقیقت جملہ استدلال کا مفہوم واحد ہے اور کم سے کم کتاب کی ایک ناشعبارت کا خلاصہ سی نہیں۔ سب کہ خلافت ایسی لازمی اور ضروری چیز ہے جس کا سانگ بنیاد پہلے حکم الحالمین نے اپنے دستِ قدرت سے لفیض فرمایا اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کو اپنا تحلیف بنیا۔ بغواۓ «انی بجاعلُ فی الْكَوْنِ خَلِیفَةً»

ادراسی سنت الہی کی تعلییدیں آدم علیہ السلام نے شیعۃ السلام کو اپنا تحلیف کیا اور علی نہایت من طریقہ اسی صورت سے ہر عہدہ در قرن میں جاری رہا۔ اور دیگر ایسا یہ رد مرسلین علیہم السلام نے اپنے اپنے وقت میں اس کی تعمیل فرمائی اور اس جلیل القدر عہد کے لائق جس کو مناسب منصور فرمایا اس کو اپنا تابیک مقام کیا۔

اور چونکہ اس طریقہ کو سنت الہی اور سنت ایتیا ہے تو کافی حال بخاک اس سے حضرت صوفیا کے کرام نے بھی خلافت اور جائیتی کو لازمی گردان جس کا آج تک سلسلہ مشائیخین میں خلدر آمد بہستور ہے تا ہے۔

بالآخر لائق مؤلف نے اپنے اس طول بحث کا نتیجہ یہ لکھا ہے کہ یہ طریقہ چونکہ صلیٰ

اور صادقین کا ہے اور اس کی ایجاد اور حضرت اصلیت نے فرمائی ہے اس لئے تجذب حاجی صاحب قبلہ کا یہ ارشاد کہ منزلِ عرش میں خلافت اور جانشینی ہتھیں ہوتی ہے ۔ قابل تعلیم میں کیونکہ خلافت منشائے الہی اور سنتِ صالحین ہے ۔

لیکن لائق مؤلف کی یہ طولانی بحث موصوف کے مقیدِ مطلب ثابت ہویا نہ ہو اس کا ذیعیل تو بعد کو ہو گا مگر یافعی اس کی متحقیقہ مزدور ہے کہ دافعہ نگار ان عالمِ دنیا کے عجیب و غریب کارناہوں کے سلسلہ میں مؤلف کی اس ہمت کا ذکر جو اپنی نوعیت میں فدکِ بطور یادگارِ قلم بند کر دیں اور جملہ قلم سے ۔ فَلَعْنَاتُ رَبِّ رَبِّ إِلَيْهَا أُولَئِكَ لَا يَدْرِيكُونَ۔ لکھ کر اس کے تحت میں یہ چودہ ہریں صدی کا دافعہ نگار ش فرمائیں کہ ایک دیرینہ اور بظاہر خوش عقیدتِ هرید کا یہ عدیم المثل ایثار بھی اپنی جدت کے اعتبار سے قابل عیت ہے کہ سجادی کی حمایت میں ارادت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے رہنمائے کامل کے حکمِ انتشارِ جانشینی کو بجا ہے تعلیم کرنے کے اصولِ مذہب کے خلاف ثابت کرنے میں تقریباً سو صفات سیاہ کرڈیے اور ایسے استنلال کا حوالہ دے کر جس کو اس بحث سے کوئی تعلق نہیں سمجھیا یا کہ خلافت و سجادی کا سنت الہی ہر دن ثابت ہو گیا ۔

لیکن مؤلف موصوف کا سچھبنا ان تکنیلات اور تہمات سے کم نہیں جن کا وجود نہ تھا ۔ نہ ہے نہ ہو گا کیونکہ پنظرِ تفہید دیکھتے ہیں تو قابلِ مؤلف کی اس مطلوب بحث کو موصوف کے مقصدِ درمداد سے کوئی سرد کار نہیں ہے اس لئے کہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ غالباً عالم نے چونکہ آدم کو اپنا خلیفہ نہیا یا اور آدم نے شیٹ کو اپنا جانشین کیا علیٰ نہ ادھیرا ابنا یا دمرسلین نے بھی اسی کی تلقید کی ۔ اور خود بھی کبی بنی کے خلیفہ ہوئے اور کسی بنی کو اپنا خلیفہ مزدor نہیا یا اسی اعتبار سے حضرت صوہی نے بھی اس طریقہ کو اختیار کیا تاکہ سنت الہی اور سنتِ انبیاء کی تلقید کا شرط حاصل ہو ۔ اب اس جمہوری نظریہ سے اختلاف کرنا سخت خدا اور افعالِ انبیاء سے روگردانی کرنا ہے ۔

خلاف کی تہبیہ مولت کے دعویٰ کے لئے کسی پیدا سے دلیل نہیں ہو سکتی اور مسئلے
کا دلیل تو جس طرح اس بحث کا بہترین یہ جملہ ہے کہ صحیح ہے کہ نہ آئے آدم کو اپنا خلیفہ کیا۔ اسی
غرض پر تقدیر خداوند ہے کہ جمادیہ انبیاء و نبیوں کے امام نے اس کی تعلیم فرمائی اور خود بھی کسی بنی کے
خلیفہ ہمئے اور کسی بنی کو اپنے خلیفہ صریحہ بنایا۔

بمکان غرض انتہام ہے اور عقائدِ اسلام میں انبیاء کو متهم کرنے کا فریب ہے مگر انہوں
مولوں محدثوں نے اس کا بھی خیال نہیں فرمایا۔ کہ انبیاء و نبیوں کی تعلیم اسلام کو بلے نہیں دادا
تعلیم ہے مخصوصاً کہ ناقص ایمان کی عین دلیل ہے کیونکہ ایسے فعل کا ان کو مکلف قرار
دنیا جس کے لئے منباب اللہ وہ امور تھے ذکر خود ان مतریتی بارگاہیوں میں سمعیت نے
کبھی اس تعلیم کا ارادہ دنایا کریا۔ اور جب کہ اس تعلیم کے لئے دو محور ہوتے تو لازمی ہے
کہ اس کا نزک بھی وقوع پذیر ہو اور ہمارا جس کی وجہ سے حب ارشاد ہو لفت ہو مخصوص
ایک شیل جرم کے نزک ہرئے کو خلافت کی تعلیم کا لحاظ نہیں کیا۔ اور اگر خلیفہ خدا
ہوئے اور خلیفہ نہ کرنے کے بعد بھی وہ حصہ میں سمجھ گئے۔ تو خلافت اور شیخوں کا اتعلق ہوئے کا لذتیم
اللذت مولوں موصود کا یہ پہلا حملہ خلاجوت پی ڈیانت کا معرفت ہمنے کے ساتھ اپ کی
قاد رانہ اڑی کا بھی زبان حال سے شاہد ہے کہ اپ کے تیرہ بڑے ارشاد غلط ہونے کی وجہ سے
بجاے ان گم کر دہ راہ کے جو خلافت اور سجادگی کو غیر ضروری سمجھتے ہیں انبیاء و نبیوں کی تعلیم اسلام
کی خلاف امعصوبیت کو لیکر کسی خضور کے کم سے کم مجرح صریح کر دیا۔

ادم یہ کہ حضرت رب المزت کا آدم کے حق میں اپنی خبائیں بیان کیں تھیں فرمانا صحیح ہے مگرہ
فعل خدادنکی نہ مدلیں کی اس طبق بصورت امر قطعیت کا حکم نہیں رکتا اسی دلستے بجز مدد دے
چند نہیں کے زیادہ تعداد اپنی انبیاء و نبیوں کی بے جہوں نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں کیا مثلاً حضرت
عزیز، حضرت شعیب، حضرت یوسف، حضرت صالح، حضرت عیسیٰ حضرت بودھتی کی صاحب کتاب تھت
عیسیٰ عبیم ایام دیورہ جن کوئی خلیفہ نہ تھا لہذا اگر خلیفہ بنانا قطعی ہوتا تو میغزیں بہت گدید ہوتیں پانیا یہ تو۔

اور اگر چند ابیلے مزورت کے لحاظ سے یا مصلحت یا حسین شاہی کی کو خلیفہ کیا بھی ہے تو اس فہرست میں یہ بھی حلیل القدر رہنماء کے نام تابی پیش چونکہ کوئی خلیفہ نہ تھے۔ جیسے حضرت مولیٰ جعفرت ابراہیم حضرت نوح علیہم السلام، پس اگر خلیفہ تباہ کوئی لانamat سے ہوتا۔ تو یہ رسالت علیہ رحمۃ الرحمٰن علیہ رحمۃ الرحمٰن موصوف سے عقل و فہسم علم و عمل حق پرستی خداشناکی، ایمان و ایقان، حقایقت در وحایت میں بہت زیادہ افضل اور بہتر کے خلیفہ ہوتے کی جائز کرنے مگر جب کوئی طور پر ثابت ہے کہ اسیا ہیں ہو تو خلافت دیجادگی کا غیر قطبی ہوتا صاف ظاہر ہو گیا۔

قطع نظر ان تصریحات کے ہمارے آفائے نامدار، سید الابرار، اشرف انبیاء، حسین خدا حمد مبنی علی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اور عدیم النظر سیرت کے مطالم سے خایاں ہوتا ہے کہ دا آپ کی کے خلیفہ تھے اور نہ آپ نے پنی ٹھینی کی واسطے کی کو نامزد فرقہ مایا۔ پس اپنے حبلِ مورخین متفق ہیں کہ بعد وصال مہاجرین اور القادر کی اتفاق رائے سے حضرت ابو یکرم منذر ایسا نہ خلافت راشدہ ہوئے۔

ادریسی بھی سملے ہے کہ تاجدار مدینہ کی ذات با بیکات رحمونہ و اسرار سے خبردار یا کہ تمام عالم کی اصل و حقيقة اور حبلِ موجودات کی توعیت اور ماہیت سے آگاہ تھی۔ اور عنادہ اس فضل کے باعتبار عبدیت احکامِ خداوندی کی بجا آوری جس خربی اور مستعدی سے آپ نے کی اس کا فزان شاہد ہے کہ فراض دو اجات کا ذکر کیا تھا تک کی رہنائے الہی کے واسطے خود بھی تعیل کی۔ اور طاعت رب العزت کی اہمیت سے اپنی امت کو اس وضاحت کے لیتی قوانین کا بتاب تیامت تک کی ہادی کی ہم کو مزورت نہ رہی۔ اس واسطے کے علاوہ عقائد و اعمال کے فروعات میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کی تصریح دشمنی کے اذال و افعال سے کافی طور پر ہوتی ہو جس کے کو خلیفہ ہونا اور خلیفہ کرنا جو یقین مروءات موصوف شرط لازمی ہے اس کا علم شايد (معاذ اللہ)

آپ کو نہ تھا۔ وہ امت کو خلیفہ ہوتے اور خلیفہ کرنے کی بالتفصیل ہدایت آپ فرمائے اور خود کی خلیفہ ہونے کی جستجو کرتے اور اپنی جانشینی کے واسطے کسی کو نامزد صدر فرمائے مگر الیسانیں ہر جا کتب فتاویٰ داعمال میں اس کا ذکر ہے نہ سیر رسالت میں اس کا ذکر ہے۔

اب مولیع موصوف سے دریافت طلب امیر یہ ہے کہ حضرت بید السادات مرد کائنات بہترین عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس فروع گذاشت کی نسبت آپ کا کیا امداد ہے مگر یہ بھی پیش نظر ہے کہ اس تیرہ سو سو سے کے دروان میں ہزاروں حبیل الفدر علما اور متعدد منفذ اور کیر الشان صوفی ایسے گزرے ہیں جن کے نیجرا در تقدس کا نقارہ آجڑک دنیا میں بھی رہے اکھوں نے اپنے بھی کی پاک اور مہرستی کو جلا عیوب سے معاذ رایا ہے اس لئے بھی ناقص رہتے ہیں کہ اس موقع پر آپ بھی کوئی اجتنادی خیال ظاہر کرتے ہیں میں عجلت نہ فرمائیں کیونکہ محجب خدا کا حامل ہے بلکہ بہتر ہو گا کہ یہ کہ کس قصیہ کو فتح کر دیا جائے کہ بغوا نہ "آن پیشہ متشکل" یہ اقتضانے لیشیت آپ خلیفہ ہونا اور خلیفہ کرنا بھول گئے یہ کہ انسان کی خلقت خطا دنیا سے مرکب ہے۔ *الذین اُنْهَا مُرَكَّبُ مِنَ الْخَطَأِ وَالنِّيَّانِ* اور اگر الیسانہ کیا اور آپ نے کوئی حمل قائم برداشتہ منافی شان حضرت رسالت بھیجا تو وہ لفظان اکٹھا ناہو گا جس کی تلافی نا ممکن ہے اور جس طرح مرشد برحق کے حکم قطبی پر اعتراض کر کے اپنی ارادت کے شفاف دامن پر بد نکاد غلگا لگا کر بیکار کر دیا اسی طرح رحمتہ للعاليین کا دامن چھوٹا توپیا پار ہو نا مشکل ہو گا۔

مگر واضح رہے کہ یہ مشورہ آپ کے حسب حال اور آپ کے خیال کے مطابق ہے ورنہ میں تو یاد از بلند بھی کہوں گا کہ ہمارے امی لقب رسول کریم علیہ الرحمۃ واللہم صلی اللہ علیہ اتم امداد نیتہ العلم ہیں اور قرآن شاہد ہے کہ آپ کے اقوال و احکام اہلی کے مطابق اور انفال منشار ایزدی کے موافق ہیں اس لئے آپ کا جانشینی کے واسطے کسی کو نامزد نہ کرنا۔ اس کی عین دلیل ہے کہ خلیفہ ہونا اور خلیفہ کرنا نہ مذہب ہے

شرط لازمی ہے اور نہ جناب باری جل جلالہ کا ہی نجات حاصل ہے فی انکار میں خلیفۃ
زمان انبندوں کے داسطے بنزرا لمبر حکم تلطی ہے۔

علیٰ ہدایت مولافت کا یہ طبع زادِ صفوون بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے قابل دیدر
کہ خلیفۃ اللہ اور قلیل نہ المنشاء بوجو صد بامال سے مختلف الحال بمحبے جانتے تھے ان کی وصیوں
کی نظری ذات نے ایک صفت میں اور ایک حیثیت سے کھڑا کر دیا اور لیزگی اپس پیش کے
مکدد یا کہ خلق ارشادیت اور خلق ارشادیت کے صفات ایک ہیں۔

مولافت موصوف نے ہر دو خلافت کے رخ سے فرق دامتیاز کا حقیقی پرداز داسطے
اٹھادیا اور صحیقین ماسلفن کی قائم کر دہ لفظی اور معنوی تفریق کو متعدد کرنے سے یہ فائدہ
حصل کرنا چاہا تھا کہ خلافت مشائخین بھی کسی طرح «افت حبائل فی الکار من خلیفۃ»
کے تحت میں آجائے تاکہ خلافت ابتدیا کو ہیں طرح شرط لازمی کہہ چکا ہوں اسی طرح
خلافت صوفیہ کو بھی تقطی کرنے کا منصب مل جائے۔

یا مولافت موصوف کو اپنی سادہ مزاجی کے لحاظ سے یہ مذاط ہر دو جماعت کے
نام نامی کے ساتھ لفظ خلیفۃ کو یکساں مستعمل ہوتے دیکھا لاشاید یہ خیال ہوا ہر کجس طرح
ددلوں کا خطاب ایک ہے اسی طرح بالمعنى بھی حیثیت دددلوں کی یکساں ہو گی اس لئے
آپ کی چشمِ دحدت میں نے دوئی کا حباب اٹھادیا۔ درد دددلوں خلافتوں کو بکھریم داد
حضرت احادیث جل جلالہ کا خلیفہ بھئے کی تعریف فزان۔

اس عتاب سے تیری بھی کہنے تھیں کہ ہر ہی خیریت ہوئی کہ مولافت مددوح نے حکمران بنی
عباسی کے خطاب حکومت کی جانب تو چہیں فرمائی درذان کے ناموں کے ساتھ
لقط خلافت کو ضم دیکھتے تو بعید نہ تھا کہ اس کو تیری خلافت بھی کہلی دددلوں خلافتوں
میں شریک کر دیتے اور فرمائے کہ ہر سہ خلافت کی ایک شان ہے۔ تو قدمیم مقول
..التَّوْحِيدُ فِي التَّبَيُّنِ رَأَى التَّبَيُّنَ فِي الْتَّوْحِيدِ .. کامصفون ہو جاتا۔

علاوہ اس کے ہر سندہ سنتاں میں بعض پیشہ و رول کی سرفت عام میں ظاہر کہتے ہیں۔ لیکن مؤلف موصوف کو منہدم آرائی کے وقت اگر اس عرفیت کا خیال آ جاتا تو تربیت یہ کہتا ہے کہ ان اقوام اہل حرم کو سمجھی آپ کسی بی بادی کا جانشین صدر فرماتے اور دیل یہ پیش کرتے کہ اگر خلافت اور سجادگی اللذی نہ ہوتی تو ان فرقوں میں نسلابعد اسلام اب کے بعد بیان اخلاقیت کے خطاب سے نامزد نہ ہوتا۔

خلافتیہ کی لفظ خلیفہ کی مشارکت سے صرف نے مقرر ہیں بارگاہ احادیث کی پرداد جماعت کے سارچ درجات کو متحدا اور مسامی سمجھا اور حجامت سجادگی کے انہماں میں خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المشائخ کی واضح اور بین تفاوت کو حقیقت کی عینک سے ہٹیں دیکھا اور آنکھ بند کر کے تکھید یا کہ دونوں خلافتیں کی ایک شان ہے۔

حالانکہ طبقہ اسلام میں شریعت اور طریقت کا نام ایسا مشہور اور زبان زد ہے جسکے فرق امنیازی سے عام مسلمان دافت ہیں اور عمومی ظالب علم بھی جانتا ہے کہ خلافت آدم علیہ السلام کے درجات مقابلات اور بین اور خلافت مشاہین رحمہم اللہ کے صفات اور خدمات اور ہیں۔ وہ خلافت شیخہ رسالت ہے اور یہ خلافت شیعہ ولایت ہے۔ وہ ابتدیا کے جانشین اور یہ اصنیا کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اور دوسری جماعتوں کے بدایات اور تعلیمات میں نہیں اور آسمان کا فرق ہے۔

چنانچہ علمائے کرام اور صوفیاے عنظام کا اتفاق ہے کہ خلیفۃ اللہ نظریت کے احکام نہایتی کا مسئلہ ہوتا ہے اور خلیفۃ المشائخ اخلاق باطنی کا معلم ہوتا ہے خلیفۃ اللہ کی تعلیم سے اقوال و افعال شاستہ ہوتے ہیں۔ اور خلیفۃ المشائخ کی تربیت سے خیال پختہ اور احوال صحیح ہوتے ہیں۔ خداۓ شریعت کی تعلیم کا فائدہ متعلم کی زہانت اور حافظ پر محصہ ہے اور متعلیمین طریقت کی کامیابی مرشد کیاں کی توجہ اور تصریح پر موقوف ہے تبلیغۃ اللہ کی تعلیم زبانِ بولی ہے۔ اور خلیفۃ المشائخ کی تعلیم روحاںی ہوتی ہے وہ تعلیم کتابی ہے۔

مسنات ظاہری کو درست کرنی ہے اور یہ تربیت علیٰ ہے جس سے روحاںیت میں
انعام اور محبت آہی نہیں روزافردوں ترقی ہوتی ہے۔

اسی طرح دلوں کی تعلیم و تربیت کے اثرات بھی جدا گانہ ہوتے ہیں اس کا متعلوم
حقائق دین کی معلومات کے ساتھ دنیوی معاملات اور مزدوریات کا بھی الفرماں کرتا ہے
اویس کا متعلم خیال یاریں دین و دنیا سے دست بردار ہو کر زبان حال سے کہتا ہے۔

ما میقماں کوئے دلدارِ یکم رُخ پُریٰ نادبیں کنیٰ آرمیم

علم شریعت کا بعل نارخ لمحصیل حور و قصور کا مستحق ہوتا ہے اور طریقت کا کامل العین
سالک بھلی الزار شاہزادن کا مشاپدہ کرتا ہے اور جیات ابدی پا تک ہے۔ لقول

ہر گز نیز و آنکہ دش نندہ شدیعن ثبت است برجیدہ عالم دادم ما

علیٰ ہذا باد کی شریعت اور بہنگائے طریقت کے طرز بیانات میں بھی کافی تفریق ہے۔

خلیفۃ اللہ خاص و عام کی تبلیغ کے واسطے مامور ہوتے ہیں اور خلفاءٰ صوفیہ صرف طالبات
حتیٰ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ چونکہ ہدایت عام کا علم بردار ہوتا ہے اس لئے اس کا
منصب یہ ہے کہ انکرین کے گھروں پر ان کی عبادات کا ہوں میں ان کے ندیہی جلسوں
میں جا کر دعائیں تکی تبلیغ کرتا ہے اور خلیفۃ المشائخ اپنی خالقاہ کے گوشے عزلت میں
بیٹھ کر ان مخصوص اہل صدق و خلوص کی تربیت فرماتا ہے جو طلب آہی میں اپنے گھروں کی
راحت دعائیں چھوڑ کر آتے ہیں اور زاہد نزندگی لبر کرتے ہیں۔

غرض انہیں تمثیلوں سے خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ المشائخ کے درجات و خدمات میں جو
نکایاں طور پر فعل اور ترقہ دکھایا گیا ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ تیس طرح خلفاءٰ شریعت
اور خلفاءٰ طریقت کی نسبت میں صریح تفرقی ہے اسی طرح دلوں کی تعلیم و تربیت بھی
 جدا گانہ ہے۔ اور مولف موصوف کا وہ طولانی استدلال جس سے وہ دلوں کی
ایک شان اور ایک تعریف ثابت کرنا چاہتے ہیں نقش برآبے کے زیارہ و قعوت

ہیں رکھتا۔ بھروس مناسبت کے بیسی خلافت انبیاء غیر قائمی ہے۔ ولی خلافت مشائخین بھی لازمی ہیں ہے۔

اسی کے ساتھ مولف موصوف نے پہنچ استدلال کو دیکھ اور مدلل کرنے کے راستے بعض اہل سلسلہ حضرات صوفیہ کے سطحی حالات لیکنکر شجرۃ قادریہ و حشیۃ۔ شاید اس خیال سے نقل فرمایا ہے کہ خلافت اور جانشینی کو علی النسل دیکھ کر مسدود والنظر تاریخ کو یہ شبہ ہو کہم ایسے مشائخ بر صوفیہ جب کہ خود بھی خلیفتی اور انہوں نے پانچ سو اور جانشینی بھی کیا ہے تو خلافت لازمی ہوتی ہے۔

لیکن اور پڑنگارش کرچکا ہوں کہ خلافت حضرات مشائخین نہایت مستحسن ہے اور مسلم صوفیہ بھلئے خود بہت صیغہ ہیں۔ اور اس کا بھی اعتزاز ہے کہ وہ فدار سیدہ بزرگ اپنے مہنائے کامل کے خلیفتی۔ اور ان کے جو خلیفۃ اور جانشین ہوئے وہ بھی برصحرت تھے۔ مگر خلافت اور جانشینی کا لازمی اور نقطی ہوتا۔ نہ لقمانیف حضرات صوفیہ سے ثابت ہوتا ہے۔ نہ آپ کے اس مطہول ستلال سے۔ کیونکہ اس کا بھی حوالہ پچکا ہوں کہ بعض ایسے جلیل القدر اور لیاۓ عظیم گر رے یہیں جن کی عظمت و جلالت کا رباب شریعت اور اصحاب طریقت کو اعتراف ہے مگر انہوں نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے ملک مشرک ہفتارست خلافت اور جانشینی کو غیر ضروری متصور فرمایا۔ پس اگر خلیفۃ اور جانشین کرنا لازم اور واجبات سے ہوتا تو وہ بزرگ یہ دھن ایسا زکر تھے۔

بلکہ خلیفہ کرنا اگر نقطی ہوتا اور ان حضرات سے عمدًا نہیں ہوا بھی اگر اس کا ترک و قوع پذیر ہوتا تو ضرور تھا کہ ان کے ہم صغر مشائخین ان کی اس فردگذشت کا کم سے کم استعیاب ہی کے لیے میں ذکر کرتے مگر ایسا بھی نہیں ہوا۔

بلکہ برخلاف اس کے بڑے بڑے ذی مرتبیت ارباب طریقت نے ایخیں تاریخین علا کو اپنا مرشد اور سہنا سمجھا۔ اور ان کے تقدیس کا بھال ارادت ذکر کیا۔ اور کرتے ہیں۔

ادران کی روحانیت سے مستینض ہوئے اور ہوتے ہیں۔ اور غرور مبارات کے ساتھ فرمایا اور فرماتے ہیں کہم بولین ادیسیہ مستید اور داخل مسلسل ہوئے۔

ظیع نظریں کے۔ میں تو یہ عرض کر دیں گا کہ ان شہروں تاریکین خلافت کے علاوہ جن کے نام نامی کتب یہ میں جو تلمیز سے مدد میں اگر بے لگا ذناب دیکھا جائے تو شائینیں عظام کے ان مخصوص مسلسل میں جو خلافت اور جانشینی کے مدار و معادن ہیں ایسے حضرت کے امامے گرامی بکریت نظر آتے ہیں جن کو اپنا خلیفہ اور جانشین کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ پس اگر خلیفہ کرنا لازمات سے ہوتا تو وہ ان حضرت سے یہ فرد گذاشت ہوتی۔ اور اگر ہوتی قوان کے اخوان ملت ہر ڈن خرض ہوتے مگر ایسا بھی نہیں ہوا وہ شخص صوفیہ میں کا ذکر ہوتا۔ مگر بخلاف اس کے دیکھتے ہیں کہ ان تاریکین خلافت کا ہنوز دہی دنقار اور انتزار قائم ہے جو ایک بزرگ تریہ خدا صوفی کا ہونا چاہیئے کہ حامیان خلافت ان کے اقبال داعمال سے استنباط کرتے ہیں۔

یہ واقعات عین دلیل میں کہ طبقات صوفیہ میں خلیفہ کرنا لازمی نہیں ہے اس نے کہ اگر خلافتی سمجھی جاتی تو یہ حق پرست گروہ کبھی اور کسی حالت میں تاریکین اور باغیں خلافت کی اتباع نہ کرتا۔ اور ان کو بزرگ حق نہ سمجھتا۔

مگر خلیفہ کرنے اور نہ کرنے کا لبلاء ہر یہ سبب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صوفیا اے کرام کا مسلک ان کے احوال کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور ان کے خیالات و معاملات اسی مساحت سے ہوتے ہیں جو مسلک کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور اقسام احوال لاتینیں میں۔ اس نے ان کے مشربی مگر فرعی معاملات میں بیٹھا ہر خلاف نظر آتا ہے لیکن اس یہودی اخلاق سے ان کے اندر دینی اتحاد کو صدمہ نہیں پہنچتا۔ گوردوش جدا گاہ جزو ہوتی ہے لیکن ان کے خیالات کا نتیجہ آخر چونکہ ایک ہوتا ہے اس داسطے حقیقی اتحاد کی مستحکم بنیاد، فروعات کے تیزرات سے متزال نہیں ہوتی۔

مشائطیہ بیت کو دیکھا جائے تو چودہ نوادوں کے خیالات متعبد ہنا تو
محالات سے ہے صرف دخالداروں میں بھی مشینی رسمات ایک صورت سے لئے ہوں
ظریفیں آتیں گے ایک سلسلہ میں بیت کے وقت اگر کلاہ پوشی کا دستور ہے تو وہ پر
سلسلہ میں اس کا ذکر بھی نہیں بلکہ دیگر مشائیخین اس کو غیر ضروری جانتے ہیں۔
کسی سلسلہ میں ہنگام بیت جام نوشی کا طریقہ لازمات سے گردانہ ہے مگر دوسرے
خاندان کے رہنماؤں نے اس کو بے عزالت منصور فرمایا ہے لیکن جام نوشی کے
اس گردہ بیس کوئی درست انتظام درج ہے جو سلسلہ میں نہیں ہے۔
 حتیٰ کہ بعض مراسم ہر چوری یا سبھی یہیں جن کا ادا کرنا اگر ایک سلسلہ میں مستحب قرار دیا
گیا تو دوسرا گردہ ان کو مکرر ہدایہ منوع جانتا ہے جیسا کہ ایک سلسلہ میں بیعت کے وقت
چیز ابرد کی موتراشی بکھال انتظام کی جاتی ہے۔ مگر درست سلسلہ میں اس کا دجود
بھی نہیں۔ بلکہ بعض مشائیخین نے اس کا ذکر بالا کرایہ کیا ہے۔ اور بعض طبقات میں
یہ فعل عربی ممنوع ہے۔

اسی طرح بر عیت۔ سماعت سماع کا مسئلہ ہے کہ ایک مندس اور ممتاز گردہ
اس کو غذائے روچی اور بکریہ عبادت کے جانتا ہے اور درست خدا پرست جماعت ہوت
سماع کی فائل ہے۔ یقول حضرت میر بن تقی دامت رحمۃ الرحمۃ علیہ کہا ہے:

بھی تفرقہ خیالات، لباس اور لباس کے زندگی ہے بھی صورت طرز معافیت ہیں
دکھائی دیتی ہے کہ بعض نے تزویج کو بہتر جانتا ہے بعض نے تجزیہ کو افضل فرمایا ہے۔
بعض بمقدار دل بیار دست بکارہ زندگی لبر کرتے ہیں بعض تعلقات موجودات
سے انقطع قطعی کو مقید سمجھتے ہیں۔

لیکن باوجود ایسے ایسے تو یہ اور منفاذ اختلاف کے عمل ہر دو فرقی کا یہ ہے کہ
ایک درست کے تصرفات سے استفادہ کرتا ہے چنانچہ دیجھتے ہیں کہ اکثر بزرگان

نقشبند خواجگان چشت کے فیضان باطنی سے مستفیض ہوئے جیسے کہ شاہ سید ابوالعلاء صاحب نقشبندی اکبر آبادی علی الرحمۃ حضرت غریب تواز خواجہ جمیری قدس سرہ العزیز کے فیضان باطنی سے مستفیض ہوئے۔

علیہ السلام مثالیں متعدد ہیں کہ یا ہجد ظاہری اختلاف کے صونیا کے کرام میں کامل مسادات ہے اور بھائے افراد کے بامی انخاد اور انفاق ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ اصول جملہ حضرات کا ایک ہے اور چونکہ رسول خاص اور مسائل فرعیہ کی جیشیت سے ہمیشہ عارضی اور شخصی ہو کر رہتے ہے اس واسطے وہ داخل صول ہنسی سمجھے جاتے اسی وجہ سے ان کی تنزلیت پر کوئی فریق خیال نہیں کرتا۔ اور جو رسول جس سلسلہ میں تقرر اور معین ہیں ان کے جواز اور عدم جواز پر دوسرے سلسلہ کے شیوخ بھی اسی ہمیت کے لحاظ سے اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ وہ فقایم کردہ ان عدیم النظر ہستیوں کے بیٹھن کے تجریدر لقصد کا جملہ حضرات صوفیہ کو اعتراض ہے اور یہی ثابت ہے کہ ان رسول کا تبعین بخیال حقانیت ہر اب ہے شعبہت نفسیت۔

اسی قبیل سے نخلافت اور جانشینی کا مسئلہ ہے کہ فیض المرتبت اور باب طریقت نے لبقائے سلسلہ اور ہدایت عامہ کے واسطے خلیفہ اور فقایم مقام بنانا اختیار کیا اور اپنے دیسیں علم کا خلاصہ ایسے آسان اور عام فہم الفاظ میں کیا جو منازل یہ سلوک ٹکرائے ہیں طالبین را ہجن کے واسطے کا نی تو شہر ہے۔

اور چونکہ یہ طریقت اہل سحر ہے اور مغادھق سے تعلق رکھتا ہے اس لئے مشائیخ نے اس کو مستحب کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اور بوساطت خلفاء مختلف مقامات پر ان کے علم کی تعلیم و تدریسیت بھی ہونے لگی۔

یکن حضرات عاشقین لے اس وجہ سے خلافت کی غیر ضروری هتصور قرایا کہ ان کا خداداد علم بندوں کی تعلیم سے قطعابے نیاز نہ تھا کیونکہ جملہ حضرات صوفیہ کا انفاق ہے کہ

عشق اکتاب سے میرا اور عنایت دہبی پر موقوت ہے اور ان کے اس خیال کو دیکھو
حصہ نیئے کرام نے اعتراض کی تھی اس لئے ہنس دیکھا کہ خلافت اور جانشینی بزرگ
وجوب اور فرصیت کے نتیجے ہمیشہ اس کی حیثیت یعنی قطبی ربی کو حضرت رب العزت
نے آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کا خطاب مزدود مرحمت فرمایا۔ مگر بنی آدم کو اس کی تقدیر
کے لئے ماہو ہنس فرمایا۔

اسی طرح انبیاء در مسلمین علیہم السلام کے ہمیں بھی خلافت کی یہی صورت ربی کو
بعض نے بتھر زنا خلق اپنے اس میں کو جو خود بنی اسرائیل بعد ان کے بنی ہوتے والا مکھا
اپنا قائم مقام کیا جسا کہ آدم علیہ السلام نے شیخ علیہ السلام کو بہادیت خلق کے واسطے
اپنا جانشین کیا۔

اور بعض نے اپنی مزدort کے وقت عارضی طور پر استخلاف کیا جس کو قطیعیت سے
کوئی واسطہ نہیں جیسے موئی علیہ السلام جب ایک مدت محینے کے واسطے کوہ طور پر جانے
لگے تو امت کی نگرانی کے لئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنے عدم موجودگی
مک کے واسطے اپنا قائم مقام نہیا۔

اور زیادہ تعداد ان انبیاء در مسلمین کی ہے جنہوں نے مزدort کے وقت بھی اپنا
خلیفہ اور جانشین کی کوئی نیایا یہ جلد و اتفاقات عدم و جب خلافت کے شاہد صادق ہیں۔
علی ہذا عبد حضرت ختم الرسالت کے بعد جب بجز ارباب ولایت کے خلق کا کوئی مادی
در رہا تو ایک خلق اپنے کرام نے احادیث بنوی سے استبانت فرمائ کر خلق کی ہدایت کے واسطے
دستور اعلیٰ نہیا۔ اور دسمگی طرف اصحاب طریقت نے تدبیح طریقہ پر خلافت کی نیایا کیا
اور چونکہ خلافت شریعت خود غیر قطبی تھی اس وجہ سے خلافت طریقت کی حیثیت بھی یعنی قطبی
رہی۔ جس مفتادائے خلق لے مفید سمجھا اس نے اپنا خلیفہ کیا اور جانشین کی۔ اور جس
کو غیر عزوفی ثابت ہوئی اس کا نہ کوئی خلیفہ ہزاد جانشین۔ اور ہر دو جماعت میں

کوئی کسی کے فعل پر مخترض کبھی نہیں ہوا اسی اعتبار سے ہمارے حضور قبلہ عالم نے اپنے ارادہ تکمیل دوں کو سمجھا دیا کہ چونکہ ہمارا مشیر عین عشق ہے اس لئے ہمارا کوئی خلیفہ نہیں ہیں لیکن موکف موصوت کے لیے زادا جہزاد کا یہ کارنا مر اس بازیگر کے سماشے سے کم تعجب نہیں ہے۔ جو برس عام اپنی تیزی دتی سے کبھی ایک رد پیکے درد دپیہ اور بھی دو کا ایک رد پیک بن کر لڑکوں کو میخرا کرتا ہے۔

حالانکہ اصل س شعبدہ کی صرف اس کے ہاتھوں کی صفائی ہوتی ہے اور فی الحقیقت دہ چالاک دست شاکر رد پیکے دہنہا نہیں اور دہ دکا ایک ہو جاتا ہے۔ دہی مضمون مؤلفت کی بے نیاد معلومات کا ہے کہ کبھی تو افسق قرآن کے حوالہ سے دجوب خلافت کو خود ساختہ اور غیر مر بوط استذلال سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کبھی متفاہیتیت کی دخلافتوں کا ایک ذایک دساپنے میں دعوال کر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں درحقیقت ایک ہیں۔ اس داستیہ کہنا بے محل ہو گا کہ آپ کی ذہانت کا یہ کشمکش بازیگر کی چالاک دتی کی طرح نقش برآب سے زیادہ دفعتہ نہیں رکھتا۔

اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کر دوں گا کہ لائیت مؤلفت کا دہ فلسفہ بھی قابل تروید ہے جو رہنمائے کامل کے حکم امتناع سجادگی کی تنبیہ را در تردید سے تعلق رکھتا ہے جو صوفیا اس کی انشا پردازی کا مطالعہ تو لمحپسی سے خالی ہو سی نہیں سکتا۔

چنانچہ مؤلف مددوح نے پہلے باد جود اس گہرے اختلاف کے بھمال فصاحت عقیدت مندانہ لمحہ میں اس کی شہادت دی۔ یہ کہ حضور قبلہ عالم کا حکم امتناع جاشنی صادر فرمانا صحیح ہے۔ اور اپنی کتاب میں چند مقامات پر اس فرمان دارثی کا ہنایت کشادہ پیشانی سے ذکر بھی کیا۔ بلکہ باب ارشادات میں ۱۸۹ ایں سرکار عالم پناہ کا یہ ملفوظ حررت بہ جوہ نقل کیا کہ، هرzel عشق میں خلافت نہیں اس لئے ہمارا کوئی خلیفہ نہیں ہے۔

بلکہ فاضل مؤلف کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کے والد بزرگوار نے بھی یہ

فرمان قطبی سرکار عالم پناہ کی ربان مبارک سے منا تھا۔ چنانچہ مؤلف نے صفحہ ۶۲ میں
یہ اقد نسل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ظہور اشرفت صاحب ساکن مسٹنی ضلع لکھنؤ نے شہر کی کرم
کو حضرت سلطان اللادلیا نے اپنا خلیفہ بنایا۔ اور حکم دیا کہ تم ہمارے خلیفہ ہو شدہ شدہ یہ
خیر موضع گلیہ ضلع بارہ بیگی میں سمجھی اس وقت والد ماہدی مؤلف اور محمد این الدین صاحب
میں گدیہ واسطے دریافت کرنے اس خبر کے، حضرت سلطان اللادلیا کی خدمت میں حاضر
ہوئے اور حضرت صاحب سے کہا کہ حضور نے ظہور اشرفت صاحب کو خلیفہ بنایا یہ سنکر
ہم لوگ ہتھے ہیں اور حضور سے دریافت کیں حضرت نے فرمایا کہ ہمارے یہاں عشن ہے
خلافت نہیں ہے یہ کیا ہم پیرزادے ہیں؟

لائن مؤلف نے اپنے والد مر جو مکی یہ شہادت تلمذند فرمائے اور حضور قبلہ عالم کے حکم قطبی
کی محنت و صداقت کا خود بھی اکرار کیا۔ اور اس داقعہ کے تحت میں کہا ہے کہ آپ کا فرمائیج
ہے اور مؤلف کو اس لمحکی مکاحفہ تصدیق ہے۔

لہذا حضور قبلہ عالم کا مسترشدین کے حق میں یہ حکم صادر فرمائے کا علم مؤلف اور
مؤلف کے پدر بزرگوار کو ہر مناجت کثابت ہو گیا تو بظاہر اب کسی بحث کی مزورت نہیں۔
یہیں جس طرح لائن مؤلف کو اس محفوظ قطبی کا علم تھا اسی طرح بارگاہ و مبداء نیش سے
تو فتنہ نہیں ہر جمت ہوتی تھی اور یہ مسلم ہے کہ علم بے عقل فائدہ سے خالی اور لغدان سے
محمور ہوتا ہے جیسا کہ مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

علم پڑیں بردل زنی یارے بود علم پڑیں برتن زنی مارے بود

اس لئے اقرار کامل کے بعد مؤلف ہر یوں دعوت کو پھر سجادہ پرستی کا جوش ہدا اور پیشوائے
برحق کے حکم امتناع سجادگی کے بامداد وہ اخلاقی لمعزان تربیدیا کی بے عمل تلویں کی جن کا
خوبی ارشاد یہ ایمان والیقان کو بنیاد دبرا کرتا ہے اور اس کی تلاشی بہت دشوار ہوتی ہے۔
یعنی مؤلف نے کسی مصلحت سے اقرار توکریا تھا کہ آپ کا فرمان صصح ہے۔ اور مؤلف

کو اس امر کی کافی تصدیق ہے لیکن آپ کی یہ تصدیق بالقلب نہ ہے۔ بلکہ ببطاہر بالاسان اور وحیقت ساری ہی اور حقیقی ہے۔ کیونکہ جس سطر میں یہ صنومنی اور مشکوک تصدیق سطر ہے اسی سطر میں بلکہ لفظ تصدیق کے بعد ہی آپ لکھتے ہیں مگر یہ الفاظ خلافت اور جانشینی کے جزو بان مبارک سے حضرت سلطان الادلیا کے برآمد ہوئے خالی الامرا نہ ہے۔

لفظ اسرار کی تصریح اپنا موصوف کے متزلزل خیال میں چونکہ تیقین کی گنجائش یعنی۔ اس لئے آپ کے خدا شات قلب کی ترجیحی آپ کی زبان نہیں کی۔ اور حصہ ر قتل عالم کے حکم امتناع سجادگی کو پر اسرار کہدیا جس کو دمرے الفاظ میں یہ سمجھی کہ سکتے ہیں کہ لفظ امرار کے پردہ میں اس ارشاد کی تعمیل سے آپ نے مرضع انکار فرمایا۔

اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس کی مراجعت کروں کہ دنیا کے ظلم میں لفظ اسرار کی تعریف کیا ہے پھر پڑا نظر تعلیم یہ دیکھا جائے کہ جس سلیس عبادت کو لائن مولف نے امرار سے تعبیر کیا ہے اس کی کسی لفظ یا حرث یا معنی یا مفہوم پر اسرار کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ ہمچنانچہ کتب لغات شاہدین کو لفظ اسرار بمعنی سر کے معنی راز اور استمار کے ہے۔ اور آنچہ کہ عرب اور جنم اور ہندوستان کے بلغا فصحا شعر اپنی تحریروں میں خواہ وہ فلم ہوں خواہ شر لفظ اسرار کے معنی راز یعنی اور مستتر کے اختیار کئے ہیں۔ بلکہ اصطلاح ابھی کسی نے اسرار کو بجزر موڑ و اخفا کے درستے حقول میں نہیں استعمال کیا ہے۔

اوہ میرے خیال میں لفظ اسرار کی شایدی سے زیادہ تشریع و تصریح کی ضرورت اس واسطے سمجھی نہیں معلوم ہوتی کہ اسرار گو عربی زبان کا ایک لفظ ہے مگر اس قسم شہر خلق کہہ اکی اند دال بھی یہ چاہتا ہے کہ اسرار کے معنی بھیدا اور پوشیدہ رکھنے والی بات کیں۔ علی ہذا خصوصیات اسرار میں سے ایک شہر اور مخصوص اسرار کا خاصیت ہے کہ اسرار کا محل نہ ہے اگر وہ خالوت میں ہو تو تھے عللاحدہ اس کے اسرار ہمیشہ ان مخصوص جلسیوں یا ہم مناق اور ہم مشریوں سے بیان کیا جاتا ہے جنکو خالص و محباب رہا میں سمجھتے ہیں دل انہار

اسر میں اس کی بھی احتیاط کی جائی ہے کہ اغیار کے گوش گزارنا ہو۔ خصوصاً اس طبقت تو پہنچنے والی اسرار کا اس قدر اخفا اور استار فرماتے ہیں کہ مستردین سے ان کی یافت اور استعداد کے مطابق گوشہ تباہی میں بیان کرتے ہیں اس واسطے اس فرمودہ مرشد کو علم سینہ کہتے ہیں۔ یعنی مخفی اور پوشیدہ رکھنے والی بات جس کو سینہ سے آئلنہیں ہوتا۔

اب الفсан کی عینک سے یہ دیکھا جائے کہ اسرار کے ان صفات اور تحریفات کو حضور قبل عالم کے الفاظ حکم امتیاع سجادگی سے کیا مناسبت ہے اور آپ کے اس فرمان قطبی کے کسی حرث پر بھی اسرار کا شبد ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس واسطے کہ اسرار کا انہمار عموماً خلوت میں ہوتا ہے۔ اور سرکار عالم پناہ نے یار داغیار مریدین دیغیر مریدین کے سامنے بلکہ ادلبیزگی احتیاط کے متواتر فرمایا کہ ہمارا مشرب عشق ہے اس لئے ہمارا کوئی خلیفہ نہیں جو محبت کرے وہ ہمارا ہے۔

علی ہذا یہ بھی سلسلہ ہے کہ راز ان مخصوص لوگوں سے بیان کیا جاتا ہے جو اس کی رہائش کے اہل ہوتے ہیں۔ اور حضور قبل عالم میں لیز شخصیں حیثیت و استعداد اور بلا قید قوم اور ملت بلکہ عوام اور خواص کے مجموع میں عام طور پر علی الاعلان فرمایا کہ "مشرب عشق میں جاشنی نہیں ہے۔"

ختی کریحکم صدر علی صاحب ایسے مرید کے سامنے بھی جو آج اسی زمان کی ترددی کے داسٹے کمر بند کھڑے ہوئے ہیں۔ حضور نے بتے تکلف فرمایا کہ "ہمارا مشرب عشق ہے کوئی ہمارا جاشنی نہیں ہے۔"

غرض اسرار کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی عنوان سے حضور قبل عالم کے حکم امتیاع سجادگی پر صادق ہیں ہوتی۔ اور نہ اس بامدادہ عبارت کے کسی حرث کو مقاطعاً سے تعمیر کر سکتے ہیں۔

بلکہ اس شہر درکلیہ سے کامسرار و روح سفیریہ نہیں ہوتا۔ حضور کے حکم قلعی کی شان
باکل جدا گاہ ہے کیونکہ اپ کا نیمان امتحان عجائبگی تو پہلے مسبار شادسر کار عالم نیا ہے
صیط خبریں آتی۔ پھر صنیفین نے اپنی اقینیفات دیں کہا۔ اور دو چیز کرتیاں ہوا۔ بعدہ
مولیعین سیرت وار لئے بکمال صراحت خبر دیکا۔ یہاں تک کہا رے مخالف مولعۃ ہلوہ
وارث اپنی اسی کتابیں چند مقامات پر فصل کیا ہے کہ حضور نے فرمایا ہمارے یہاں عشق ہو گلافت ہنسیں گے
اور آخریں اس قرآن قسطی کو صاحب ہو ڈالیں کہشہ بہادر لکھنؤ نے اپنے فیصلہ مورخ ہزار پہنچ
ستھے میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے «اس ولی کا غاصل مول عشق الہی کی ہدایت ہے۔
اویحیت ایسی غاصل اور پاک ترین تم کی تھی۔ کہ یہیحیت النان کو خدا سے مدد کر دیتی تھی۔ حاجی
صاحب نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مجت کرے وہ ہمارے ہے۔ خواہ دو چار ہو یا فا کر دو ہو۔ حلقت
کے نزدیک یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ حاجی صاحب نے اپنی حیات میں اکثر موقوں پر نہ
کے ساتھ اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ ان کے یہاں کاظمی مقام ہنسیں ہو سکتا۔

الحمد لله صور صفات اسرار کو بھی حضور کے حکم قلعی سے کوئی سرد کا نہیں۔ لیکن اس
کا کیا اعلان کر لائیں مرعن کی ارادت و عقیدت پر حیات سجادگی کا ارشاد ایسا غالباً
تھا کہ صور صفات نے دیانت اور اتفاقات کے خلاف یہ تکہدیا کہ خلافت و جاشیتی کے اتفاقات
خالی ازا اسرار دنختمے اور اس سے زیادہ تجیب خیز یہ امر ہے کہ مولعہ صور صفات نے تعمیل
حکم امتناعی سے روگردانی کرتے میں حضور قبلہ عالم کے حکم قلعی کے الفاظ سلیں
کو مررن پر اسرار ہی کئی پر اکتفا ہنسیں کیا۔ بلکہ اپنی اس قیمت پوٹ تادیل کی تائیں میں
ایک قاضلائے دلیل میش فرمائی ہے جس سے رہنمائے کامل کی اس ہدایت کو غلط اور خلاف
مزہب و شرب ثابت کرنا آپ کو معصوم ہے۔

چنانچہ اسی مسلمین آپ تھے ہیں کہ «اگر یہ الفاظ خالی ازا اسرار ہوتے تو ہر گز اللذ علی
منزل عشق ادا در بخلافت کو اپنی ذات خاص پر مقدم دکرتا۔ اصل عالم تاہست میں میں کا

انہیاں نکرتا۔ اور اس منزل عشق و خلافت کا ذکر اپنے کلام پاک میں فرماتا۔ اور اپنے
حبيب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا انہیاں اسی کلام میں دفترنا۔ اور دیگر
ابنیاء مرسیین سے بھی اس کا ذکر نہ فرماتا۔ اور عشق و خلافت بزرگان یہ کہ خاندانوں میں
بخاری دقایق نہ ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ خلافت قائم کردہ حضرت رب العزت جل شاء
دعا برہا ہے جس پر خود کلام پاک شاہد ہے لہذا یہ طریقہ تیامت تک جاری رہے گا۔
لائق مولف کا یہ عجیب و غریب فاسق بھی اپنی نظر کا پے۔ حالانکہ ارباب علم کلام کے
محبت اکرم نے اور دیکھا بھی کر دہ حضرت مسیلہ زیر بخش کی وضاحت اس خوبی سے فرمائے
ہیں کہ اس کی صحت اور عدم صحیت مشتمل ہو جاتی ہے مگر موجود کی اس خادمانہ منطق
کے دلائل اس قبضہ تین اور چھپڑہ ہیں جن کا مفہوم سمجھنا اور مقصود سے واقعہ ہونا
بجز مولف کے دوسرے شخص کو سببہ دشوار ہے اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ نہایت مناسب
اور غایب موزوں ہوتا۔ اگر مدد و فرج الشان اپنی اس وسیع المعنی اور متعلق عبارت
کی صفت میں یہ فرماتے ہیں کہ اس ستد لال کے یہ بیان جملے خالی اذامر نہیں ہیں تو یہاں
شخص جو اس کا اعتراض کرتا ہو میں ہوتا ہے۔

بہر کیف عالی خیال مولع کے پیش کردہ استدلال کی عدم النیز انشا پر درازی پر
اس اعتباً سے تبصرہ نکر دیں گا کہ یہ تفہید مسئلہ زیر گنگوے بے تعلق ہو گی اور ذکر خارج عن الجھ
طیاعت دہی میں شمار ہوتا ہے لیکن اس قبضہ ضرور عرض کر دیں گا کہ اس یہ محل منطق نے
جناب کے تحریکی یہیت اور اقدس کی حقیقت کو لاثم فی لصفت النہار ہو یہاں داشکار کر دی۔
کیونکہ تجد تحقیق کا شیرازہ تو اس وجہ سے منتشر ہو گیا کہ حضور قبلہ عالم کی ہلیت عما
کے با محاباۃ الفاظ کو پہلے مولع نے یہ فرمایا کہ یہ خالی اذامر نہیں ہے۔ پس کی دلیل
یہ یہ محبت پیش کی کہ اگر (وہ الفاظ) نالی اذامر ہوئے تو برگزانتہ تعالیٰ منزل عشق افسد ہے
خلافت کو اپنی ذات خاص پر مقدم نہ کرتا۔ اور اس منزل عشق کا ذکر اپنے کلام پاک میں نہ کرتا۔ اور

انہی جیبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا انہما اسی کلام پاک میں فرماتا...“
اس پری عبارت کو بار بار پڑھنے کے بعد یہی سمجھہ ہیں نہیں آیا کہ ان جملوں کا معنی
کیا ہے اور اس غیر مرجو طالب استدلال سے موصوف کو قائدہ کیا ہوا اور یہ کمی دریا منت کرنا
چاہتا ہوں کہ اس چھ سات سطروں کی عبارت میں وہ تابع قدر جملوں ہے جس نے
ملفوظ دارثی کی عبارت قطعی کو پر اسرارشا بت کر دیا۔

بلکہ انداز بحث سے تو یہ کہ سکتے ہیں کہ «من چھی سرا یم۔ طبیور کامن چھی سرا یہ»
کا معنی ہے کہ مؤلف کے پیش کردہ دلائل کو مسئلہ زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں اور بفرض
محال ان جملوں کے معنی اور مفہوم کو اگر بالکل صحیح مان لیا جائے تو کمی یہ بحث پر تدقیق
ہتھی ہے اس واسطے کے مؤلف نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں کہ حضور کا ملفوظ پر اصرار ہے۔
یہ بحث پیش کی ہے کاگر (وہ الفاظ) خالی اذ اسرار ہوتے تو ہرگز اللہ تعالیٰ۔ سرکار مدینہ کی
محبت کا انہما اسی کلام پاک میں فرماتا۔ اور یہ حقیقت و خلافت بزرگان دین کے خاندانوں نے
جادی دقاکم تہہزنا۔

اب فاریئن۔ مؤلف کے دعویٰ اور دلیل کو الفاظ کی نظر سے تکمیل اور فرمائیں کہ
اس محبت سے موصوف کا دعویٰ یعنی پدیت دارثی کی عبارت سلیس کا پر اسرار ہذا کمال تک
ثابت ہوتا ہے یا موصوف کے دعویٰ کا مضمون پچھا دیتے اور بحث کا کچھ اور یاد دوں
مختلف لمحی اور جدا گاہ حیثیت کے دھنمنوں ہیں کہ دعویٰ کو دلیل سے کوئی سرد کار
ہے نہ دلیل کو دعویٰ سے کوئی تعلق۔

میرے خیال میں مؤلف کے استدلال کی بلیغ عبارت اور دقیق مفہوم کا اپنے
دعویٰ اور دلیل سے دست دگریاں ہونے کی سچی تعریف میں اگر کسی ظرفی طبع شغف کا یہ
شرپرھد دیا جائے تو بہ لحاظ مناسبت مذاق بہت زیادہ مذرول علم ہوتا ہے۔
چند خوش لغفت است سعدی در لیغا الایا آیهہا الشائی ایز کاشا ز تائی لیغا

قطع نظرس کے اگر اس پیراشان تقریب کی شفیقہ لازمی منظور ہو تو ہبہ یہ ہے کہ مکن
مدد و چونکہ مکیم ہیں اور مکیم کی دیرینہ اور اس وقت کی حکیم ہیں جب اخبار طب
عمر واعلیٰ ہیں تھا اور شاد و نادر تعلیم فارسی خواں ہوتے تھے اس لحاظ سے آپ کا شمار
اربائیں ہیں ہے۔ کیونکہ ایک فن کے آپ مزروع عالم ہوں گے اور سخنلہ زیر بحث بھی ملکی اور
اور مشتری نہ تھا لیکن ہو صوت کی عنایت نے اس فروعات کی بحث میں اصولی اور منہجی اغتناموں
بھی شامل کر دی ہے اس ولستے مزدود ہے کہ اس سلسلہ میں ہمارا النسب العین وہ ہو جو سلف
مالیین کا نہ مہب اور مجتہدین کا عقیدہ ہے۔

لہذا سبھی یہ دیکھنا جائیے کہ موافع کے استدلال کی شق اول یہ ہے کہ "اگر (یہ
الافتاظ) خالی از اسرار ہوتے تو ہرگز خلائق منزل عشن اور درجہ خلافت کو اپنی ذات
خاص پر مقدم نہ کرتا۔ اور تیسری شق یہ ہے کہ اور اس منزل عشن خلافت کا ذکر
انپے کلام میں نہ فرماتا۔"

پنچ پنچ یہ شق سویکم تو سلیماً اس وجہ سے بے بنیاد ہے بلکہ صحت اور عدم صحت کا
کیا ذکر اس کا دوجو ہی مشق ہو ہے۔ کیونکہ فرقان حجہ کے موجودہ تیس پاروں میں
تو فقط عشن کا نام کبھی نہیں ہے۔

شاید لائق موافع نے جس طرح اپنی کتاب میں غیر و قوع واقعات اکثر لقل کئے ہیں
اسی طرح فقط عشن کو جزو قرآن اس ولستے کہہ دیا کہ تقویٰ دیر کے لئے غلامان والوں
مشتبہ تو ہر جیسا جائیں گے

اور شق اول کے مضابین سے بجائے مفاد کے موافع مدد و چونکہ ایسا ناقابل ذکر
فقحان پسخ گیا ہے جس سے شمن کو کسی خدا محفوظ سمجھے۔ کیونکہ الفاظ الحاد و انداد
ست معمور ہیں۔

اس ولستے کو عشن کے وہ اثرات جن کا وقوع پذیر ہو نالا نہیں ہے۔ اور

جن کی جہت سے عاشق کے حالات و عادات۔ حرکات و سکنات میں غیر معمولی تیزیات رکھنا ہوتے ہیں اور جن کا ذکر بعض ارباب طریقت نے اپنی کتابوں میں بکمال شرح و بسط نقل فرمایا ہے اور بالا جمال تو اکثر حضرت نے لکھا ہے جیسا کہ حضرت حافظ شیراز علیہ الرحمۃ زمانی میں روئے زرد است داہ در و آ لود عاشقان را گواہ بر بخوبی

اد ر عارف بالله حضرت شرف الدین بعلی شاہ قلندر پاکی پیغمبر الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

عاشقان را شش نشان سے پیر آہ مرد و ننگ ردد چشم تر
گر ترا پر سند سد دیگر کدام کم خورو کم گفتہن دختہن حرام

الغرض ان اثرات سے عنفلاً و نقلہ ذات حضرت احادیث جل جلالہ پاک اور منزہ ہے اور یہ صفات رنجوری و مجبوری وغیرہ جس طرح عاشق مزاج یندوں کے حق میں اکثر استعمال کرتے ہیں۔ اور ایک حد تک ان کو ممتاز خطابات میں شمار کرتے ہیں اسی طرح ان اثرات کا تاثقہ دمطلق سے منسوب کرنا اس کی شان جملت اور صولت جزویت کے صریح منافی ہے۔

چنانچہ عمل ارشادیت کا الفاق بے کو حسب تعلیم قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا تبارک و تعالیٰ کو محب کہہ سکتے ہیں اُنکے عاشق کہنا از روئے عقادہ کفر ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ الرحمۃ نے شبان صحرائی کے الفاظ غیر مودب کو کفر فرمایا تھا جس کا ذکر مو لانا علیہ الرحمۃ نے اپنی منتری میں بیرونیت کیا ہے کہ

گفت موسیٰ ہائے نیرہ سرشدی تو مسلمان نا شدہ کافر شدی
الغرض ہمارے مخالف پیغمبر مصطفیٰ کی یہ ذاتی تجویز جس کو بصورت استدلال موصوت نے پیش کیا تھا اس کے اثر نے یہ کشمکش دکھایا کہ بجا ہے ہدایت وارثی کو پر اسرار ثابت کرنے کے اپنے ہی موجہ اور مجبور کے تجرا در تقدس کا ایسا تخفیہ کیا کہ پیغمبر مصطفیٰ کی خداقت کے سامنے موصوف کی ارادت بھی کیا یا پلٹ ہو گئی بقول میرزا ہادی ظہر المیں سب

تدبیریں پکھنے دو لئے کام کیا۔

لیکن سیاق تحریر کو دیکھتے ہیں تو مولف کے اس استدلال کے طریقہ مصنایں سے یہ بسی نظاہر ہوتا ہے کہ صوفت نے ہدایت واریث کے الفاظ کو پسر اڑنا بات کرنے میں تو ناموشی اختیار فرمائی اور پہلی تجارتی عار فانہ دبی دلیل جس کا ذکر یہ صاحت اور پر ہو چکا ہے دوبارہ حمایت بجا دی گی میں پیش کر دی اور مکر رکھ دیا کہ غلافت چونکہ قائم کردہ حضرت احمد بن حنبل اس نے جائیں سے اخراج کرتا منشاء آہی سے اخراج کرنا ہے اور اشارہ یہ ہے کہ حضور تبلہ عالم نے باقضاۓ مشرب جو غلافت کی امتناع فرمائی تو در حقیقت فعل خداوندی کی تقلید سے الکار کیا۔ بوندہ بیان جنم ثقیل ہے۔

حالانکہ یہ صاحت لکھ چکا ہوں کہ جملہ افعال خداوندی کی تقلید بندوں پر واجب نہیں ہے بہرہ اس فعل کے جس کی اتباع کا حکم جلی ہو درہ افعال حضرت رب العزت متعدد ایسے ہیں جو بندے نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں۔

ابن اخدا نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ ضرور کیا مگر اس کی تقلید کے واسطے بندوں کو مکلف نہیں فرمایا اور ایسا ہوتا تھا کہ بندے پر راجب ہوتا کہ اپنی خلیفہ ضرور بنلے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جملہ بنی آدم خلیند بھی ہوتے اور خلیفہ کر بھی۔

خلاصہ یہ کہ غلافت جس طرح صوفیائے منتسبین کی میتوں یاد گاری ہے اسی طرح بمنابع اللہ قطبی اور عذر رتی بھی نہیں ہے اس داسٹے دہ خدار سیدہ ہمینیاں جن کو اپنے مسلک کے اعتبار سے غلافت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے اس کو جاری رکھا اور جن کا مشرب محتاج ہو غلافت بخدا انہوں نے غلافت کا پیٹے داسٹے غیر ضروری متصور فرمایا۔

لیکن غلافت کا قطبی اور غیر قطبی ہوتا تو ایک طرف غلافت کی بحث ہیں بلے سرداڑ مصنایں نے جس طرح مولف صوفت کے تبرکات پر دہ ناش کر دیا۔ اسی طرح اس غیر مودب گفتگو نے آپ کے ہنال تقدیس کے بیزع دہن کو ایسا صدر سپنیا جو بے برگ دبار ہو کر

آئندہ کی نشوونما سے ہمیشہ کے لئے خود مم ہو گیا۔

ارادت کی تعریف اس لئے کہ تقدیس صرف ظاہری اسرائیل ہیں۔ بلکہ باطنی گروہ بھی امتیاز ہے جس کا تعلق صفائی قلب سے ہے اور حقیقی صفائی قلب مرید کے خلوص دارادت اور پیر کی شفقت دعایت پر موقوف ہے۔ مگر ہمارے مولیٰ موصوف کو پر الحافظ ستم ادانت اس کا اختلاف ہیں رہا کہ مرشد کی روحانیت سے مستفید اور بہرہ مند ہیں اس واسطے کپیر کے حکم قطبی سے الیاصڑخ انحراف اور ایسے غیر مودب الفاظ ہیں کیا جس نے ارادت کو قطعاً تباہ دبر باد کر دیا۔

حالانکہ حضرات صوفیا کے کلام نے اپنے اپنے عبیدیں بھیال و شادیت متنزہ ہیں کو اگر کوئی ہدایت متواترا در بالاصرار فرمائی ہے تو وہ ارادت کی زگابداشت ہے کیونکہ مرید کی ارادت جس قدر استوار اور صدق و خلوص سے معمور ہوتی ہے اسی قدر پیر کی عتابت مندوں ہوتی ہے اور اپنی اخلاق سروہ مرید کو آئتا اور اپنی تادینب سے اس کو مدد بنتاتا ہے اور اپنے اخراج سے اس کے باطن کو روشن کرتا ہے۔

او محققین انبایا طبقیت نے ارادت کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ مرید کو پیر کے جمیع احوال میں بحُسْنِ تعلیم و تصدیق کے انحراف اور اختلاف کا خیال بھی دلتے اور اس کام پیر کے لئے معلمات و منقولات فنا و راخیارات و احساسات ایسے معدوم ہو جائیں کہ اس نیک تمثیل "کَالْتَّيْتَ بِنِيَّا الْغَسَال" کا مضمون صادر ہے۔

چنانچہ سیدنا ابریم و سوئی القرشی علیہ الرحمۃ جو صاحب کرامات ظاہرہ اور مقامات فائز رہتے اور جن کا سائنسہ بھری میں دصلی ہوا ان کا قول ہے۔ رَأَى مَالِ الْمُرْبِدِ
الْمُعْبَدَةَ وَالْتَّسْلِيمَهُ دَالْقَاعَهُ عَصَماً الْمَعَانِدَهُ دَالْمَخَافَهُ وَالسَّجُونَ مَهْتَمَهُ مَرَادَ شَيْنَهُ دَامَرَهُ
(ترجمہ) مرید کا راس الیالی محبت اور تسلیم ہو ہے اور معافیت اور نا احتک کی پرڈال دنیا ہر اولنچہ پیر کی مراد اور حکم کے بخت میں آرام یابا ہے۔ (طبقات الکبری)

اسی ارشاد سے اگر استنباط کیا جائے تو مولف موسوٰت کی ارادت کا عدم اور اختلاف ثابت ہوتا ہے۔ اس دستے کے بھائے مخالفت کی سپردِ الدینی کے آپ غرض اپنے تواریخ کر پیر کے مقابلے کے لئے میدانِ اکار میں بغرض پیکار کھڑے ہیں۔ ہندو مسلم یہ کہ جس قلب کو معاف نہ اور مخالفت سے سرد کا رہے اس کو ارادت اور محبت سے کیا تعلق

اللَّهُمَّ اخْيُنْنَا مِنْ شَرِّ دُرِّ أَنْفُسِنَا

علی ہذا سهل بن عبد اللہ تتری علیہ الرحمۃ جن کا وصال ^{۲۸۳} ہجری ہے:-
ان کا قول ہے:- **الْجَبَّةُ مُعَايقَةُ الظَّاهِرَاتِ وَجَبَّةُ الْخَلَفَاتِ** (ترجمہ) محبت کی تعریف یہ کہ محب کی اطاعت کو گئے سے لگائے اور مخالفت سے افرزاز کرے۔ (طبقات الکبری)
اور طبقات الکبری میں یہی منقول ہے کہ حقیقت آگاہ ابو محمد رویم بغدادی علیہ الرحمۃ سے جن کا وصال ^{۲۸۳} ہجری ہے۔ سائل نے محبت کی تعریف دریافت کی آپ نے فرمایا **الْجَبَّةُ فِي تَبَيْعِ الْخَلْوَى** یعنی جملہ حوالی میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے اور احیا العلوم میں ہے کہ حضرت عیاض بن معاذ علیہ الرحمۃ ^{۹۸۵} ہجری میں رہی ملک یقابوئے مریدین سے فرماتے تھے:- **الْجَبَّةُ الْخَلْلُ بِطَاعَةِ الْخَبُوبِ** ۔ کعبت صادق کی علامت محبوب کی فرمان برداری ہے۔

یہ ارشادات ہماں مرادت میں کہ پیر کی اطاعت اور موافقت کو عرف صوفیہ میں ارادت اور محبت کہتے ہیں اور چونکہ پیر کے نیضان باطنی نے مستفیض ہوتے کا بہت بڑا ذریعہ ارادت ہے اس لحاظ سے صوفیاے گرام نے ہمیشہ طالبانِ جن کو ارادت پیر کی تباکید بیتہ زمالی لیکن مولف ہو صوت اولیائے ذی صفات کے ان ہدایات کے اثرات سے بالضد متنازع ہوئے کہ بھائے اتحاد کے اکابر کو پسند کیا۔ اور موافقت پیر کی جگہ مخالفت شیخ کو اچھا سمجھا اور اس خیال میں یہ غیر معمولی ترقی کی کہ پیر کے حکم قطعی کے خلاف ایک مستقل کتاب تالیف فرما کر شایع کر دی۔

اس کتاب میں یہی بھکہ دیکھ آپ کا فعل آپ کے قول کے خلاف ہوتا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۵۱ میں آپ لکھتے ہیں کہ، آپ نے فرمایا کہ ہماری منزل عشق ہے اس میں تلافت نہیں لیکن اس رشادگری کا دوسرا سلسلہ ملاحظہ کیجئے تو بہت ہی واضح طور پر اس مرکا ثبوت فراہم کر دیا گی کہ آپ نے اپنے قول مبارک کے خلاف خود نظریں پیش فرمائیں۔ اس سلسلہ کی سب سے زیادہ کھلی ہوئی یہ دلیل ہے آپ نے ایام و صال کے قریب خود سید محمد ابراء یہیم صاحب کو رام پور سے طلب فرمایا اور آپ کی طرف سے کچھ اس قسم کے آثار سے ذیروں صال کے بعد جو خاص تصرفات علم و دعائی سید ابراء یہیم صاحب کے شریک حال ہوئے، وہی اس مرکے گواہ ہیں کہ حضرت سلطان الاولیاء نے اپنی حیاتت ہی میں حضرت سید محمد ابراء یہیم کو اپنا جائزین اور خلیفہ تجویز فرمایا تھا:

مولت موصوف کی اس عبارت کا حصہ آخر خلافت واقد اور مشتبیہ عدم صحت ہے جس کی صراحت آئندہ کروں گا۔ اس وقت صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ پیر کی معاذت اور خالافت کی بحث کبھی اس تبلیغ کے آگے گرد ہو گئی اور تجویز معلوم ہوتا ہے کہ ایک پڑھتے نکھے حلقوں میں نے بیز کسی پس دشیں کے قلم برداشت یہ تیزی موند باز جملہ کیون نکر لکھ دیا کہ پہلے اپنے قول کے خلاف خود نظریں پیش فرمائیں۔

مہذب حضرات تواریخ العاظی اپنے ہم مرتبہ شخص کی نسبت بھی لکھنا دستورِ ادب کے خلاف سمجھتے ہیں اور مشرب ارباب طریقت میں تو پیر کے غلام کے حق میں بھی اس نہ مومن صفت کا خیال کرنا لفضل ایمان کی دلیل ہے۔

مگر یہ لجاؤ ان اہل ارادت کے صدق و خلوص کا اتفاق ہے جن کو سرکار مہذب رفیع ارض سے یہ توفیق تعلیف ہوتی ہے کہ وہ حلقوں پر طریقت کو خدا کی عیسیٰ رحمت سمجھتے ہیں اور اس کی ذات ذی صفات کو برگزیدہ حق و بہترین خلق جانتے ہیں اور لالائی مولف سے پائیں رکھنا گویا آگ سے پانی کا کام لینا ہے۔ خصوصاً یہ دیکھ کر کہ موصوف تقدیر ارادت

سے آزادی اور طوف مودت سے گلکو خلاصی حاصل کر پچھے ہیں ان سے یہ شکایت کر پیر کو پیر کی حقیقی جیشیت سے نہیں دیکھتے بالکل بے محل فرمایا ہے بلکہ جملہ غلامان وارثی کو دونوں کے اس احسان عظیم اور اطاعت عظیم کا شکر لیڈا رہنا چاہئے کہ ہنوز پیر کے نام نامی کے ساتھ وہ لفظ سلطان الادلیا رکھتے ہیں۔

حالانکہ مؤلف مددوح نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۶ میں لکھا ہے کہ حضرت محمد مخدوم خواجہ عثمان ہاروی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ پیر کو چاہیے کہ پیر کی زبان سے بونے اس پر ہدیش کے ساتھ کان دہرے۔ یعنی بکمال خلوص اس کی تعمیل کرے لیکن باوجود اس علم کے موصوف کا اعلیٰ یہ ہے کہ پیر کا حکم قفلی پیر کی زبان سے سن کے نہایت بیباکی کے ساتھ فرماتے میں گا اپنے توں کے خلاف خود نظریں پیش فرمائیں۔

اہل اختلاف کی پیار، حمایت سجادگی کا غلوبہ۔ جس نے بجاے ارادتِ مودت کے، مخالفت بلکہ منصوت کی بلند تمارت تایم کر دی۔ کا یہ سے غیر مردوب، الفنا ایجمنقلہ و تقلی پیر کی شان میں استعمال کرنا منوع ہیں ان کو اپنے قلم سے اپنے کارنامہ میں لکھ کر اپنی آزادی کا اظہار کر دیا۔ ﴿اعْتَبِرُوا إِنَّمَا أَدْلِي إِلَّا بِمَسَارِ﴾

اب سجادہ نوازِ مواعنی کی خدمت میں اپنے اسکتام تجسس و اختدام بحث ایک لمحہ اس در کروں گا۔ جو صحیح فتح ارادت اور محبد عالمقطاعِ مودت کا آفرورق ہے کہ بغرضِ محال حصہ نہ قبلاً عالم کے حکم امتیاز سجادگی کو بقولِ مولوں موصون، دستورِ مشائیخین عظام کے خلاف سقوطے عرصہ کے داسٹے مان بھی لیا جائے تو اس صورت میں بھی مرید صادق کو باقتضاۓ حسن عقیدت اور بلحاظ مشرب اربابا۔ طریقت اس حکمِ جھوٹ کی بھی موانع کرنا۔ اس وجہ سے ہر دری اور لازمات سے ہے کہ حضرت سویں کرامے ارادت خاص کی حقیقی تعریف میں ہے فرمایا ہے۔ کہ اگر پیر کا کوئی فعل یا قول مشتمل ہے کہ وہ بات بلکہ داخلِ منوعاتِ معادم ہو تو بھی مرید صادق کو باہم ادا نہ اس کی اعادت

سے اعراض نہ کرنا چاہیے۔ کہ اگرچہ فرمان مودت نام سب میں بارہ قبیلہ ہی پہلوں زمین مکرانی
الحقیقت وہ تھن اور صحیح ضرور ہوتا ہے اس داسٹکرِ اکم الامکین کے ان بگزیدہ اشکر کی
زبان سے تو آذانکتی ہے وہ صفیر غربی کی صحیح ترجمان ہوتی ہے ابقول حافظ شیراز علیہ الرحمۃ
درپس آئینہ طوی صفتمن داشتہ اند اور پناہ استاد ازال گفتہ مان یگویم

چنان پڑکتب سیر کی در حق گردانی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سالک را دعویٰ فریبر د
سلوک میں اگر اپنے درجات و مقامات کی شان و رفت کو ہبھاؤ کی خروج مبارکت کی نظر سے
دیکھتا ہے تو امارتے الشداد ترقی پہنچ س کو وہ عقبات پیش آتے ہیں جن کے اثرات اور
خصوصیات میں ہے کہ عوامی لاحقہ کا تعصی اور تخلیل فاسدہ کا ذکر کیہ طامت خلوق کے پرده
میں ہو جائے تب جواہر مغل مقصود کے نشانات اور حدود و مکان ہوتے ہیں۔ اس نے
ان مقدس ہستیوں کے اخلاق جیسے کہ عرصہ کے داسٹے مبدل یہ صفات
قیمہ نظر آتے ہیں۔

لیکن ان کے یہ احوال عهودت خیر اور تباہت انگرید بھیکر جو طلقہ بگوش نوش عقیدت
ادعویٰ نیوش ہوتے ہیں اور اپنی ارادت کو مستقل اور استوار رکھتے ہیں وہ پر کی غیر معمولی
اقاadt سے مستیند بھی ضرور ہوتے ہیں۔

جبکہ حضرت شیخ صنعاں کا مشہور اتفاق ہے کہ در ان سفرنامیں ایسی قیمع سورت
پیش آئی جو لطف برآپ کے تقدیس کے منانی تھی۔ مگر حضرت فرید الدین عطاء علیہ الرحمۃ نے
اس بدسمنا حالت کی بھی یہ لحاظ ارادت پوری موافقت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج نکان
کی بُرے خایمیت سے مشام میں حق مستقین ہوتے ہیں۔

اس داسٹے ارباب طلاقیت کا اتناق ہے کہ مرید صادق کی ارادت داشت کا کمال
یہ ہے کہ پر کی خاتمیت دلیلیت کا ایسا تینون ہو کہ پر کے احوال و اقوال کی لبنت ممنوع و
غیر مشروع ہوئے کا خیال بھی معدوم اور نہایت جاتے۔ اور بجز تسلیم اور تصدیق کے

اعراض و احتراز کا دوسرا بھی نہ آئے۔ جیسا کہ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
بے سجادہ رنگین کن گرت پر مغاں کے سالک بے خبر بند زراہ در کم منزلہ
اس شعری حافظ صاحب نے اتباع احکام اپری کی دعافت اس خوبی سے کی اور
استدلال میں دہلیخانہ اہتمام فرمابا جس کے سامنے مریدین کے احساسات اور اعتیارات کا
العدم اور لاشی ہو گئے جخصوصاً تمثیل میں شراب اور سجادہ کے ذکر نے الیسی ہمیت پیدا
کر دی کہ اس کی توجیہ اور تصریح کی گنجائش نہیں رہی۔ اس واسطے کے شراب جس کی بخاست شرعی
اور حرمت قسطی غصہ ہیرج سے ثابت ہے۔

اور سجادہ نماز جس کی ہمارت کی کا اعتبار اور دلوں تیرہ فرض نمازیں سے ایک فرض
قلعی ہے جس کے بغیر نماز ناقص ہوئی ہے۔

ان دلوں کی متفاہیت کو بالتفصیل اور بالتفصیل حوالہ دینے سے میضمن ہریدا
ہو گیا کہ پر طریقت کا کوئی حکم گوی بعد عقین اور منافی قتل ہی کیوں نہ ہو۔ مگر مرید کو بجز
اطاعت کے کسی اعتراض و مخالفت کا حق ہی نہیں ہے۔

حتیٰ کہ رہنمائے کامل شراب سے جائے نا رنگین کرنے کا کسی موقع کے لحاظ سے
حکم صادر فرمائے جو صورت نماز روئے مذہب و مشرب مزتع ممنوع اور قسطی مذموم فعل
معلوم ہوتا ہے۔ تو کبھی اس فرمان کی اطاعت دموافق اس واسطے لازم ہے کہ یہ حق
شناس گردہ طریقِ الی اللہ کے منازل و مراحل کے رسم و نظم نسب و فراز سے کا حفظ
خبرداد ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں عام دستور ہے کہ وادی نادیدہ کارہ لوزد۔ اپنے رفیق
طریق کی اتباع کرتا ہے تب نزل مفہود تک بآسانی پہنچتا ہے۔

الفرض مفتی شیراز کے اس فتنی سے کہ ”بے سجادہ رنگین کن گرت پر مغاں گوید“
اطاعت احکام شرع کا دیس میدان ظاہر ہو گیا اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم
کا سکم امتناع سجادگی تو عدد دیکھ بھے کہ جمائے فرض اور عفت کے واجب بلکہ

ستب کے ترک سے کہیں اس کو تعلق نہیں اور جس کو زمانی نہ بہب نہ خلل انداز
مشرب کر سکتے ہیں بلکہ جس کی نسبت باوجود اس ممانعت اور مخالفت کی وجہ
مودع نہیں اسی تقدیر عذر کیا کہ یہ پدیدت حضرات مشارکین کی سنت حاریہ کے خلاف
ہے اور فی الواقعی یہ بجائے خود ایک اخلاقی مسئلہ ہے کہ ایک گروہ نے تبلیغ خدا شناسی
کے واسطے اس کو دیکھ لگر دانا ہے اور دوسری جماعت نے اس کو غیر ضروری سمجھا ہے
پسی نے نہیں کہا اور نہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ارشاد اعمال کے خلاف اور عقائد کے خلاف
ہے جس کے ازل کاب سے کسی گناہ صیغہ یا کبیرہ کے سزاوار ہو جائیں گے۔

اس لئے صاحن ظاہر ہے کہ یہ مساجدہ ریگین کن یہی احیت کے مقابلہ میں یہ پدیدت
کہ ہماری منزل عشق ہے اس واسطے ہمارا کوئی جانشین نہیں یہ بہت عمولی حکم ہے جس کی تعییں
ہر عاص و عالم کر سکتا ہے اور کسی ملت اور کسی مشرب کے علماء نے اس کو تاجائز اور ممنوع
نہیں فرمایا ہے لیکن مؤلف موصوف نے اس عمولی قوانین کی اتباع سے روگردانی کرنے
میں یہ اتفاق ان اٹھایا کا پنے ارادت کی قدم اور قیمتی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے سما کر دیا۔

بعض واقعات کی تفصیل اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسلمیں اس کی یہی تفصیل
ہو جائے کہ حضور قبلہ عالم نے سید محمد ابریشم صاحب کو رم پور سے بلا بیا اور لا اُن مولف نے
جن الفاظ میں اس مضمون کو دیکھا ہے اس کامطا العجمی دیپسی سے خالی نہ ہو گا چنانچہ سابق الو
صفحہ ۱۸۶ میں ایکمال فصاحت نقل فرماتے ہیں «اور منزل عشق کی خلافت بہوت جس کو خلافت
کہری کہتے ہیں اور علاقت راشدہ بھی کہتے ہیں ۔۔ اگر خلافت بہوت کا خیال آپ کو تایم
ہوتا اور خلافت دلایت جو خاتم الادیبا پڑھم ہرگلی خیال نہ آتا تو ۔۔ ہرگز ہرگز سید محمد ابریشم
صاحب جو کہ حضرت حاجی سید خادم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی نواسہ اور
حضرت سلطان الاولیاء کے حقیقی بھائی کے صاحب زادے نہیں۔ قاضی بخش علی
صاحب زمیندار گدیر ضلع بارہ بھکی دلوگنگ ۔۔ شاہ صاحب مارثی رحمۃ اللہ علیہ

ہجہ ایمین بیرش ساں ہجہ صلح ہمندوی نیج ساکن دیوی اشرفت کو رائپسٹ یکجا حاذ ظاہرہ ملبدراہم کو نہ بڑھ
قریب ہے کہ اس عبارت کی ترتیب افغانی اور ترکیب بخوبی۔ طرز بلاعنت اور حسن فحص
گو دیکھ کر قارئین بھی میرے ساتھ اس کا اعتراض فرمائیں گے کہ ہمارے عالی خیال مؤلف کا یہ
خus حصہ کے انہوں نے پہنچن تحریر کے بلند معنی جملوں میں سخت مفہوموں کو کس خوبی سے بیان
کیا ہے کہ سرکار عالم پشاہ نے چار معمدہ اشخاص کا دندبیں ایک بیرش اور ایک تاجم بھی تھا
یعنی کرام پور سے یہ محدث ایم صاحب کو بلایا۔

اد رمز پیدا ران نیتیکس قدر صحیح نکلا کہ اس واقعہ کو موصوف العصر نے حضور قبلہ علام
کے حکم امتناع حجاجی کی تزدیزیں سمجھت کے ساتھ محبت گردانا ہے کہ اگر آپ کو اپنا
خلیفہ اور جاتیشیں کرنا نہ ہوتا تو اپنی حقیقی ہمیشہ صاحب کے نواس کو اس اہتمام بلیغ سے تبلیغ تے۔
یکین اس واقعہ کی محبت اور عدم محبت کی تحریر سے پہلے یہ عرض پھر کر دل گاکہ دو دنیا
مؤلف نے باعتبار حفظ ماقولہ لبڑوا اعلان صفحہ ۶۴ میں غریب فرمایا ہے کہ یہ واضح رہے کہ
ان حالات کو جو دیگر حضرات تحریر میں لاطکے ہیں مگر تحریر کرنا مناسب نہیں کر دیا
متذکری اور مصدقہ تلمذت کے جاتے ہیں جن سے لوگ لا علم ہیں۔

چنانچہ آپ کی اس پیش بندی کا اظہار اس واقعہ سے بخوبی ہو گیا اور اس اعلان کی
صداقت میں کوئی شک در شبہ نہ رہا۔ اس لئے صادق البیان مؤلف نے یہ قصہ ایسا
اچھتا نقل کیا ہے جس سے بھر مؤلف کے نقشبندیا جملہ غلامان دارثی بے جزا در لاعلم ہیں۔ اور
ہمیں جانتے کہ اس دند کے عہد کب اور کیونکر منتخب ہوئے اور یہ دند کس کی تیادت میں
روانہ ہوا اور کیا کیا نحن انس کے ساتھ بھیجے گئے۔

لائق مؤلف نے یہ اپنا مصدقہ واقعہ چونکہ لیکر کسی نوال کے ایسا پیش کیا ہے جو از ردعے
قواعد علم کلام نماں میں ستد لال نہ کتنا۔ یکن باہیں ہذا اقتدار اخلاق یہے کہ مؤلف
کی برائیک صحیح دغیر صحیح بیل کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔

چنانچہ موصوف کا یہ جملہ آخر کہ اپنا خلیفہ اور بائیتین کرنا منتظر نہ ہوتا تو سید محمد باقر علیم صاحب کو اس انتہام سے نہ بلاتے اس کی زیادہ عراحت کی ضرورت بیباں اس لئے بنیں معلوم ہوتی کہ امتناع خلافت کا تذکرہ ہے وضاحت ہو چکا ہے اور آئندہ بھی بعض واقعہا بیساں کا ذکر آئے گا۔ مگر سید صاحب کی ذاتی شخصیت بیس نہ کسی کو عذر رہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت خاندانی اور شریعت قرابت آپ کے اعزاز و علمت کی ایسی کافی اور غاییاں دلیل ہے جس سے ردگردانی کرنا اضافات اور دیانت کا خون کرنا ہے۔

لیکن قابل مؤلف نے جس عنوان سے اس واقعہ کو ضروری اور مصدقہ فرمائی اثبات
وجوب بجادگی کی بحث میں بحیثیت دلیل قطعی پیش کیا ہے اسی اعتبار سے اس کے وقوع اور
غیر و قرع کا اظہار اور اس کی حقیقت و صداقت کا صفات لفظیوں میں انکشافت ہو جانا
بھی لازمی معلوم ہوتا ہے۔

اور یہ گفتگو چہ کہ اس واقعہ کے وقوع سے وابستہ ہے اس لئے ضروری سخا کہ
تعقیقات بھی پشم دید شہادت سے ہوتی۔ لیکن مؤلف نے کسی شاہد کا حوالہ نہیں دیا اور
اس واقعہ کو بحیثیت روایت دیکھتے اور راویوں کی ثقابت کے اعتبار سے اس کی صحت
اور عدم صحت کا اندازہ کیا جاتا۔

درآخایلکی موصوف نے اس واقعہ کو دیدہ بیان کیا ہے نہ شنیدہ تو ایسی حالت
میں مسلم ہے کہ حسب تقادہ تبیقہ ایسی مجهول خبر جو نہ دیدہ ہو نہ شنیدہ۔ لائے استدلال
نہیں ہوتی۔ اور نہ قابل سماعت سمجھی جاتی ہے۔

لیکن یا وجود ان جملہ نقائص کے موصوف نے اس واقعہ کو حکم امتناع بجادگی کے
خلاف میں پیش کیا ہے اس دلیل خیال ہوتا ہے کہ اس بے اصول استدلال کی بھی تبیقہ ضرور
کی جائے جو کہ ازکم دمقاد سے خالی نہ ہوگی۔ اول یہ کہ واقعہ کی صداقت اور
عدم صداقت کے ساتھ اس کا بھی اظہار ہو جائے گا کہ موصوف کی اصطلاح خالی میں

مصدقہ تکس کو کہتے ہیں۔ دو یہم کے تاریخین کو اس واقعہ کے وقوع اور غیر وقوع سے مطلع ہو جانے کے بعد مولف کے نقل کر دہ دیگر واقعات کی دقت اور تحقیقت کا اندازہ کرنے میں بہت زیادہ آسانی ہو جائے گی۔

اس داستے کو یہ خبر واحد ہے مگر اس کی سخت اور عدم سخت کام حیا مولف کے اسی نقل کر دہ بیان کو تواریخیا جائے۔ درہ بیض کے الفاظ سے ان کے اس مدد و قدر واقعہ کی تصدیق دلکشیب کا تیصدیق از روئے والایت کیا جائے۔

اہنہ اپلے ان خدا شناس اخوان ملت سے جن کو رہنمائے کامل کی مزاج دالی کا ثرث حاصل ہے یہ اتحاد کروں گا کہ بھال غور دتمال عالم کے فرمائیں کہ اس واقعہ کو حضور قبلہ عالم کی افتاد طبیعت سے کوئی منابع بہے یا ہیں۔ اس لئے کہنیں مرد میسان تفریید کا عین طریقہ تعلقات عالم سے انقطاع قطعی ہے اور بہ افتخار نہیں کامل جس نے تمام عمر کی عزیر قریب سے خط و کتابت کرنے کا قصد بھی نہ فرمایا۔ اس مستخفی المزاج کا وفیض کرکی کو بلانا تقریباً نیاس ہو چکا ہے اب یقین ہے کہ قیم ارادتمند دل کی ست آنونی یہیں ہیں۔ بلکہ اس غیر معولی غلط و جلالت کے علاوہ سرکار عالم پناہ کی جیتنیت، باعتبار رشتہ تراابت بھی بزرگاً سمجھی اس لحاظ سے لقول مؤلف اگر سید محمد ابراہیم صاحب کو بلانا مطلوب تھا تو اس کے دستے آپ کا صرف حکم دینا کافی ہوتا یہ کہ ہم کے نواسے کو بلانے کے لئے بھال اہتمام و فد بھیجا گیا اس لئے روانگی و فد کا ذکر۔ عربیغیر بوط بلکہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے۔

تلخ نزارس کے وفد عموماً بمحروم اجتباخ حکام اعلیٰ یا بہت منتا زاشناس کی خدمت میں اس وقت سمجھا جاتا ہے جب کوئی اہم مزودت پیش آتی ہے اس لئے وفد کے اصطلاحی معنی مجبوڑ امگر امتیازی شکل میں عومنا شست پیش کرنا ہے بلکن خوش عنیدت لفظ لے اپنے اس غیر مضر ج رہنا کا مندرجہ ہونا نقل کیا ہے جس نے تمام عمر اپنے غلاموں کو تباکیتہ

ہدایت فرمائی ہے کہ مسات تاقوں کے بیوی خدا سے بلا غیرہ شات کی استدعا کرنا پاپیت
اور دہ بھی کس سے متدعی ہونا تقلیل کیا ہے۔ بہن کے نواسے سے اور کس داشت استدعا
کی کہ ہمارے خلینہ اور جانشین یعنی عباد۔ ابتداء کوئی نہیں اس کو بنیں تسلیم کرے گا کہ
ایسا یعنور نانا نواسے سے مستدی ہوا۔

الغرض حضور قبلہ عالم کے مراجع ہمایوں کا فطرت انداز اور اپنے مشرب خاص کی وجہ
و ترت کامل نگہداشت کا ہرگز نیا اقتضا ہوئیں سکتا گی اسی حالت میں آپ کسی سے اشارہ
بھی استدعا فرمائے اس واسطے و فند کا تذکرہ شملہ فرضی اور موشور محلمہ ہوتا ہے۔
علاوه اسی کے ارکان و فند کے امامے گرامی کی فہرست کو الگ عمق کی نظر سے دیکھتے
ہیں تو صفات ظاہر ہوتا ہے کہ کیسی ہوشیار اور کبڑی مشق مصروف زگار کا طبع زاد کر شد
ہے کہ لفظ اپنے سب کے نام لبقید ملکوت بکمال و صاحت لگا ش کے ہیں مگر در حقیقت جس
طرح یہ و قد صریح ہے نبیا ہے اسی طرح مجرمان و فند کے امامے گرامی فرضی اور قطعاً
نامہنہ دیں۔

جیسا کہ تاقاضی بخشش علی صاحب وارثی جن کو خادم بارگاہ دارثی بھی کہہ سکتے ہیں ورنہ
آپ کا شمار سبق حاضر باشوں کے نمرہ ہیں مفرود رکھنا۔ اور چونکہ موصوف یہی ہے حضرتؐؒ اس
واسطے مجھ سے بھی بہت زیادہ ارتباط رکھنا۔ اگر تاقاضی صاحب کو اس و فری کی شرکت کا اعزاز
حاصل ہوتا تو کبھی تذکرہ ضرور کرتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔

بلکہ برخلاف اسی کے واقعہ میں آیا کہ ایام میلے کا نک بیں آتنا: اقدس پرسن جس
سید نہر الدین کی تعمیر کردہ عمارت کے پائیں کے ایک کمرہ میں مولیٰ محمدی صاحب کیلئے
ریئس ظیم آباد تسلیم ہتھے اور اسی کمرے میں میرا بسی لبرتھا اور اسی کے آگے چوبی سردر کے
والاں میں یہ مخدوم ابراهیم صاحب نے جب ادل مرتبہ اپسوسے آئے تو قیام فرمایا اور
چونکہ میرا بسی تربیت تربیت تھا اس نے دوسرا دشمن جس سے جناب محمد درج

نے معاونت کیا۔ وہ میں بتتا۔ اور اس روز اکثر غلامان دارثی کوئی نے موصوف کے لیا۔ اسی دوران میں برادرم قاضی غوث شعلی صاحب آئے اور مجید سے کہا کہ مجید صاحب سے مدد چاہیجی میں نے قاضی صاحب کا تعارف کرایا۔ سید صاحب نے بہت اخلاق سے معاونت کیا اور فرمایا کہ مجھے بھی آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

اس گفتگو سے قاضی صاحب کا وفد کے ساتھ جانا اور رام پور سے سید محمد ابراهیم صاحب کو دیلوی شریعت لانا خلاف واقعہ ثابت ہو گیا۔ کیونکہ سید صاحب دیلوی شریعت آنے کے بعد قاضی صاحب سے روشناس ہوئے اور مصنف دندن آپ کا نام فرضی لکھا ہے۔ اسی قبیل سے یہ فاظ بھی زبان حال سے شاہد ہے کہ ارکان وفد کے نام خود خستہ ہیں۔ کیونکہ دوسرے روز صبح کو صب دستور خدام کو ناشتہ نعمتیم ہر ارتعاجی فیضو شاہ صاحب خادم خاص نے حاجی بیٹی حمام کے ہاتھ سید صاحب کو ناشتہ بھیجا اور رحیم شاہ صاحب نے سید صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سید داڑھ کے تدبیم نامی ہیں۔ سید صاحب نے خوش ہو کر لیکیں ادنیٰ چادران کو انعام ہیں دیں اور فرمایا کہ الحمد للہ، آج سید داڑھ کے حمام کو دیکھ لیا۔

اس داقعے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی بیٹی اگر وفد کے ہمراہ رامپور گئے ہوتے تو سید صاحب یہ نظر ملتے کہ سید داڑھ کے حمام کو آج دیکھ دیا۔ لیکن یہ صردوں سے کہیے دانہ جس نے تصنیف کیا ہواں کے شرکتے وفد کے نام ایسے تجویز کئے جو ہنہایت موزوں ہیں۔ علاوہ اس کے موقوف موصوف نے ترتیب وفد کی اس خلطی کو کبھی نہیں دیکھا کہ صنومن نگار نے شاید بخلاف اذیت ارکان وفد میں مسافہ میزبان میراث سائیں جگہ کا نام کبھی لکھا ہے۔ حالانکہ متناسبت کے اعتبار سے یہ نام کبھی ناموزد دل یوں نہ تھا کہ روز سائے قصبات کا دستد ہے کہ ایسے گفت و شنید کے موقع پر اکثر میراثی بھی ہمراہ جاتا ہے۔ مگر مصنف کی عدم معلومات نے اس کا رد ایسی کاپردہ ناش کر دیا اور ظاہر ہے گیا کہ اس

و فد کی تنقیل قطعی خیالی ہے۔ اس داسٹے کی جس طرح میراثی کا ہمراہ چانا عامد مستور میں ہٹل
ہے اسی طرح یہ شرط بھی لازمی ہے کہ وہی میراثی جاتا ہے جو اس گھر کے خدمات برنا یا میراث
اجام دیتا ہے۔

چنانچہ سید دارہ کے میراثی میاں جیدر نئے اور حضور قبائلہ عالم کے عہد
ظاہری میاں جیدر نے ہمیشہ خدمات میراث اکنام دیئے اور جملہ غلامان دارثی جانتے
ہیں کہ آستاد اقدس کے میراثی شیدر نئے اور آج تک ان کی اولاد بکمال پابندی
لپنے نرالض انجام دیتی ہے۔

برخلاف اسی کے مؤلف موصوف نے لکھ دیا کہ میزرن میراثی ساکن چکر و فد کے
ساتھ رام پورگئی۔ حالانکہ میزرن کو آستاد دارثی کی میراث سے کوئی تعلق نہیں تھا زیر
بلکہ میزرن کا نام بھی یار گاہ وارثی کے کسی والبنت نہیں سننا۔

لہذا یہ وفدا گیر حضور قبائلہ عالم کے حکم سے جانا تو میاں جیدر یا ان کے خاندان کا کوئی
شخص برنسائے میراث ہمراہ جاتا۔ لیکن بجا ہے اس کے بلی میزرن کا جانا بیان کیا جاتا ہے یعنی
دلیل ہے کہ یہ نام فرضی ہے اور جس طرح دیگر شرکاء و فد کے نام فرضی ہیں۔ اسی طرح
یہ وفدا محبوم خیالی ہے۔

یہ امر کسی قابل غور ہے کہ مؤلف موصوف نے با درج و اپنی محدود معلومات کے (بس کا
اندازہ فقاریہ کو عنقریب ہو جائے گا) اس داقعہ کا ذکر اپنے رسالہ میں چند مفہمات پر کیا ہے
لیکن دیگر مولفین سیرت دارثی میں کی واقعیت اس وجہ سے بیسح تکنی کراہنؤں نے حضور
کے حالات دو اتفاقات دریافت کر لئے میں پڑھی جد و جب داد کانی کوشش فرمائی
مگر اسی میں تین واقعہ کی خبر ان کو نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ داقعہ وقوع
پذیر ہوتا تو ضرور تاکہ وہ مولفین بھی آگاہ ہوتے اور اپنی اپنی تالیفات میں اس تیسرے
معمولی واقعہ کو نہ رکھ لیں گے۔

غلی بذا اگر دقدنڈ کو دیسی شریف سے روادہوتا تو لوازمات سے تھا کہ قصہ کے
ان مخصوص حضرت کو اس کے دجوں بات اور انتقالات کا علم ہوتا۔ جو سرکار عالم پناہ کے
قدیم خدمت گزار اور جانشیرتے اور سمیثہ آستاذ اقدس کے معاملات میں تھوڑا یا بہت
ان کے خدمات کو دخل ہوتا تھا۔ مگر دہ مقبولاً بارگاہ دارثی بھی مؤلف کے اس صفت
و اتفاقات سے اس قدر لاعلم تھے کہ اشارہ بھی اس کا ذکر کیمی نہیں کیا۔

اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ اس نوایجا دوفد کی حقیقت کو اس کیجانی سے لمبی
بہت زیادہ مناسبت ہے جو بچوں کو سلانے کے دن ان کی کہلائی ہوتی ہے۔
اس سے بھی زیادہ حیرت خیز امر یہ ہے کہ وہ ارادت مند جو اپنے گھر دل کو چھوڑ
کر مستقل طور پر ہر وقت حاضر باش اور شبادر دن پیشوائے برحق کے خدمات میں
مفرود رہتے تھے مگر قدکی رد انگلی کا ایسا گھر اراز تھا جس کی سماعت سے ان کے بھی
کام آشنا نہیں ہوئے اور نیبے دیکھا کل کب اور کس دروازہ سے ہر اشخاص بی میز ان کو
لے گر رام پور چلے گئے۔

حتیٰ کہ فیض شاہ صاحب جو اس زمانے میں حضور قبلہ عالم کے خادم ناخاص تھے ان
کو بھی اس واقعہ کا علم نہیں ہوا اور یہ ان کی لا علمی اس واقعہ کے غیر وقوع ہونے کا اس
لئے بڑا ثبوت ہے کہ اگر سرکار عالم پناہ کے حکم سے یوگ رام پور جاتے تو لوازمات سے
نکاک ان کے زاد سفر کا انتظام فیض شاہ کرنے مگر ایسا نہیں ہوا۔

بلکہ برادر میدھر عراق شاہ سائب دارثی متوفی عظیم آباد سے جو عرصے سے
منباب رہت تھت آستاذ اقدس کے لئے مامور ہیں۔ بخیال مزید احتیاط میں نہ ہوش
کیا کہ آپ بھی اس واقعہ کی حقیقت فیض شاہ صاحب سے دریافت کیجئے تھا پوچھ موصون
نے چند فقرے تہمینہ پیش اور بعض زائرین کے روپ و فیض شاہ صاحب سے اس واقعہ
کی صحت اور عدم صحت کا استفسار کیا۔

ذیش شاہ نے بحستہ فرمایا کہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے اور یہ صفت کی کتاب پر ہے
کہ لائیں تھیں۔ اولیٰ سلسلیں عین دیگر و اتفاقات یہیں بیان کے ہم کا عادہ اس قع
پر بے عمل ہے۔ اگر مزدورت نو کی تو آئندہ انکار کرنے کا شکن کروں گا۔

ازرشن توفیقات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ لائیں موافقت کا نقل کر دیا ہے واقعہ جو
عدم صحت قابل تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ دیگر مولیعین بیرون وارثی نے لکھا۔ نہ دسائے
فضیلہ شاہدیں۔ خدام آستانہ کو خبر ہے۔ خدام مخصوص کو علم ہوا۔ صرف موافق موصوف
کا بیان ہے وہ بھی پیغامی ہوا۔ لہذا ایسی خبر واحد اور ایسے اہم مسئلہ کے ذمے جس کا نہیں
عقائد سے خاص حل ہے کچھ نکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔

لیکن یہ ممکن جملہ والبستان بار کا ہے وارثی کا اس اہم ترین واقعہ سے خبردار نہ
ہوتا۔ اور بارہ میل کے فاسلے پر موافق موصوف کا دندکی روائی سے مطلع ہوتا۔ گو
بلقا اعلیٰ عقل کے صریح خلاف ہے مگر ہم اپنے راستہ باز موصوف کی شہادت کو بے بنیاد بھی
ہیں کہہ سکتے۔ اس داسطے تطبیقیں یوں ہو سکتا ہے کہ شاید موافق نے یہ واقعہ عالم روایا ہیں کیا ہو گا
اسٹے اپ کا مصدقہ فرمائیں یا جائے خود درست ہے اور جملہ غلامان دارثی کا لاعلم ہزا بھی صحیح ہے۔
ہندا اس منحصرہ تفیید سے موافق موصوف کے مصدقہ و قدیمی حیثیت کا جب کوئی بخوبی
انکشافت ہو گیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلیں اس کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ
سید محمد ابراہیم صاحب کا پہلی مرتبہ رام پورے کب اور کس تقریب سے آنا چاہا۔ اس داسطے
کہ شاید ممکن نہ کوئی اس کے قبل دیوبھی تشریف آئے کا تفاوت نہیں ہوا تھا۔ بلکہ بعض اسباب
قدرت تا یہ لاحق ہو گئے نہ کہ خالد ای رسم و راد کا سلسلہ عصر صدر از تک متوقف رہا خپڑے
منجل دیگر اسbab کے دو سبب زیادہ نہیں معلوم ہوتے ہیں۔

اول وہ تقریب کا ترتیب جو آمد و رفت کا خاص اور بہت بڑا دریجہ ہو سکتا ہے وہ
نہ قبده عالم کی ذات بابر کات کے ساتھ نہ کتا۔ لیکن وہ اس لحاظ سے بیکار ہو گیا کہ جب حضرت

عنوان شباب سے باختصار نہ کابل اور باعتبار قیود و مشرب دنیا و مافیا سے برداشت
ذرد ہا۔ ایسی حالت میں خاندانی ارتباط کیز کرتا یہ کام رہ سکتا تھا۔ اگر کلیتیہ اور بحد احترام آپ
تعلقات عالم سے فقط قطعی زیر بارے تو افراد کی آمد و رفت کا سلسہ بھی منقطع نہ ہو جاتا۔
علاوه اس کے سید صاحب موصوف کی آمد و رفت میں مت مدینہ تک رکاوٹ فیکم
رہنے کا درس اس سبب یہ ہوا کہ در اصل صفات حضرت حاجی سید خادم علی شاہ صاحب علی اللہ
مقامہ جب طن مالوت سے کنارہ کش ہو کر کھنڈیں ہمیشہ کے لئے قیام فراہم ہوئے تو میں مستقل
مہاجر ت کا انتہی ہونا لازم تھا کہ اس رتباط لیگا نگت میں ہڑ پکھ ہو جائے۔ جو دو شش
پر دش رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے اور مزید بڑاں بعد وصال حضرت سیدنا قدس سرہ آپ کی
اہمیت صاحزادیوں کا عقد نکاح فرمائیج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں اور کھنڈیں کوئی
درہا تو یہ القلاب عظیم ایسا پیش آیا کہ مفترضہ اب اب براہمی اس قدم غیر مالوس ہو گئے کہ
اس لفعت صدی میں قریب ہے کہ شادی اور عینی کے تعدد و اتفاقات اور حادثات روکتا
ہوئے ہوں گے مگر طفین کے دلوں سے انعام کی یادیں فراموش ہو گئی تھیں کہ تہذیت اور
تعزیت کا خط بھی ایک تے دوسرے کوئی نکھایا جو دیکھا اب براہمی کو بخوبی معلوم تھا کہ سینا
حاجی سید خادم علی شاہ صاحب کی بڑی صاحزادی سید جبیل مقبول الشمار صاحبہ امپوریہ
اپنے بیٹے سید جبار ایم صاحب کے ساتھ تھیں جو ریاست کے دیکھ بھی ہیں۔
لیکن اس تفرم کے بعد جامع المتفقین نے برسی کی در افادہ ہستیوں کو جب مل دینا
منظور فرمایا تو خلاف ایمپوریہ صورت پیش آئی کہ قصہ کے شہروں میں مولوی فرید الدین احمد صاحب
نما پنچ بڑے صاحزادے مولوی فرید الدین احمد صاحب کی شادی میں بکمال ادول العزیز یہ
انظام کیا کہ ماسٹے اد باب براہمی کے قرب جواہ کے مفتراہ مرزا حضرت کو بھی
مدعو کیا۔ بلکہ یہ اہتمام بھی نہ میا کہ وہ اہل تراہت جو عرصہ بعد سے د من
مالوت کر خیر اباد بکر در سرے شروں میں بالاستقلال آباد ہو گئے تھے۔ اُنکی وجہ سے

برادران رسم دراہ کی پابندی ہو تو قوت ہو چکی تھی ان کو بھی پادری بلیغہ بلا بیان و بعد عدالت
کے پڑھ مردہ شدہ اس نسل ایک نگت کو از سر لٹوتا زادہ کیا۔

از آنکھ مسجد صاحب و صوفت کی دالدہ کمر کو بھی اسی عبور فنا کے ساتھ
یہ عوکیا۔ جو خاندان حیثیت سے مددود کے شایاں شان نہیں۔ اور برادرانہ برتاؤ کے
لی اسے موصوف بھی معاپے صاحبزادے سید محمد ابریم صاحب کے تشریف لا لیں اور
شادی کے جملہ مراسم میں اسی طرح شرکت ذمہ بھائی جو ایک عرب تریب کا فرض ہونا ہے۔ مگر
سید صاحب گوشہ شادی کے مخصوص مراسم میں شرکیب ہوتے ہے لیکن قیام آشتانہ پر
فرمایا۔ حالانکہ میبل کائن کی وجہ سے زائرین کا ازدحام نہیں۔ اور کافی آرام نہیں مل اگر
آپ نے اس تکلیف کو بھی بخوبی گوار کیا اور تقریباً دو مہفتوں کے بعد والدہ مغفرہ کے ہمراہ
رام پور دا پس گئے اس وقت سے آمد و رفت کا سلسہ جاری ہو گیا۔

الحال کسی وجہ سے کبھی نہ ہو مگر غیر مسترد راویوں نے اس دانقہ کی اصلی صورت
کو سراپا پر دل دیا اور موافق جلوہ دارث نے بھی نہ اس واقعی حقیقت دیکھا۔ فرمائی
اور نہ درست کی تکلیف گواہان اور ایک اور ایک غیر مربوط عنوان سے اس دانقہ کو نقل کر دیا۔ جو
پیشئے برجت کے مسلک و شریب کے صریح منافی نہیں۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ اسی ایک واقعہ پر موقوف نہیں ہے۔ لائق مؤلف کے نقل کردہ
واقعہات میں عموماً یہ نتائج ہیں کہ بعض بوجہ عدم دلائل کے ایسے تجوہیں ہیں جن پر
موضوع ہونے کا اطلاق ہو سکتا ہے بعض غیر محروم اس قدر ہیں کہ ان کی صحیح تاہمکن
ہے۔ بعض خانجہ الاسناد ایسے ہیں کہ جن کی صحت پر اب بہش ذکر کا صادرنگیں گے۔
اوپر نقش تو تقریب تقریب برداخمہ میں نظر آتی ہے کہ ان کے سطحی دلائل اور ناتمام
 مضامین کی ضعیفہ اور گری ہوئی حالت کا ایسی محرومی اور کمر و حیثیت دکھائی دیتی ہے
بیسیے عوام النہ سنتی سانی باقین آپس میں کرنے ہیں۔ حالانکہ واقعہ کے بعض حصص اگر

صحیح بھی ہوتے ہیں۔ تو یہی متفقہ اد شان نہ ہوئے سے کم از کم مؤلف کی عدم واقفیت اور
حمد و معلومات کا صاحب اٹھا رہتا ہے۔

مثال مؤلف نے صفحہ ۹۵ میں حضور قبلہ عالم کے خدام خاص کی تفصیل میں دام علی
شاہ صاحب رحیم شاہ صاحب، بدنام شاہ صاحب، محمد شاہ صاحب، فیضن شاہ صاحب
اڑاؤ شاہ صاحب کے نام نامی بکمال و صناحت تیبلہ فرمائے ہیں اور درحقیقت خدا م
وارثی کے اسمائے گرامی صحیح کی ہیں۔ صرف اڑاؤ شاہ کا نام اس نمبر میں بالکل غلط ہے
یہ حضور قبلہ عالم کے فیرہنڈ پوش ہزوں سختگر خادم خاص کے عہدہ پر کمی معمور ہیں ہوئے
لہذا مؤلف موصوٹ کی غیر متفقاً معلومات کا یہ اتفاق ہے کہ خلاف واقعہ اڑاؤ شاہ صاحب
کا نام خدام خاص کی فہرست میں لکھا ہے۔

قطع نظر اس کے خدام خاص کے عہدہ خدمات کی پیغمبر اصلح فرمائی ہے کہ جو مقدم
تھے ان کو مونار درجہ موخر تھے ان کو مقدم کر دیا ہے۔ ادراں کا نومراحتاً بھی ذکر نہیں
کیا کہ خدمت اس منصب جلیلہ پر کب اور کیوں تحریر فراز ہوتے اور کون اس عہدہ نگی
پر کتنے عرصہ تک متعود رہا۔

اس واقعہ سے بھی مؤلف کی عدم واقفیت کا کافی اٹھا رہتا ہے اور اپ کی تحریر
زبان حال سے شاید ہے کہ عوام انس کی زبانی سنی ہوئی خبروں کو آپ مصدقہ واقعات سے
تعمید فرماتے ہیں۔

علی ہذا صفحہ امامیں مؤلف نے بار بار کاذک کیا ہے۔ اور حضور قبلہ عالم کے قدیم
خدمت گزاروں کے نام نامی اور بعدہ چھ تعلقداروں کے اسمائے گرامی جو نقل فرمائے
ہیں وہ کلیتہ صحیح ہیں۔ لیکن سرسری نظر سے بھی اگر دیکھا جائے تو باعتبار حقیقت حال مؤلف
کی محدود معلومات کا سنایاں طور پر اکھنثات ہتا ہے۔

اس داستکاری اپ کرنے میں کہ حضرت سلطان الاولیاء شیخ غلام علی صاحب سے بارض

ہو گئے اور باری بند کر دی۔ یہ بیان خلاف دادخواس وجہ سے ہے کہ شیخ غلام علی جمبا
عون گھبیٹے میاں کا انقلال ۱۸۹۳ء میں ہوا۔ ادبیان کے بعد مردم کی دنترینیک اخترنے
اس نہیں تک کو عرصتیک نجات دیا۔

پھر موصوف نے لکھا ہے کہ پچھے تعلقدار دل نے صدق دل سے اپنے اپنے اخراجات
سے ددد ماه کی باریاں مقرر کر دیں۔ یہ فحصہ کو صحیح ہے مگر سب عنوان سے لکھا ہے وہ طریقہ
کا محتاج ہے کیونکہ یہ باریاں بوجوہ ادختن ادفات میں مقرر ہوئیں نہ کیک وقت۔

پہلے صرف بار شاہ حسین خالصا ہب وارثی عرصتیک خدمت گزار رہے بعدہ
عباس حسین خان صاحب وارثی اور چودہ بھی لطفت حسین خان صاحب وارثی بھی
شریک ہوئے اور ہر حضرات کو چار چار ماہ کی خدمت تفوییش ہوئی۔ اور ایک سال کے
بعد راجہ دوست محمد خاں صاحب وارثی بھی مستدعی ہوئے اور چار دل حضرات
کو تین تین ماہ کی خدمت مل گئی۔ کچھ عرصے کے بعد راجہ شیر محمد خاں صاحب
وارثی اور تین سال کے بعد راجہ دوست نرائے شاہ صاحب وارثی بھی شریک ہوئے
اور اس وقت سے ددد ماه کی خدمت تقسیم ہو گئی۔

یادبھی شریعت میں حضور قبلہ عالم کے قبام کے واسطے جو مکان مخصوص تھا۔
اس کا نقشہ بیان کرتے ہیں پر زور بھیک ساتھ صفحہ ۹ میں مؤلف موصوف نے لکھا
ہے کہ پورب جانب کی صحنی میں پختہ قدیمہ بنائتا۔ اس سے موصوف کی صنیف محلیٰ
کا اندازہ ہوتا ہے کہ عوام سے سنی ہوئی بات ہے جس کو مصعدۃ الہکر لکھ دیا ہے اور حقیقت
مال سے واقعیت نہیں ہے۔ کیونکہ واقعیت ہے کہ اس صحنی میں چھوٹی ٹسی ایک چوکی
استنبتے کے واسطے رکھی تھی۔

الحاصل لائن مؤلف نے اکثر واقعیات کا ذکر کرای ٹریکسے کیا ہے جن کے مطالعے سے
آپ کی محدود واقعیت کا انتہا ہوتا ہے اور صاف علوم ہوتا ہے کہ سنی سنای با توں

کو موصوف نے قلمبند کیا ہے حالانکہ ان اُنیٰ داقعات کا مشیر ہے پر کچھ اکثر ہمیں پڑتا
اسی دامستلیں نے تکمیلہ ذکر کیا ہے کہ ناظرینِ داقف ہو جائیں کہ مدد و حنفے کیسے کیے
داقعات کو مسدود فرمایا ہے۔

چنانچہ جس طرح مؤلف موصوف کی اس تباہیت مبنیت کا کوئی داقفہ نہ ہوں یا فیر
مروف اور کوئی لشناخ تکام نظر آتا ہے اسی طرح آپ کی الشناپر داری کی بھی
الوکھی شان ہے جو سلاست اور فصاحت کے حدود تک درست سراپا ہے بیاز ہے۔
بلکہ آپ کی متفقی اور سمجھ عبارت کا یہ انداز بھی اپنی نظر آپ ہے کہ اکثر جلوں کا منہوم
سمجھنا دشواری سے خالی نہیں ہوتا۔

تبقید کلام منظوم | ادراں بے عدیل صفت سے آپ کی عبارت نہیں موصوف
ہیں بلکہ آپ کا کلام تنظیم بھی اس خوبی سے مدد نہیں ہے۔ کچھ نکام اشارات اللہ آپ شاعر بھی
ہیں اور صفاتاً تخلص کرتے ہیں اور اپنا منتخب اور مابینانہ کلام اپنی کتاب میں لیٹوں نہ ایش
اکثر مقام پر ارقام فرمایا ہے۔

لہذا مثال کی صورت سے مؤلف موصوف کے بعض برہستہ اشعار نقل کرتا ہوں
چنانچہ حضور نبی عالم کی تقریب دستار بندی کے ذکر میں ابتدی تہذیب یہ ریائی جس کو
آپ کی طبع موزوں کا معرکہ الارا کا نامہ کہنا بے عمل نہ ہو گا۔ تھوڑے ہمیں تحریر فرماتے ہیں۔
مبارک ہرید دستار مبارک شاہ دارث پر یہیں دامت علی شناہ دلایت شاد دارث پر
یہی تو سر دلبستانِ محمد اولی کے ہیں جیسیں دفائل کے جلدہ ارشاد شاد دارث پر۔
یہ عدیمِ اینیز قطعہ پر بنکہ مدت میں ہے اور دستور ہے کہ مدحت کسی زبان اور کسی
عنوان سے ہو اس کا صلد ملاح کی صداقت بیانی اور مدد وح کی عنایت دھرم بان پر
موقوف ہوتا ہے اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر مدحت مشتمل پر خلوص دار دلت ہو تو ملاح اس
کی جزا کا مزد مرستخی ہوتا ہے۔

لیکن اس باب میں میرا نقطہ نظر ارض مصائب کی تعمید گز نہیں ہے۔ بلکہ صرف اسیں قواعد علمی سے بحث کرنا مقصود ہے جن کی پابندی کا لحاظ رکھنا حضرات اعظمین کے واسطے ارباب علم عرض نے لازمی گردانا ہے۔

چنانچہ دیکھتے ہیں کہ شرعاً متقدیں جہوں نے ضوابط عرض کی پوری تعییل اور کامل اعتماد کی ہے ان کا کلام اس قدر مستند اور قابل اعتبار مانا جاتا ہے کہ اہل ادب ان کے اقوال بحث اور استدلال میں پیش کرتے ہیں۔

لیکن مؤلف موصوف کی اس بنی عدیل ربائی کی چوحدی کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو جیکے ان قواعد عرض کی پابندیوں کے خود موصوف ہی کے اجتنادی اصول سے مخلو نظر آتی ہے اور نایاب طور پر معلوم ہونے لئے کہ جس طرح سُنَّۃ ہجری کی اس چوہ دہروں صدی کا آنکاب جب قریب لفظت الہمار سپنی اور اہل ہند کے متحمل شدہ طبائع میں قدم تسلیم ہیجان پیدا ہوا کہ مرد فرد کو شخصیت کے جوش نے ایسا مرد میدان پنا دیا کہ قید طاعت سے بیڑا ہو کر اپنی نقطی میراث لجئی کامل آزادی کا طلبگار ہوا۔

اسی طرح عالی خیال مولف کی جدت پسند طبیعت نے عوض کے بوییدہ اوراق کی تیقید کے طون گرال سے اپنی گردن کو بسکبار کیا۔ بلکہ استعارات و تشبیہات سے جن کو آرد سے واسطہ اور لکھفات سے سرکار بے دست برداشت کر بالکل سادہ ملکر خود ساختہ اور انہیں انگ انتیز کیا جتی کہ نشت الفاظ کی تیقید بھی آپ کے مظلوم العناں خیال کو ایسی ناگوار ہدمی اور محنت میں کا دوسرا بیکار نظر آیا۔ اس نے تنظیم اشعار میں یہ بے لکھت اور آزاد اور قیل پسند فرمایا کہ لبیکی غورا در نکر کے جس لفظ کو جہاں چاہا نہم پرداشتہ تکھدی یا اور جو حرفت اس کا زائد نظر آیا اس کو محذوف سمجھا اور چند یہ کا وکل جہلوں کے مجموعہ کو شعر بلکہ شیر نیستاں جانا۔ چنانچہ اپنی صفات سے یہ ربائی سرپا موصوف ہے اس واسطے اگر اس کو موصوف کی جنم موزوں کا اجتناد کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

غرض الی مرضت ربائی سے جو سراپا آزادی کے تھی زیورات سے آرتا ہے شناس
ہو جانے کے بعد اس کی مزدودت نہ تھی کہ حضرت صفا کے دیگر اشارت مکتیلاں کا شکر کرنا مگر
شاید یہی طرح ناظرین کو بھی یہی دہوئی ہو گی اس خیال سے موصوف کی دوسرا فتحی
غول جو صفحہ ۲۱ میں مطوبہ اس کے دشمن کا شکر کرتا ہوں ملاحظہ ہوں۔

شکر دیں دشمن کوچھ ہے یعنی ملکیت ہے تو یہ احمدؐ مصطفیٰ
جل جہک در دل یکان دوں جو کوئی نہ تھکو دو ایک بار پیارے پھر تو کہ احمدؐ مصطفیٰ
یہ دولل شرکی موصوف کی اسی خانہ ساز صفت سے متور ہیں کہ تمام قیود سے آزاد اور
جملہ لکھات سے سزا خدا نہ کو است نہ تقاضی کی پابندی نہ غبار صحت سے الفاظ کا شفاف دامن
آؤ دہے۔ اور فی الحقيقة یہ اشارہ بھی باعتبار صفات شاعری الیا بلند پایہ رکھتے ہیں
جن کا کسی شاعر کے کلام سے موائز کرنا میرے خیال میں گناہ کیرہ سے دادا پنچہ بڑا جرم ہو گا۔
کیونکہ یہ ذمہ دیت نہ غالب کو شفیب ہوئی شیر صفت میر کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ بلکہ
پچھو تو ایسے اچھے نہ رہیں اور ایسے سلیس اور مرض اشارہ کھانا ہمارے باس غامولف
ہی کا کام ہے۔

بلکہ عذر سے دیکھتے ہیں تو صفات نایخ زیان حال سے شاہد ہیں کہ یہاں شاعری کا
پہلا سیاح اور علم عرض کا موجود اور مدون شبلیل بن احمدؐ تھی ہے جس کو ناز تھا کہ میں نے اپنے
ہمایی علم سے پندرہ بیرون الی مسخر کی ہیں جو ایوان شاعری کے بام بلند کا استوار
زمین ہے۔

علی ہذا جب سر زمین ایران میں علام ابو الحسن خاٹش پیدا ہوا جو علم عرض کا کامل عالم
خانواد کے اجتہاد کا پہبخت بڑا کارنامہ شمار کیا جانا تھا کہ اس نے سولہویں صدی میں ایجاد کی
اور کچھ عرصے کے بعد پہنڈ شرائے علم نے جرفن شاعری کے بہترین ماہر تھے۔ جب یہ
تین بھریں جدید قریب دشائل مسخر جنم رہیں تو وہ دنیا کے عرض کے سکران میں ہو رہے گئے۔

اور موہین نے ان کا نام مجتہدین کی نہست میں بکھرا۔

غرض اپنے ایسیں بجروں پر شاعری کی بنیاد تھا یہ ہوئی۔ اور اسی تنکم بنیاد پر شعریے متقدیں نے بزاروں خوشنا اور عالی شان عمارتیں بنائیں اور آج تک اپنیں بجروں کی استھانے نہیں جبکہ تخلیقات کا اثیباً کرتے ہیں تو ان کے جذبات کی دلچسپی تصویر ہوتی ہے۔ اور اپنیں ایسیں بجروں کو کسی شاعر نے منظوم دائرہ میں مدد دکر دیا ہے۔ وہوہنہا رہر خیفیت دریں منسخہ دگر مجتبث ببینیہ و افراد کامل ہر چیز طویل جدید مشاکل دمتعارب سریع و مقصوبت مضرارع و متنارک قریب و نیز مدید لیکن تعجب کیا اب تک زمانہ کا یہ دوسرتی کہ ہر گز سے سے روزانہ ایجاد داختریں کی خشگدار آوازیں آتی ہیں مگر مدت مدید سے فن شاعری کے لفاظ و اصول میں کوئی تجدید یعنیں ہوتی۔

ادریز خبر دیتی کہ قدرت نے ایک شخص کو پیدا کیا ہے جو شاعری کے بوسیدہ اصول کو اس سفر ناہ کرے گا اور اس کے مدد و فوائد کو ادا نہ اہتمام و اختمام سے بالا اور بلند کر دے گا۔ چنانچہ وہی صورت پیش آئی کہ لائل مولف موجدد اور مجدد عرض کے دام تلقینے سے قطعاً آزاد میں اور آپ کی شاعری کا اپنیں مذکورہ چند بجروں پر اخصار نہیں ہے۔ حالانکہ ممدح الصفات ایک گاؤں کے باشندہ اور غیر معروف شاعر ہیں۔ مگر آپ کی جذبت پسند طبیعت کا یہ عجیب کثرہ ہے کہ بہبیت خاموشی کے ساتھ شاعری کے اس تنگ ذرا یک راستے کو غایت وسیع اور کشادہ کر دیا۔ اور متعدد بھریں الی صاف و شفافت ایجاد فرمائیں جن کا نہ خواجہ نصیر الدین طوسی کے رسالہ معیار الاشعارات میں ذکر ہے: ملا محمد بن القیس مصنف حدائق العجم، کاذبِ رسان کو دریافت کر سکا۔

اور لائل مولف ایک چہنہ کر کے اپنی خاذن ساز بجروں میں جن کا نام بھی کسی ایں عرض کو معلوم نہیں۔ ایسے ایسے برجتہ مگر مخلوق شعر کرتے ہیں جن کے معنی اور مطالب سمجھنے میں موجود ہ

شاعر ناصر میں۔

قطعہ نظر اس کے شعروی کا یہ طبق بھی شاید آپ ہی کا ایجاد کردہ ہے جو بہت آسان بھی ہے اور اپنی لذعیت اور خصوصیت میں ذریعی ہے کہ پوری غزل کے اشعار اگر بیان ایک بھر کے چند بیرون میں لکھے جائیں تو وہ غزل اپنی اس صفت کے اعتبار سے لا جواب غزل بھی جائے۔

بلکہ غزل کا ہر مصرع اگر جدا گاند بھر میں ہو تو شاعر کی معدamat گوناگول کی بین دلیل ہے۔ چنانچہ شاید اسی وجہ سے مؤلف کے ہر دو اشعار مذکورہ کا ہر مصرع اپنے ساخت کے درمیں مصرع سے دنکن ہیں کبھی بلکا یا بھاری اور بعض دلول میں کبھی لمبا یا چڑا نظر آتا ہے۔ علی ہذا لائق مؤلف صفحہ ۱۹ میں پھر لکھتے ہیں:-

• سب کے مولا سب کے آنپیکار انہی کے حب فیض درجت کے دہ دریا ان جگہ انکوئیں
• عشق سب کو کیوں نہ ہو محبوب خالق ہیں ہی اچ پردہ عنیبے جلوہ من آئے کو میں
یہ دو شعر پندرہ اختصار نقل کے ہیں درست یہ غزل چھوٹ شرود کی ہے اور مؤلف کی اس مخصوص صفت سے مراد ہو صوت ہے جو آپ کی ایجاد کردہ ہے ایعنی صحت افاظ کی عزیز نہ طیہ معانی کی شرمذناہ احسان۔

قرینہ ہے کہ لائق مؤلف نے یہ صفت اپنے اشعار میں مناسبت سے رکھی ہے کہ لفظ شعر اور شیر میں باوجو دیکھ تجھیں خلی ہنیں ہے۔ مگر کثرت استعمال سے آواز دنوں کی چھٹنکی کیاں معلوم ہوتی ہے اس لحاظ سے آپ کا ہر شعر ہر لشیر کے ہوتا ہے اور عموماً دشیر ایک جنگل میں باہم ہنیں رہتے دی رعایت ہے کہ آپ کی غزل کے دشیر بھی ایک دوسرے سے دست دگر بیان نہیں بلکہ آپ کے اشعار کا ہر مصرع اسی نسبت سے منتاثت ہیئت رکھتا ہے۔ کشیر کے پچوں میں بھی نیز کے عادات اور خواص ہوتے ہیں۔

یا یہ صفت اسی اعتبار سے ایجاد کی ہے کہ جس طرح مؤلف نے قافیہ کی شرط کو لازمی

ہنسیں گردا تا۔ اسی طرح بھر کی پاندی کی بھی اس وجہ سے انسادی کا یقینوڑی پاندی بھی دشواری یقینی اور اس در درسری کو بیوں آسان کر دیا کہ جو مصروع جس بھریں باختہ آیا اس کو نکھل لیا اور جب دس بیس صراغ جمع ہو گئے تو اس ذخیرہ کا نام غزل رکھ لیا۔ اولیٰ و معنوی رعایت کے جھگڑوں سے توجہات کا پر شعر بالکل پاک و صاف نظر آتا ہے۔

مگر حکیم صفا صاحب کی خدمت میں یہ خرد عرض کر دیں گا کہ غزل کی اس ترتیب کو ممکن ہے کہ طبی محادرہ میں مجون طرف بھی کہتے ہیں لیکن ارباب نظرافت کی اصطلاح میں اس طریقے کو دیلوانی ہانڈی کہتے ہیں۔

ادیا کی صراغ غزل مولف موصوف نے حضور قبلہ عالم کی تاریخ وصال کی حدود میں فرمائی ہے چنانچہ صفحہ ۲۸ میں آپ لکھتے ہیں۔

نقارہ کرتا رہتا ہوں ہر ایک تاریخ پسلی کا شناخوان میں ہمیشہ رہتا ہوں تاریخ پسلی کا مرے شاہنہشیر والا کی آمد ہوتی ہے اسون کجس دن چاند ہوتا ہے مری تاریخ پسلی کا مرے آتا ہوئے دھل خلے چاند جب نکلا صفر نما دن جمد کا خاص فریاد تاریخ پسلی کا بیا ہتمم مجسم کو اسی تاریخ پسلی کا بھپا فرش مصفاً منتظر تاریخ پسلی کا ہوں خادم پیشواؤں کا اسی تاریخ پسلی کا قدم رنجیں فرماتے جو دن تاریخ پسلی کا شناخوان میں بھی ہو جاتا ہوں اس تاریخ پسلی کا محبت کا یہ تھا ہے اسی تاریخ پسلی کا ہوا فضل خدا محمد پر مرا ایکاں رہا قائم کمیری روح میں بتئے ذکرہ تاریخ پسلی کا ہزار دل عین کو قرباں کر دیں پر لمحہ صفا تو جان دل کر دے غذا نیا تاریخ پسلی پر کتنے پر کاہے دھل اس تاریخ پسلی کا

لائق مؤلف نے یہ مرض غزل پنی کتاب کے صفحہ افریم تبلیغ فرمائی ہے اس مناسبت سے یہ زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کہیں بھی موصوف کے صفات شاعری کی تینیقند کو اسی بحث پر معذرت کے ساتھ ختم کر دوں۔

اور اس غزل کے مضامین سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف مددوح بیتہ تایخ وصال رہنمائے برع کامہ نقل پر تکلف طریقہ پر کرتے ہیں۔ خدا نے برنز آپ کی اس محنت خدمت کو قبول کرے اور جتنے خیر مرحمت فرمائے۔

لیکن اس غزل سے بھی آپ کے ایجاد کردہ صفات شاعری کا کافی اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ اول تعمد وح کی میانہ صنعت کو غزل کے ہر شعر کا قافية جدید ہے۔ اس ممتاز صفت سے یہ غزل از مطلع تامقطع سرایا موصوف ہے کہ اس غزل کے بارہ شعر ہیں۔ اور ہر شعر کا قافية جدا گا رہے یہی وہ اجتناد ہے جس کی نسبت اگر یہ کہا جائے کہن شاعری نے تیا جنم لیا ہے تو یہاں جدا گا۔ دوسرا غایاں صنعت یہ ہے کہ مؤلف مددوح نے ایسا مکمل نظم افراطیا ہے کہ پوری غزل کا ہر ایک قافية ایسا الگ تنگ رہتا ہے کہ دیت سے دست و گریان ہڈنا گیسا۔ معمولی طور پر چانہ نجیبیں بھی نہیں کرتا۔

تیری قابل تدری صنعت یہ ہے کہ جملہ الفاظ اپنے مفہوم و مقصود کے محافظ اور پرداہ داری ہے یہی کہ غور و فکر سے بھی مطلب کا انکشاف نہیں ہوتا۔ شاید اسی صنعت کو ”المعنى فی بطْنِ الشاعر“ کہتے ہیں۔

خلاصی یہ کہ عالی خیال مؤلف کی فسول ساز جدت نے صد بہاں کے بڑھے عرضی کی ایسی کایا پلٹ کی اور اس کے معدود احاطہ کو ایسا وسیع میدان بنادیا کہ جس میں اپناؤں کی بلا تکلف گھوڑ دوڑ ہو سکتی ہے۔

الفرض قبل اس کے کہ جس طرح کھوڑی صراحت سے مؤلف موصوف کے نقل کردہ داشت مصدقہ کا چہرہ ایسا بے نقاب ہو گیا کہ رہ شخص ان کی حقیقت اور ماہیت کا اندازہ بخوبی کر سکتا ہے۔

اسی طرح مددوچ کے شاعر ان مذاق اور قابلات لازمیزیر کی فصاحت اور بانعت کا بھی اس منفرد نظر کے اٹھا رہ گیا اور ایسا فاریں اس کا تصییغ بھی نہایت آسانی سے کر سکتے ہیں کہ جس بتوافت نے نیوں دل و افغان تسلی کے ہوں اور بیشیت شاعر ایسی پرشیان نہیں جیسا کہ ساتھ درج کی ہوں اس کے استدلال کیاں نہیں ستد اور قابل سماعت ہو سکتے ہیں ذکر شرعاً داریٰ^۱ اسی مسئلہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ علاوه دیگر خصائص دیکھیاں کے غلام ان بارگاہ داریٰ کے چوتھے ہوئے دل کا علم مامیلان کلام منعلوم کی جانب بھی تیادہ ہوتا ہے امّا طبیعت کو مذاق شاعری سے غیر معمولی طور پر مناسب ہوتی ہے۔

ہم کا سبب بہ لحاظِ مشرب بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صوفیاً کے کلام نے علاماتِ محبت کے ذکر میں ایک مخصوص علامت یہیں لشکر فرمائی ہے کہ الشوق شرطُ المحبَّةٍ یعنی شوقِ محبَّةٍ ہے محبت کا اور چونکہ طیناں شوق کا اٹھا رہا اعلان کرنا منافی شانِ محبت ہے۔ اس واسطےِ محبت اپنے اپنے مذاق کے اعتبار سے ایسا پیر یہ اختیار کرتے ہیں جس کے پرہ ہیں محبوب سے عرضِ حال کر سکیں۔

مگر ماہرین فنونِ لطیفی کی متفقفرائے ہے کہ جذباتِ شوق کی صحیح تصویرِ استعارات کے پار بیک پر دل پر تشبیہات کے نازک اوس بلکہ زنگوں میں نمایاں طور پر دکھانا اس مصور کا مخصوص حصہ ہے جس کو عربِ عام میں شاعر کہتے ہیں۔

اسی لحاظ سے اربابِ شوق حالتِ اضطراب میں شرعاً منعقدیں کے انہیں اشعار کی جن کو عاشقانہ مضامین سے کلینیہ سروکار ہوتا ہے تسلیک خاطر کے واسطے مکر یہ کرنکار قبول ہے اور ان کی اس لمحیٰ پر حادث کا لکڑی شیخ آخیر ہوتا ہے کہ ازالتِ عشق اور نظراتِ شوق سے دہم بیدی موندوں طبع بلکہ بعض واقعہ نگاری میں نام اور شاعر ہو جاتے ہیں۔

اوہ سر کا ز عالم پشاہ کا یہ فیضِ عام تنبیانِ ز دخلائق ہے کہ کاپ کا کوئی حلقوں گوش ایسا ہنسیں جس کے دل میں تقدیر استعدادِ محبت کا جوش نہ ہو۔ اس واسطے اگر یہ کہا جائے

تونا موزوں نہ ہو گا۔ کہ سنا بیت داری شے اپنے اراکنندوں کو ان کے سب طالب ہوندا نہ
محبت و دلیلت فرمایا ہے۔ اس کے خصوصیات کا یہی ایک غیر منفرد تمرف ہے کہ وہ عقیدت
شمار اکثر بالطبع ناظم رہتے ہیں۔

لیکن اس باطنی توجیہ کے علاوہ جزو لکات اور اشارات پر مشتمل ہے ہمارے ساتھ ان متن
کو سخن بخوبی اور سخن دانی کے گہری مناسبت ہوتے کاظماً ہر سب اور سبھت نہایاں ایک سبب یہ یہی
معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حسب مول دربار دارثی میں ہر دانی داعی کو باری باری مزدود حاصل
ہوتی تھی۔ اسی طرح بجز این خصوصیات کے جن کو مزادع دانی کا شرف حاصل ہوتا تھا اور یہاں
زائرین کو دو چار منٹ سے زیادہ حصہ دری انصیب نہیں ہوتی تھی۔ اور یہ قلیل وقت مسئلہ
جمال داری میں گور جانا تھا۔ عرض حال کرنے سے وہ فاصلہ رہتے تھے۔ اور ان کی محیت
لے وجہ بھی نہیں تھی۔ کیونکہ الغفت جو اس راہ میں بہت چھوٹا درجہ اور مراتب محبت کے
ایوان بلند کا پسلازیہ ہے اس کی تعریف ارباب طریقت نے یہ فرمائی ہے کہ "ذہنی میلان
القلب لکھ لائنون" یعنی الغفت کی علامت یہ ہے کہ قلب کو المافت ہی سے سرد کا درجہ
اور قطع نظر اس کے اگر اتفاق سے حاضرین کو انہمار حال کا موقع کبھی بل کبھی جاتا تھا
اور بزم دارثی کو اغیار سے خالی کبھی دیکھتے تھے تو وہ حق نیوش اکثر بجهت آداب طریقت
خاموش رہتے تھے۔ کیونکہ جذبات قلبی کے واسطے ضبط و تحمل لازمات سے ہے۔ چنانچہ
عارف حق خواجہ شبیل علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ "الْحَسْبَةُ لِكُلِّ نَّاسٍ" گھووال یعنی محبت
کی تعریف یہ ہے کہ احوال پر شیدہ رکھے۔

غرض اس کشکش میں کدول کی یہ خواہن کو عرض حل کرو اور اتفاق نئے مشرب پر کہ ساکت
رہو۔ پرستاران صادق نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنے جذبات کو نظم کے پروردے میں ظہار
کرنے لگے جس کی امتیازات قصیدہ ایا بصورت مشتبہ ہوتی تھی مگر آگے در پروردہ طلاقت تا
کسی غریبی پر ایسیں اپنے واردات دیکھیا تھات کا عملانہ نہ کرہ یہ تکشیلا عنایت و پروردش کی امتیازات پر کوئی تھتھی

محشر پر کردہ نظم صوتانہ مضمون آڑاں کا طومار ہوتی تھی۔ مگر بھتی اسے شرح عرضداشت کہا جائے تو بے جانہ ہو گا اور خوش قسمتی سے وہ ارادتمند اپنی اس کوشش میں اس نے امید سے زیادہ کامیاب بھی ہوئے کہ خود حضور قبلہ عالم کو کلام منظوم پسندیدا تھا اس واسطے جانب حضرت اس کو بر عقبت ساعت غرما تھے اور اسی طرح نکات شاعراً اور محاورات کی بندش کی داد دیتے رہتے کہ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آپ بہت بڑے نقائد نہیں اور فن شاعری میں بیدار رکھتے ہیں۔

الخصل یہ طریقہ جو تیک کر شد دو کار کا مصداق تھا۔ مشتاقین جمالِ ولثی کو اس تقدیم مفید معلوم ہوا کہ اکثر برادرانِ طریقت نے مدحت ملائی شروع کر دی اور تھوڑے عرصیں یہ کیفیت ہو گئی کہ دس بیس نظیں روزانہ میں ہوتے لگیں اور حضور قبلہ عالم کی شان بندہ نوازی بھی منتقل ہو گئی کہ عربی فارسی اور دوہنگی کے قصائد و غزلیات بکمالِ پیچی آپ سننے اور سرو ہر رفتہ رفتہ یہ طرز استدعا الیاتری پندرہ بیس کا آستانہ ان قدس پر دوچار ناظم ہر وقت نظر آ لے گے۔ چنانچہ میری حاضری کی قلیل مدت میں جس قدر ملح وارثی گزرے ہیں اگر ان کا ذکر معنوی مراحت کے سامنے نکالش کروں تو وہ فہرست بجاے خدا یکن جیم رسالہ ہو جائے۔ لہذا پڑھا خصاً چند حضرات کے نام اداں کے بعض شعائر تکشیلا کھٹا ہوں۔ جن کے مطالعہ سے ناظرین کو ان کے جوش قلبی کا بذوبی ادازہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ پہلے منشی خداش صاحب وارثی مخلص پشاوند دریا آبادی کا ذکر اس لحاظ سے کرتا ہوں کہ صوف سرکار عالم پناہ کے قدم ملح اور بہایت پر جوش حلقو گوش تھے۔ اور آپ ہی کی ملیخ کوشش کا یہ زین کار نام ہے کہ حضور قبلہ عالم کے ابتدائی حالات دادافات ضبط یقینی میں آئے اور تجھنہ الا صفیل کے نام سے وہ رسالہ شایع ہوا اور اسی مجموع سے جملہ مولیعین بیت وارثی شے ایام رضا عن اسی اعلیٰ حجاتی مسلسل سیاحت کے معنایں افکر کے ہیں۔ اور آپ کی اسی ارادت صادق کا انہیاً را آپ کے کلام منظوم سے ہوتا ہے کہ استعارات

کی نزاکت اور تشبیہات کی بندش کے سامنے کوئی شر فلسفہ تصوف سے خالی نہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک غزل خواجہ عاذناگی غزل پر لکھی ہے جس کے دو شریفیں۔

نفرط بدگایا نہاں دارم بدل پیاں نبی خواہم کہ میند آئیں آں روئے زیبارا
گرفت اطراف عالم راجحیط امر و زان شان مگر سیل سرشک تو بخش آور در بیارا
ادیہ شعر بھی آپ کی ایک غزل کا ہے۔

زابد بزلف دخل و خطت کرنا نظر
کردست جیب دامن دستار نازنار
اور ایک غزل کے تین شعر ہیں۔

کر دسد دود را جو د ملک د د آہم سر سادار د
داد ولدار در دا گر ما را ا دہمہ در د را د دا دار د
ا د ک صد ما مرا ہم آور دہ گر ہلاک آور د ردا دار د
بلک فارسی میں ایک مشتوی بھی آپ نے لکھی ہے جس کی تہیید میں ایک فرضی ناہد
کی محبت کا دلگذار قصہ ہے اور اسی پر دہ میں اپنی حالت کا انہمارا یے خوش عنوان طریقہ
کے کیا بے کہ بقول مولانا۔

خو شتر آں باشد ک سر د براں گفت آید در حدیث دیگر ماں
علی ہذا مولا نا عقل وارثی لکھنؤی کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ مدہبنا اشنا عشری اور
نبا سید اور خاندان اجتہاد سے تھے مگر حضور قبلہ عالم کاروئے حق نماد بیکر زبان صدق
سے اُدیٹک هم اُلاؤ ٹون کہا اور ظل حیات وارثی میں پشاہ گزین ہوئے اور تاحیات مدت
سرائی کی۔ چنانچہ آپ کی تصنیفات میں سے تہتر شر کا ایک تیصدہ جو قیسہ اتحادیہ کے
نام سے مشہور ہے اس کے بعض شریفیں۔

عشاق محا و نید ہر جا ش جملہ جو بیند در کوئی اد پر بیند گم کر دہ دست د پارا
ما مون د آ مناند ا سر ا را بینا ما ایں ہیں باطناند این لب کا نکانتند

چو آں کیل کاں - با معرفت مو اصل
 از سالکان و مل بشه و د مصطفیارا
 ہنام سب طاکبر - مشتق ز حسن م صدر
 مسلمان فارسی بور - آن نقشبند معنی
 یک بود او لیس قرنی - دانش مزایینی
 مقدار و د ہم ابوذر - دال راز دال خانی
 ہم با هزیده کرمی - سسری - جنید و بعلی
 کایں غوث د تطب د ابدال - آیات کبریہ
 خل آلبہ احمد - فتا تم مسام احمد
 اس بیط تبید کے نید محت م درج کی جانب آپ نے گریز فرمائی اور لکھتے ہیں -
 دارش علی چون وح ست - کشتی اتفیارا
 الحال قطب د روان غیرت زبان خان
 الیاس بحر عرفان - اور ایں خلد غنوی
 لقمان حکمت ست او - داد د شوکت هست او
 اذ لم ہی آتش عشق یا سوت ہرگ و پہ
 بہ کلیم سینا - خلوت گ دصال ست
 یوسف بصورت ست او - یعقوب سیرت هست او
 عیسیٰ صفت زہد ست او بیر را ولیمہ
 آخز بیت طاہر - میسے نبی آختر
 نے نے غلط نوشتم - آئینہ عپیت جیس
 یکتا و بے نظیر است - فروغ است دھرست
 مفرد است در قناعت - کیتا است در نعات
 مثل جنید دارد - نجنس د لشکر صبر

امرار اور چوستی اشغال اور پوشش
بسطا می زمانہ۔ معروف رائیگانہ
آں اکرم النفس است آں ظلم الرؤس است
دارث۔ ولی مرادت۔ مدنی ارت دارند
لقطع عینِ میری ہم با آئتا و مینہ
ہم رو حک کر دیجی ہم نہ سک و فرشی
ہر گونہ اخلاقی تلبی و معنوی است
گرتلب داد خواہند۔ پس دادر را بخاند
ای طرح سرکار عالم پناہ کے قدریم خرقہ پوشن ذیقر حیم شاہ صاحب نے خوب صنگے کے
خادم خاص کے متاز عہدہ پر مأمور ہے قبلہ عالم کی مدحت سرائی کے پرداہ میں ہمیشہ اپنے
جذبات تلبی کا انطباق ربان بھا کا میں کیا جسٹی کر حضور کی اجازت سے۔ اپنا تخلص بھی
نادم رکھا۔ اور آپ کی تصانیف کا مجموعہ ۱۳۱۵ھ ہجری میں چھپ بھی گیا جو "یادگار نام" کے نام سے مشہور ہے اور اس کی ابتداء اس سمجھنے سے ہے۔

پر بھوہم دیکھی بختاری پر بھوتا ای

جل کے اوپر بھم بچا یو پر بھتی دیہو بای
پانی۔ پوں۔ اگن اور کھیا۔ دینہو ایک ٹائی
جو گل بن کے جو گل کیوں ہے پی بن تلائی
گھست جب پر گھست ہو دنارت دینہو در گھائی
چڑاکیں کھڑی ہیں اسپر لکھتے ہیں

سبھولی بھالی صورت پر داری
جھم جھم جال چلت متواری

سُندر روپ سلو نے بننا
جیہے چوت تہہ مارت کٹاری
کِتْزِدَبَائے گرت چرمن پر
کِتْنَاَئے کے گرت جو باری
نادم جیاتر سے بن درشن
کب درشن دیسیں توہن ملاری
اکیکھمری کے دو شعر یہیں

داریت موری نیا کے تمہیں رکھوار

الم اتحاد پیغم کی ندیا جو ربیت ہے دعا
تہنیع آئی پر پی بن کیوٹ کوئی نہ بھارن با
لکھ لکھ لہ آپ سمندر کی دُر لالگے او عکار
جیا رجہ تن تقریخ کانپے میں نہیں کپڑے کرا
او رحیم مید عبد الادشاہ صاحب خرقہ پوش بارگاہ وارثی۔ مخلص پتھیر متوطن
منافات گیا جوبہت عالی خیال اور صاحب تصانیف تھے۔ اور ہمیشہ اپنے حالات د
دار دات کا ذکر منظوم عرض داشت میں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی اکی مصنف نظم کے چند شاعریں ہیں

بر در آمد بستہ سُندرمان تو	خانمان اونہہ فتر بان تو
الشادہ باک گویم حمال زار	نیست اکنوں حبا وہ صیر و فرار
الشادہ از کہ باشم چارہ جو	خاک بر سر مید و م ہر چار سو
الشادہ ایں پھر خشمہ بر فتاد	ہر کے از خوش ما نہ زامراد
الشادہ ایں چہ عالم کردہ	نیز بے پر دہ شدی در پر دہ
رحم کن اکنوں حندارا دلبرا	از قیود شرک مخفی کن رہا
رحم کن بر حالت اندہ گیں	انت ربی انت خسیر الواشین
اور آپ کی ایک غزل کے دو شعر یہیں۔	بیرون ز حدود ایں صفات
من مت شراب عشق ذات	سیراب ز حشمہ حیات
تالذت درد با چشمیدم	ایک غزل میں آپ فرماتے ہیں۔

ہر زماں خکل دگر پیدا کئی
جان سالم بیشتر سوچیا کئی
لن ترا نی گہ بگوئی از عشقہ در
گبہ تجبلی بر سے سینا گئی
از تجتیر نوش حبام داشت
تا کجا نشکر رہ انشا کئی
لیکی غزل کے دل شریہ ہیں۔

چند جوئی داروئے مدد گیرے چارہ ساز
داروئے باعشن باشد عشق ما در مان ما
اما ذنم بز حدیث عشن دیگر آسیتے
جان ما عشم بود عشم بود حبا نان ما
میڈا مولوی لطافت سین ساحب : ارمی شمعون شیخ زپورہ عشق مونیکر - جو سر بی
کے متند ادیب اور مقولات کے مکن عالم تھے۔ ان کا عجیب واقعہ ہے کہ ربی اللائل شدہ دعیری
میں حضور قبلہ العالم کا نام نامی سُن کرنا دیدہ شش تا نیارت ہوتے۔ ادا س گردیدی کیا یہ اثر
ہوا کہ دفعہ عادات روزمرہ کے ساتھ نیالات میں کبھی غلطیم اعلایات رونما ہونے لگے۔ چنانچہ
پیش ازیں ان کی طبیعت کو شاگردی سے کوئی فاص مناسبت نہ تھی۔ مگر اس شیفتگی کے نظر
میں چوبیں اشارہ کا ایک تقسیدہ لکھا جس میں شوق قدیموی کے سلسلہ میں اپنے جوہل ماتا
کا بھی انہمار کیا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

لے قبلہ ایمان من گا بے نظر بر من نگن
لے کعبہ ایقان من گا بے نظر بر من نگن
لے پاسخ اراساں من لے جھٹ بر بان من
لے معنی قرآن من گا بے نظر بر من نگن
اسلام من ایمان من گا بے نظر بر من نگن
لے نعمت تو ایمان بود منکر تو شیطان بڑ
لے نہ من نے کافر م ازہر دو فارغ خاطر م
بر تو بود اذ عسان من گا بے نظر بر من نگن
لے ساتی دو ران من گا ہے نظر بر من نگن
نادیدہ دیدار شما۔ چوں اویش باشم بتلا
تو لے محمد زان من گا بے نظر بر من نگن
غرض کچور دنگک یہی تقسیدہ شب در دن کا دلیفہ رہا۔ لیکن عجیب الدعوات نے
ان صدق و خلوص کا یہ نظرہ مرحمت فرمایا کہ شروع شعبان میں داخل سلسلہ ہو کر طلب حمایت

داری میں پناہ گزین ہو گئے اور دوسرا قصیدہ جو پیش کیا اس کے بعد زان شمار یہیں۔

حرب مردانہ زن سیّہ صد چاک شوم	دل چوبیش کشته شود عرش شہپاک شوم
سر گفت حلقہ خونیں لفڑاں زیب بدن	باہمید کیہ شہید بیت سفاگ شوم
خون حسرام چو بہنہ کھنڈیا می آید	جال بگوید کہ براہن خوش ناشاک شوم
شاک بیش دنشاطنیکہ بداریں ہنہ	در دعشت تو بدل گیم ٹھناک شوم
شہزادم چو گند عزم شکار دل من	نیستم جاں صیدنگہ بدیہ فڑاک شوم
نقدہ سوختہ ام نفس عدو لیک لسوخت	آتشے زن کہ زفا کادہ ٹھناک شوم
ملج کے معزی هر ارادات اور خواہشات کو مندوح نے گہاں تک پورا کیا۔ اس کی توجہ	
ہیں۔ مگر بظاہر یہ عز و در دیکھا کہ حصہ قبیلہ عالم نے مخالف ہو کر اس منظوم عرضداشت کی سما	
فرمائی۔ اور مسروہ ہو گئے۔ بہر گفت کسی وجہ سے کیوں نہ ہو۔ لیکن معذنت موصوف کا	
یہ دستور ٹھر گیا کہ جب حاضر عدمت ہوئے تصدیق نہ ہو پیش کیا۔ چنانچہ اسی دران میں ایک	
نظم چو سرایا مذہب اس بنت سے مہمور۔ اور ہفت اسی خرد کی طرح پر لکھی گئی تبیین	
کی جس کے چند اشعار یہیں۔	

من قبلہ راست کردم بر سرت خوش لقاء
انہیں دا برو اش غارت گر چہا نے
جنور می پر سخن ظالم دراز دستے
جهتاب بے جوابے خور شید بے نقابے
دزدیدہ گن بھگاہے از دل کشم من آسے
اذ انجلم موصوف نے ایک اور تصدیقہ لکھا۔ جس کا مطلع یہ ہے
لے تصریح بلند زپرو از من کمن سیدان من راخ نزد گ تو سن سحن
اس مرکۃ الاراقصیدہ کے کی تہیہ کیا چاں اشعار میں ایسے خوش عنوان اور دل گذا

پیرا یہ میں لکھی ہے جس نے نفسِ معنا بین کو اور زیادہ پُر اٹر کر دیا۔ چنانچہ اس تقدیم کے مطلع ثانی کے ساتھ چندا شمار تکشیل انقل کرتا ہوں جن سے مصنف کے واردات و کیفیات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

مطرب بیا پر دہ دیگ سر و دزن
آب حیات دہ بین مردہ فتدریم
جاسے بدہ کد دیدہ حبان رالبردہ
دہ ہجر تار تابحی رنج و عنم کشم
شوخے ہر آں گشتہ بعده شان جلوہ گر
کافتر بتے کہ دین سلام بر دبز در
تارے بعد بہانہ کند صید عاشقان
پھر قریب اختام مدح سے استدعا کرتے ہیں۔

ساقی بدہ بساعنر تو بادہ کین
مے حبان دہ بزہ صد سادہ دکفین
گفندز دئے حق نتوں دیش پم من
مے دہ کہ بگزرم ز خودی دز خوشتن
روز ازل گریست سبقمانے مکدفن
تر کے کہ د غارت ز نار بر ہمن
گا ہے ز تیر غمزہ گہ از ز لعنت پرشکن

در دیکہ جملہ علت مارا و دا بود
در دیکہ بدمگ بود ہر ز حبان تون
رقصان رو د بشون سوئے او لین طن
بے غسل لاشہ من دی بے گور بکفن
ناکر وہ کس نماز برد نے د عاء خیر
گفتہ ہر آنچہ گفت دل پر ہوس مگر
بلکہ ایک تقدیم کی تہیمیں مول دارثی ردوئی شریعت کی مدحت۔ شاعر اذ پیرا یہ
میں اس خوبی سے کی ہے کہ آداب ارادت کے ساتھ نماز ک اس تعارف میں۔ لپٹے تخلیات
کا انہمار بھی کرو یا اور عاشقانہ نداق کی بلند جیالی کی قائم رہی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔
مطلع خود شیدا بیان ست زان بیملے من
نور پیش ای ای ای ای ای ای ای ای ای
مرخکے عالمین مامن د لمبا سے من
ہی پے نی داں بہ رلو۔ مظہر حسانی است

خود پر دیوارے نمازگاہ شوقِ عاشقان
 موطنِ محبوب بزداں منزلِ سلامے من
 خود پر دلوا عاشقان را کعیہ ایمان و دین
 مقصدِ صحرائونورداں محل لیلاۓ من
 بود در طفیل ہمیں بادیگے آتاۓ من
 من غلام حضرت دارث شدم دلوا پرست
 الحاصل فیضان دارثی کا یہ سبی ایک یادگار کر سکھے ہے کہ مولوی لطافتِ حسین صاحب
 جو در حقیقت اپنی فردتی کے لحاظ سے فنِ شاعری کو صرف گنود و شہرت کا ذریعہ سمجھتے تھے بگو
 جو شجاعت نے ان کی اس متانت کو خطراری حالت سے ایسا مبدل کر دیا کہ اسی سلسلہِ زنج
 مولوی کی طبعِ موزوں نے تقریباً چالیس قصائد میں جربت وہ مصنایف لکھے جو کہنہ مشق اور
 عالی خیالِ شعراء کے کلام سے کسی طرح کم نہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ طبیعت کی نظرتی
 افتاد کہ شاعری سے عدمِ رغبت۔ وہ بھی فتاہِ کم رہی۔ کہ تخلصِ جزاں فتن کا خاتم
 نہ تذہبے۔ اس کا آپ نے قطعاً ناپسند کیا۔ بلکہ مذکورہ بالاقصیدہ کے ایک شعر میں اپنے
 اس خیال کو صفاتِ لطفوں میں لکھ دیا کہ

شاعران را خلعت دیا راستِ گریافی ہوں
 لے جنوں ایں جامہ را کن چوت بربالائے من
 یہی صورتِ شیخِ اسین الدین عاصب دارثی پسیتے پوری تے اختیار کی بھتی۔ جو تبلیغِ عالم
 کے قدیم حلقوں کو شجاعت پر جو شاندار تمنہ تھے کہ جب حاضرِ خدمت ہوتے زبانِ بھاکا میں
 اپنا تو تعمیف بھجن یا کبست یا کوئی چوبائی ضروریں کرتے۔ اور اگر حکم ہوتا تو تھا یہ پروردہ لہجیں
 شلتے تھے۔ جس کا مصنون عنوان مانما پیشوائے برحق کی مدحت۔ اور آخریں خبٹ کی استعمال ہوتی بھتی۔
 چونکہ موصوف کو ادھر کی قدیم زبان کے معادرات اور شعرتے ہند کے استعارات سے
 کماختہ و اتفیت بھتی۔ اور طبیعت بھی نظرتہ موزوں اور نیکن پائی بھتی۔ اس لحاظ سے آپ کا کلام
 منظوم شاعری تشبیبات سے ملو۔ اور عاشقانہ تکھیلات سے منور ہوتا تھا۔ چنانچہ
 آپ سے سلسلہ دار شیر کے شجرہ قادر یہ رزا قیمی و حشمتیہ نظامیہ بھی پر ماوت کے طرز پر بجاں
 وضاحتِ نظم کئے تھے۔ مگر افسوس اس کا کوئی فخر اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ وہ

تئیلاؤ مزدوف نقل کرتا۔

ادب مصروف کے ہم عصر و دسمبرے شاعر ماہر زبان بھائی کاشم حسین علی صاحب
دارثی تخلص ب نواب متوطن وزمیندار سادہ سو صنعت بارہ بیکی بی بی اپنے زمانہ کے مستند اور
پر گوکبیش رہتے جن کا بارگاہ دارثی میں قدیم اور مخصوص ارادہ ممندوں میں شمار ہے ان کا کبھی
بی بی طریقہ تھا کہ جب ب اشتیاق زیارت حاضر خدمت ہوتے تھے تو آپ کا یہ دستور بخاک
اگر دن میں پچار مرتبہ قد مبوس ہوتے تو ہر مرتبہ اپنی تازہ تصنیع ضرور سناتے تھے۔
اور پونک مضمون حسب حال ہوتا تھا اس لئے آپ کا کلام پر اثر زیادہ ہوتا تھا جنہیں
ایک مرتبہ آپ کا تصنیع کہت جو آپ نے جربتہ لکھا تھا۔ شیخ کے حضور قبلہ عالم نے
مزیاک کہ حسین علی اپنے دنت کے کینگاں ہو۔

بلکہ زبان بھائی کا میں آپ ایسے قادر کلام شاعر تھے کہ جب ایک لئے سرکار عالم پناہ
آپ نے پورا واقعہ کر بلانظم کیا تھا جو تاریخی دامغات اور مستند روایات کی حیثیت سے اپنی
شان میں بیکا نہ مرثیہ اور کتاب سر الشہادتیں کا مجمع ترجیح ہوتا۔

غرض اخوان ملت کو فن شاعری سے غیر معمولی مناسبت ہونے کا سبب بطاہ ہر بھی
معلوم ہوتا ہے کہ عرض حال کے واسطے یہ بہترین طریقہ اختیار کیا تھا چنانچہ حاجی او گھٹ
شاہ صاحب دارثی بچھرا پوئی جو حضور قبلہ عالم کے قدیم خرثہ پوش فقیر میں ان کا بھی
لنسپ العین بی بی دیکھا کہ اپنے قیام کے زمانہ میں اکثر تباہی کے وقت صوفییت کے کرام کے
چیز ہ پسیدہ وہ اشارہ جن کے مصنایں اپنے حسب حال ہوتے تھے پرسوز لہجہ میں سرکار
عالم پناہ کو تھے اور جب یہ عمل معینہ ثابت ہوا اور شون کی تحریک ہوئی تو رفتہ
رفتہ طبیعت موزد ہو گئی اور اپنے تخلیقات کانظم کے پردہ میں انہمار کرنے لگے چنانچہ
آپ کی ایک غزل کا مطلع اور حسن مطلع یہ ہے۔

اہی جرم بیوں پرم ہو زبان بمشتمل سے دل کوں یعنی صالہ ارش ہو آنکھ مجوہی لقاہ اڑ

چہاں ہیں پنی نظر سے گھنی بے ہزاروں خوش قریبین لامگیں
مگر نہ کبھی شیانِ فوبی جدابے سبے اولے داڑ
ایک ہندی زبان میں غزلِ لکھی ہے جس کے دشیر ہیں۔

ریوی باتی کو ہونہ ہے۔ مونہن پیار کے۔ منی دعائیں
جنم کے راجہ سندھ پھیلا۔ در گوشائیں شاہ بیار
بنا کی جو دفع۔ تھاٹھے انوکھے چال بھی خپل پیار تھا۔
ساولی ہستین میلے تر گھوپ ہتھون۔ بچل بل بڑی
اپ کی تصنیفات میں مجموعہ تسلیم پنجابی کی اسلام چہارم کے چند اشارج میں جذباتِ قلبی
کا انہمار کیا ہے یہ ہیں۔

سلام اللہ۔ مولائے کروئے حق نہادی
سر پا صن محبو بی و شان مصطفیٰ داری
سلام اللہ اے نورِ حقیقت زینت عالم
دریں کثرت پئے حیلہ گرفتی صورت آدم
مگر چوں صورتے داری نشان نے نشان بھی
سلام اللہ۔ لے خضر جہاں چوں دہری کری
ز د بالا در زمان خویش نام حیدری کردی
مگر نظارہ روانے ترا لے جان جان قائم
نہ بل غ خلد خیواہم۔ نہ حداں جنتان خیاہم
بھائے کوئے تو اٹھت۔ لباس بے نوازاد
شداد مذوق رندی۔ نے خیال پاٹ امانی
اور زبان بھاکا میں چند دھے یہ ہیں۔ ان میں سے چند دھے ہے لکھے ہیں۔

سو تے جلتے دعیان ہے۔ گیو کو رکھے پاس
اوگھٹ چیلادی گئی۔ جو بن گر تجھے نہ اس
اوگھٹ ہمہت میں پران بے اور پران بھی اکھر
مدھوا پو پریم کا۔ بن میں کر دستہاں
بانخ گھی بھوپاپن کی۔ تب ایک بھن سُن لیو
اوگھٹ چیلادی گئی۔ جو اپنی سدہ بسے
اسی طرح بیدم شاہ صاحب دارثی۔ متtron امادہ۔ جو حصور قیل عالم کے تہین پوش
حلقہ گھوشن تھے۔ اور جن کا نام اس قدر شہور ہے۔ چو گوارت دغیرین کا محفل ہیں۔ اور کا

بھی علم سب کو بے کہ موصوف کو نن شاعری سے گھری مناسبت بھتی۔ اور تقریباً جاپانیں سال کے اس انہاک کا نتیجہ آخر یہ ہوا کہ شعرائے حال کی فہرست میں آپ کا نام جایا تھا سے لکھا گیا۔ اور مخصوص شوارکی صفت میں آپ کو گھبٹی۔

اوہ بس طرح آپ کا کلام پسندیدہ خاص دعامتھا۔ اسی طرح آپ قادر ان کلام کی بھی اینے تھے کہ سمجھا ہے ایک دیوان کے عمد़اً جو شاعر کی تمام عمر کا سرمایہ ہوتا ہے۔ آپ کے چند دیوان چھپے۔ اور موصوف کو صاحبِ داداً کا مرتبہ حاصل ہوا۔ کیونکہ احباب کے ہمراہ سے ہر زد سمرے تیسرے سال آپ کا نو تصنیف کلام شائع ہوتا رہا۔ بلکہ اس کثرت سے دیکھ کر آپ کے منتخب کلام کو تمثیل انجام دش کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

لیکن یہ سوال پیدا ہو کہ موصوف کا کلام اس قدر مقبول اور ہر دل عزیز کیوں ہے تو بغایہ اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ سرکار عالم پناہ کا یہ مخصوص تصرف کے جملہ اہل امدادت کو بقدرِ حیثیت۔ درج بحیثتِ ضرور مرحمت ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے موصوف کا قلب بھی اس نیضِ داری سے لیقیٰ تسفیض ہو گا۔ تو اس کا تجوب نہیں ہے۔ کہ آپ کے پروردہ دل کی جگہ سوز آداز دوسروں کے دل کو متاثر کرتی بھتی۔ اور ”هر چہ از دل خیزد بزرگ ریزد“ کا منہموں تھا۔

علاوه اس خوبی کے آپ کے کلام منظوم کو نظر تائل سے دیکھتے ہیں۔ تو یہ بھی منت ظاہر ہوتا ہے کہ اہل اشاعری سے آپ کا اصل مقصد وہی تھا کہ اس پیرا یہیں۔ رہنمائے کمال سے استعمالِ عنایت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کوئی غزل ریسی نہیں پاتے جس میں مجید الدعوات سے مراد و حانی کے داشتے طلبِ امداد نہ ہو۔ یا مبداء نیض کے کسی گرانقدر احسان کا بغنو لئے ”آٹا ہنچہ ریک خدیث“ تسلک رکھ دیا گیا ہو۔

ظاہر ہی نہ ان شادشاکِ صاحبِ حاصلِ خودہ والی کا نظر تائل ہے کہ با وہ دیکھ ایسے متذکرِ عہدہ پر مأمور ہیں کہ بے لحاظِ شرف قدمات آج بھی سنبھابِ شرست کیوں آپ

کا آستانہ اقدس کے عضوں خدا میں شمار ہے اور سب دقت کی حاضر بارشی کا ایسا شرف سے کہ بے عذاب عرض حال کر سکتے ہیں۔ لیکن محبت کا وہ خاصہ جس سے عموماً حب متاثر ہوتے ہیں کہ طبیعت کلام منظوم سے manus ہو جاتی ہے وہ کلیتہ موجود ہے۔

حالانکہ افتاد مزاج یہ ہے کہ آپ شعرو شاعری کا تذکرہ بھی کبھی نہیں کرتے۔ لگن خاموشی کے ساتھ بھی جذبات قلبی کا انہمار اپنے بندہ نوازدگیر سے نظم کچک پر وہ میں کرتے ہیں اس لحاظ سے کہتا پڑتا ہے کہ غلام بارگاہ وارثی کی طبیعت کم یا زیادہ موزوں فرزد ہوتی ہے۔

علی ہذا حضور قبلہ عالم کے عہد ظاہری کا ودر آخر تھا کہ مولوی سید غنی حیدر صاحب دارثی دکیل ویس گیا شرف بیت سے مشرف ہوئے۔ اور فینان وارثی نے آپ کو لایا گہر اعلان مرحمت فرمایا کہ موصوف نے اپنی با فروغ و کالت سے دست بردار ہو کر دلوی شریعت میں زیادہ قیام کرنا اختیار کیا۔ اور آستانہ اقدس کے ایسے گرانقدر خدمات کئے جن سے آپ کے صدق و خلوص کا کافی انہمار ہوتا ہے۔

مگر تجھی یہ ہے کہ آپ کے خیالات پر گوشراحت کا اثر اعتماد سے زیادہ غالب تھا۔ جس کے سبب سے اگر ادنے فرائض اور تلاویت قرآن اور کثرت و ظائف سے فرست بھی ہوتی بھتی تو کہب بنی کرسی تھے۔ لیکن مذاق شاعری سے آپ کو قطعاً مناسبت نہ تھی

لیکن بخوبیے عرصہ کے بعد مخصوص تصرف وارثی۔ یعنی محبت کی اس لازمی علامت کا بھی انہمار ہوا کہ آپ کی طبیعت موزوں اور پر جوش ہو گئی۔ اور آپ نظم کے پرایا میں اپنے حالات اور کیفیات عرض کرنے لگے۔ اور یہ طریقہ ایسا مفید معلوم ہوا کہ قریب تریب ہر پہنچے میں ایک منظوم عرض داشت پیش کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی نظموں کا براجموجعہ «عزالفن نظومة» کے نام سے چپ گیا۔ لیکن پنٹرا خصا رسیں آپ کے ایک مطول قصیدے کے چند اشعار کیاں لفظ کرتا ہوں جن کے معنای میں سے مصنف کے خیالات کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہو دباؤ ہذا۔ اسی سرسر جہاں۔ فیے دارت کوئی مکان ہتی عیال در پرہشان۔ گئی مگر اذم نہیں

از خوشیت بگزینسته . خود را بتواند گزینسته
 نمکے با نمود نفس . دریند مسد حرسی بوس
 ذکرت پچ باشد . زندگی . نگریت پچ با شنیدن
 صد صد هزار آن تمسیح . گویند . گوییت پنداش
 یک گزینه معنی بودی و پناه بخواه . از نور شود
 نهر و محبت عاشقی . از نفع انس داری
 در سیر آفاق جهان . گشتی بپرسی سر زبان
 آل حله بانع ارم . بیسینی که اترجم حرم
 عشان را خوش بپرسین . داکم گزینی شادیان
 آخت عنان عزم را . بر توانی سوئی دطن
 غصه ری که بخوبی طوال است می نه . چند براهمان طریقت کی چودت طبع کما ذکر تمشیلا کیله و رنه
 حقیقت یہ ہے کہ علامان بارگاہ دالیں کامیلان طبیعت کسی دیہ سے کیوں نہ ہو . نگریتمان کلام
 منظوم کی جہت زیادہ ہوتا ہے . لیکن اس تدریجی فردوسی کی ہے کہ بعض ارادتمندوں نے
 گاہ بگاہ منظوم عرصہ اشت پیش کی اور کسی قے متواتر و قصادہ لکھے . اور کثرت مزادت کے
 باعث شاعر ادراس نون کا ماہر ہو گیا .

ہدایات نہیں اور اسی کے ساتھ یہ بھی لانا است سختا کہ ماصین کو . ان کی طلب مراد
 اور ریافت و مستداد کے اعتبار سے . ایسے ایسے ایامات بھی مرحمت ہوتے ہیے . جو
 بغلہ ہر کسی ممتاز . اور درحقیقت معنوی برکات سے ملبوہ تے ہے . مثل مدارح کو پہلا ،
 استفادہ یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص وقت تک وہ نیضان مجہت داری شے ستفیض
 ہوتا ہے . اور یہ ایسا ہے بہتانقام . اور گرانقدر منفعت ہے جس کی مولانارم علیسا رفته
 نے یہ سراجت فرمائی ہے . "بہتران صد سال طاعت بیے ریا "

دو کیم یہ کہ حصہ رتیلہ عالم کا تکمیل طلب سیسیز ہوتا ہے . اور اس مخالفت سے جو تسفیہ قلب

اور تحریک سر درج ہوتا تھا۔ وہ ایسا پڑھ سارے فائدہ ملتا۔ جس کی حقیقت کا انہما مردود نہ ہو سیں ہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سنبھالی یادت کو اگر اشارہ گونجے کے خواب سے تحریر کریں تو حب حال ہو گا۔ چنانچہ اسی کیفیت کو ماننا ذکیر از علیہ الہمۃ نے تھا وہ کہ طور پر فرمایا ہے۔

زمربخ سچ نہ نام کہ سوسن آزاد پڑھ گوئی کر دک بادہ زبان خوش آمد۔ سو یہ یہ کہ سر کار عالم پناہ کو پونک گل م منظوم زیادہ پسند تھا۔ اس لئے مداحین کی تحریر بیانی اور صنون آرامی سے آپ بہت سر زد ہوتے تھے۔ اور اب طریقہ کہا اتفاق ہے کہ اپنے بہنائے کامل کو خوش کرنا اس کی عین دلیل ہے کہ مریم مقبول اور کامیاب بنتی ہے جس کی مثال کے دلستے حضرت امیر خسرہ غلبہ الرحمۃ کے مشہور و اتفاقات کا نی ہی۔

یاسی ماح کو حسنور قبلہ عالم اپنالمبوس ناص محبت فرماتے تھے جس کو اصطلاح صوفیہ میں خرقہ سترگ کہتے ہیں۔ اور مرید صادق کے خفر و مبارات کے لئے وہ بہترین سرمایہ ہوتا ہے۔ یاسی ماح کے حق تین کوئی امتیازی جملہ آپ ایسا فرماتے تھے۔ جو اس کے خرداز اور اختصاص کے دلستے کافی ہوتا تھا۔ مثلاً کسی کی نسبت تبسم لبوں سے یہ فرمایا کہ "تم اپنے وقت کے امیر خسرہ جو کسی سے فرمایا کہ تھا را یہ تسلیہ تھا ری بحیث کاشاہد ہے"۔

ایک مرتبہ مولوی لطافت حسین صاحب وارثی متون شیخوہ شلح مونگر نے ایک تحریکہ اللار تصدیقہ پیش کیا۔ اس کو سُن کے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ اور ارشاد ہوا کہ "لطافت جو پر کے معنات کو بحیث کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کو آخر میں ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے"۔

یادہ صنون سُن کے جس میں ماح کوئی استدعا کرتا تھا۔ سر کار عالم پناہ۔ اس کو کوئی ایسی بہامت فرماتے تھے جو اس کی کامیابی کے دلستے مجرب گل ہوتا تھا۔ جیسا کہ ایک صاحب نے عید کے روز الماس کے نام سے ایک نظم پیش کی جس کے آخر میں اشارہ اپنی پریشانی کا بھی ذکر کیا تھا۔ حسنور قبلہ عالم نے فرمایا۔ "جو شخص سورہ فلق بکثرت پڑھتا ہے اس کی روزی میں برکت ہوتی ہے۔ تم بھی پڑھا کرو"۔

ایک عقیدت شعلہ نظر کے پرده ہیں۔ اپنی خرابی سخت کا انطباق ایسے خوشناط برائے سے کیا تھا کہ حاضرین متاثر ہو گئے تھے۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ ہم نے سنا ہے کہ جو تمہارے کے ساتھ سوتے وقت آئیہ الکری پڑھ لیتا ہے۔ اس کی جسمانی تخلیف رفع ہو جاتی ہے۔ میرا ولاد علی صاحب وارثی۔ رامپوری کو ایک قسیدہ کے نعلیں حصہ تو بلہ عالم نے سید بہت فرمائی کہ نماز عشار کے بعد سچ ناظم پڑھا کرو۔ باہمیان مرد گئے۔

ایک مرتبہ ریاض خال صاحب وارثی مختلف بیرون گئے۔ میں شاہیجان پورے ایک نے سرپیش کیا۔ جس کا انتظام طلب محبت پڑھا تھا۔ سرکار عالم پناہ نے بتیں لوں سے کمال ثابت فرمایا۔ خال صاحب تم نماز کی پابندی کرو۔ الگ کبھی کوئی عذر تو یہ ہتو اشارہ سے او اکرنا۔ مگر وقت نہ ہے۔ اور ہر نماز کے بعد چار سو تیس مرتبہ اتم ذات پڑھ لیا کرو۔ جس کے اول و آخر درود کبھی ہو۔ یہ فرمائکر خصوصت کر دیا۔

خال صاحب کے جانے کے بعد تاہمی بخشش علی صاحب نے جو بہت شوخ مزاج مشہور ہے۔ دست لبست عرض کیا کہ حصہ اس میں کیا راز ہے کہ خال صاحب کو چار سو تیس مرتبہ پڑھنے کا حکم ہوا۔ الگ بیشتر نسبہ اور بڑھا دیا جاتا۔ تو ان کے پانچ سو کے شمار کرنے میں زیادہ آسانی ہوتی۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ ”اس است پر خدا کی مخصوص رحمت یہ ہے کہ ایک نیکی کرو۔ تو دس نیکیوں کا ثواب پاؤ۔ اس لحاظ سے یہ ہر نماز کے بعد چار سو تیس مرتبہ پڑھیں گے تو روزانہ کی تعداد دو ہزار چار سو ہو گی اور اس تعداد کو دس میں ضرب دو گے۔ تو کل چوبیس بڑا ہوں گے اور صوفیہ کی یہ متقدہ رئے ہے کہ تدرست انسان شب و روز چوبیس بڑا دنہ سائیں لیتا ہے۔ اس اعتبار سے خال صاحب کا شماران ذاکرین میں ہو سکتا ہے جو برسانی میں ذکر ہم ذات کرنے ہیں۔ اور جس کی کوئی سائنس نہ کرہی ہے خالی نہیں ہوتی رہ افوار اعدیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مگر یہ سلسلہ ہے کہ اہل دنیا کی آسانی کے دامنے کیا جاتا ہے۔ درنے نیز جب آم

ذات کا زبانی ذکر کرتا ہے تو اس کو ہر روز چھوٹیں ہزار تباہی مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے۔ تب بعد
جیتیں اسدار حضرت احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

نماز کی ہدایت | ملکہ اسلام میں جس طرح باعتبار دیگر فرائض کے، نماز کو خاص اہمیت حاصل
ہے۔ اسی طرح اخوان ملت کی مستند روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور قبلہ عالم نے نماز کی
ہدایت میں ہمیشہ مزید تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ چودھری خدا گنجش مصاحبہ عالیٰ۔ متوفی
اماموں۔ جو بہت تدبیک اور نہایت صادقۃ الحقیقت حلقة بگوش تھے۔ وہ ناقل کہتے کہ
ایک سال اسکا بارش کی وجہ سے عموں لوگ پریشان تھے۔ اسی درمان میں سرکار عالم
پناہ آگھہ سے شکوہ آبادیں آشرافیت لائے۔ تو سب نے حالت اعفاء میں عرض کیا کہ
حضور پیغمبرؐ نے بھی بستا۔ ہمارے کہیت سوکھے جاتے ہیں اگر دیوار روز بھی یہی حالت رہی تو
ہم خانہ برباد ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ "خدا کو غیر بہت پسند ہے۔ تو یہ کرو۔
اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کر د۔ کیونکہ نماز سر اپا بھجنگی کی تقویر اور عبدیت کی خلاف
ہے۔ وہ رحم کرے گا۔" یہ سن کے سب نے تو پکی۔ اور نماز کی پابندی کا عہد کیا۔ وہ سر
روز پاٹی برسا اور پیدا اور بہت ہوئی۔

علیٰ ہذا انشی تفضل حسین صاحب وارثی۔ دکیل ادناؤ۔ حسن کے صدقی ارادات کا یہ خال
ثروت تھا کہ جب حضور قبلہ عالم اس رہسے سے گزنتے تھے تو ان کے مزدراہمان ہوتے
تھے۔ وہ ناقل تھے کہیکہ مرتبہ موسم گرامیں سرکار عالم پناہ چینی کے روز کا پورے سے تشریف
لائے۔ مجھے معلوم تھا کہ اپنے جمڈی کی نماز کے واسطے ہمیشہ پاپیا دہ جاتے ہیں۔ اس خیال سے میں
محلکی مسجدیں انتظام کیا۔ کہ دوپہر کے وقت دور جانے میں تکلیف زیادہ ہو گی۔ جب لوگ
بیج ہو گئے۔ تو میں حضور کے کیا۔ آپ نے سجدہ کے درود بوار کو مرمت طلب ریکھ کر فرمایا
۔ تفضل حسین۔ کیا محدث کے سلسلہ اس مسجد کی خدمت نہیں کرتے؟ میں نے
عرض کیا کہ اس مسجد میں کوئی نمازی بی بھی تھوڑے سے تائل کے بعد ارشاد میں کہ تھا۔

مسجد کی مرمت کراؤ اور سب سے کہو کہ جو نماز نہ پڑھے گا وہ ہمارے حلقہ بیویت سے خارج ہے۔

اس فرمان وارثی کا ایسا گھر اڑھوا کہ ہر شخص نہ نماز کی پابندی کا عہد کیا۔ اور یہ نے اسی روز مرست کرنا اشروع کر دی اور انکے متذکر کبھی مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ کے جب سرکار عالم پاہ پھر تشریف لائے اور اسی مسجد کو مرتب اور آباد دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ "حضرت کے روزیہ مسجد تمہارے سجدوں کی گوایی ہے گی"۔

ای صنون کی بہت شہروار نہایت مستند و مسی رہایت یہ ہے کہ جناب شاہ فضل حسین صاحب داریٰ بن بردار دیلیٰ تشریف و مسند آرائے حضرت شاہ دلایت نہ عبد المنعم قادری کنز المعرفت علیہ الرحمۃ نے۔ اکثر بکال صراحت بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور تبلہ عالم کی تشریف آوری کا شرہہ سُن کر ہم لوگ بھی کے باہر شاہ اوسیں کے باع غیر نہیں حصول قدم بسوی حاضر تھے۔ جب سرکار عالم پناہ کی سواری ترسیب آئی۔ اور آپ نے اپنے نسبت کو مجتمع دیکھا۔ تو پاکی سے اُتر کر پہلا جملہ جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا۔

"فضل حسین سب سے کہو کہ جو نماز نہ پڑھے گا۔ وہ ہمارے حلقہ بیویت سے خارج ہے۔ ایک روز حاجی اوٹھت شاہ صاحب داریٰ نے حضور تبلہ عالم کو بخاطب پاک عرض کیا کہ ہم تو اکثر لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ ارشاد ہوا کہ "نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ یہ نظام عالم ہے اگر یہ چھوڑ دی جائے گی تو نظم عالم میں خرابی آ جائے گی"۔

مولوی علی احمد صاحب داریٰ۔ دکیل دریں اگر ہوں گا جو نہایت ثقہ اور تشرع شخص تھے اُن کا بیان ہے کہ میں ہنوز داخل مسلمان شہیں ہوں گا کہ صرف قدموی کی غرض سے عافر خدا ہوا۔ تو حضور تبلہ عالم نے جربتہ فرمایا کہ "مولوی صاحب ہر شخص کو شرعاً کی پابندی اور سُنت کی اتباع لازی ہے۔

قامی مسیر عالم صاحب داریٰ۔ مختار۔ جو زیادہ پابند اتفاق نہیں۔ درجہ بندگیں

ان کے مکان پر حضور قبلہ عالم تشریف لے گئے اور بعد تہبینہ پوشی کے لیے بڑی ہدایت اشارہ ہوا۔ میر عالم نماز سے عبد و مسعود کا امتیاز ہوتا ہے جس کی ہمیت مجموعی، عبادت کی عین تصویر ہے اور صفات معلوم ہوتا ہے کہ جو سرزخوں ہے وہ بندہ ہے۔ اور جس کے آگے یہ ناک رکھتا ہے۔ وہ خدا ہے۔ اس لئے بہتہ کو بندگی لازم ہے۔

میر عالم نے دست لبست عرض کیا انش راللہ اس ارشاد کی پری تعلیم آج سے گزنا گا۔ اس ہدایت کو آپ نے لکھ کر اپنے خاندان میں چھوڑ جاؤں گے۔ جو حضور کی تشریف اوری کی یاد گھر رہے گی۔ لیکن بندہ نماز اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کروں گا کہ پنجین پاک کھدتے میں اس کے عمل کی توفیق بھی مرحمت ہو۔ فرمایا۔ "اللہ ماک ہے۔"

اس روز سے میر عالم نماز کے ایسے دلدادہ ہوئے کہ مساوائے فرانش پنجگانہ کے چاٹت دا شراق کے بھی پابند ہو گئے۔ حتیٰ کہ تمسک کی نماز کے بعد وظیفہ پر منیں میں قلب کی حرکت بند ہونے سے دفعہ انتقال ہوا۔

الفرعن ایسے دعائیں بکثرت ہیں جن سے نماز کے ساتھ حضور قبلہ عالم کی دلپی کا انہار ہوتا ہے۔ لکھ جب نماز کی اہمیت کا آپ ذکر فرماتے تھے۔ تو اس سلسلہ میں بعض سال نماز بھی بکمال وضاحت ارشاد ہوتے تھے۔ چنانچہ منشی نادر سین صاحب دارثی نجراں سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نگرام میں میرے غریب خانہ پر قیام پذیر ہتھے۔ جمعہ کے روز بدرزاں کے آپ نے دفعوہ کیا۔ اور چار رکعتیں بستر کے قرب پڑھیں اور ارشاد ہوا کہ "نادر سین تم کو تو معلوم ہو گا کہ شنیں مکان پر پڑھ کر جمعہ کی نماز کے واسطے جانا سُون ہے۔"

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم شاہ بھاں پر میں حکیم کلن خال صاحب دارثی کے ہمان تھے جبکے روز باوجرد مفت پیرانہ سالی کے پا پیارا دھرمود مسجد تک جانے کا قصد فرمایا۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ نماز آنتاب سے زیمن بہت گرم ہے۔ حضور پاکی پر تشریف

لے جائیں۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ "میسح حدیث سے ثابت ہے کہ سافت مسجد کو پیدل
ملے کرنے سے ہر قدم پر ایک ٹوپ ملتا ہے"

لیکن مرتبہ حضور قبلہ عالم بانگلی پور میں خان بیادر مولوی سیدفضل امام صاحبؑ کے ہمان
نتے۔ آپ نے حجہ کے روز مسجد میں جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ خان بیادر نے ملاز میں
کو حکم دیا کہ پانچی تیار رہے۔ خدام حضرت نے سہلیا کہ سواری کا اہتمام نہ کرو۔ جناب اللہ
کا دستور ہے کہ نماز حجہ کے واسطے پایا وہ جاتے ہیں۔ خان بیادر نے بہت قریب
ایک مسجد بھتی اس میں نماز کا انتظام کیا۔ اور اس مسجد میں سب لوگ آپ کے ہمراہ پایا
گئے۔ بعد نماز کے جب آپ جائے تیام پر داپس تشریف لائے تو فرمایا۔ "فضللہ م
نه نے تو اپنی مجتہ کا حق او کیا۔ کہ ہم کو وہ نہیں جانے دیا۔ مگر یہ نفع ان بیماراں
آج کی مزدوری کم ہو گئی۔"

مولوی سید عبدالحنی صاحب دارالفنون بیماری۔ مترجم طبقات الکبریٰ نقل تھے کہ پنجی
کے ہمراں قیام میں آپ نے جبکہ روز غسل فرمایا اور ارادہ مکتدول سے مغاطب
ہو کر ارشاد فرمایا کہ "علماء کے گردہ میں یہ سختہ ہنوز تفصیلی طلب ہے کہ ہندوستان
کو دارالحرب سمجھا جائے یا دارالاسلام۔ اس وجہ سے نماز جموں کے وجہ میں بھی
اختلاف ہے۔ اور اکثر اشخاص بعد نماز جمعہ کے چار رکعتیں ظہر کی پڑھ
لیا کرتے ہیں۔ مگر یہ صریح شرک ہے اور عبادت میں شک کی گنجائش نہیں
یک سوئی ہوتی چلیے

اکثر حضور قبلہ عالم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "نماز وقت پر ادا کرنا افضل اور فرمان دوایا
کیا نشانی ہے۔ یہ کبھی ارشاد ہوا ہے کہ "نماز میں عمدہ ادیب کرنا کا ہی کی دلیل ہے۔ اور
مالک کے حکم میں کا ہی عبدیت کے منافی ہے" اور یہ کبھی فرمایا ہے کہ "جو شخص با منو
رہتا ہے۔ قیامت کے بعد وہ پر ہرگز لاگر دل کی صفت میں کھڑا ہو گا" اور یہ کبھی فرمایا ہے

کہ اونچائے و سو قیامت کے روز نورانی ہوں گے:

یہ ارشادات اور مثل آن کے۔ اور مستحبہ والات ایسی ہیں جن کا مفہوم بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور قبده عالم نے امورت ہے ہائیتے عالم۔ حقائق طریقت کے ساتھ فرانص شریعت کی بھی کمال تاکید تبلیغ فرمائی ہے۔ اور یعنی کہ نماز کو اپنی اہمیت کے لحاظ سے وہ تکمیل حاصل ہے جو دیگر فرائض میں نہیں پائی جاتی۔ اس دامستے جملہ مریدین سے مخاطب ہو کر آپ نے اس کی پابندی کاہ اسرار حکم دیا۔ اور اس فرض عالم اور قطبی کی بذایت میں یہ خاص اعتمام فرمایا کہ ترغیب کے ساتھ بغیر کسی تحفظیں دفعہ پر کے طبقہ ترغیب یہ ارشاد ہوا کہ جو نماز پڑھے گا وہ ہمارے حلقوہ بہیت سے خارج ہے:

جس کو دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سرکار عالم پناہ کو منہبہ اور مشرب کی پابندی پر نکلے ہوئے اور نہاد مرغوب ہتھی۔ اس یعنی منظہ ہو اک اس فتنہ لازمی کی خاص و عام کامل نگاہ داشت کریں۔ تاکہ ہمارے تبلہ مریدین صورتاً و سیرتاً پہنچ دو دو بہوجائیں۔

لیکن بعض مسلمانوں نے جن میں نماز کی فرمیت کا ذکر اداں کی پابندی کا حکم قطعی گواہی طرح حساد ہوا ہے۔ مگر ان میں ہمنا کوئی ایسی لفتہ نہ بھی ہے جس کے سیاق عبارت کو غور دنائل سے دیکھتے ہیں۔ تو اس بذایت کی دوسرا شان یہ لفتہ آتی ہے کہ حضور قبده عالم نے جس عنوان سے شریڈین کو ان کے جذبات دیکھیات کے اعتبار سے طریقت کی تعلیم بالترمیب اور ان کے حسب حال استعداد فرمائی ہے۔ اسی طریقے سے اپنے ارادتمند دل کو احکام شریعت سے بھی بالتفہیل خبردار کیا ہے۔ اور نہیں عبادت کی تبلیغ اور ترغیب بھی اسی صورت سے فرمائی ہے جس کے وہ اہل اور مزادرار ہے۔

پنچاخ یہ مستحبہ ملعون جس کو دیگر مولوی لفین سیرت دارثی نے بھی نقل کیا ہے کہ درجہ بندگ کے دوران تیام میں ایک روز مولوی عبد اللہ کریم صاحب فارثی متوفی شیخ نوپورہ ملیع موئیگر

نے نہاد کی خصوصیت دیا فہم کی۔ حضور قبلہ مالم لے فرمایا۔ مولوی صاحب نہاد (دی) ہے جو حضور قلب کے ساتھ ہو؟

اگر نظریات میں سے دیکھا جائے تو اس ارشاد کا معہوم ہدایات مذکورہ بالاتے ایک حصہ کی نہاد اور بینہ معلوم ہوتا ہے۔ اور صفات ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار عالم پناہ نے اس فرض قطبی کی تعالیٰ میں بھی مستردین کی حالت اور کیفیت کا لامعاً فرمایا ہے۔ کیونکہ بینہ ارشادات کا چونکہ عام مریدین سے تفاہم ہتا۔ اس لئے ہمنت اطاعت جماعتی سے مکلفت کیا ہے اور اس ملغواظ میں کسی قدر ردعہمیت کو بھی دخل ہے۔ کیونکہ حضور قلب سے ہمیں ارادتمندی کی نہاد مشروط ہو سکتی ہے۔ جن کے تلوب انڑاتِ محبت میں گوز نہاد اور گلہاد۔ اور نہادِ تقویت سے بعد بریثیت مانوس ہو چکے تھے۔

اور اسی صفتیں کو آپ نے دوسرے الفاظ میں یوں فرمایا ہے کہ "نہاد میں حضور اور خشوع لازمی ہے۔ جن سے نہاد۔ دوسری نہاد ہو جاتی ہے۔" اور یہی فرمایا ہے کہ "نہاد موسویں کی محراج ہے۔ کیونکہ ایک نہاد کی حضوری فضیب بہقیت ہے۔ ایزدی بھی فرمایا ہے کہ جس کا خیال جس قدر پختہ ہو گا۔ اُسی افتخار اس کو حضوری کا لطف شامل ہو گا۔ اور یہی فرمایا ہے کہ "نہادِ روح کی غذا ہے۔"

یہ ارشادات زبان حال سے شاہد ہیں کہ ان ہدایات کا ردِ سخنِ متمیز اور شاستر خیال مریدین کی جانب ہے۔ اس واسطے جماعتی عبادت کے ساتھ۔ قریبے اور منفرد ردعہمی جدوجہد بھی شامل ہے۔

اصل اسی منہب سے ایک مرتبہ۔ اگرہ کے تیام میں عاذظ خدا بخش صاحب سے جو ذرا لغیٰ چیخگاہ کے ساتھ سنن و نوائل کے بھی پابند تھے اور جن کو آخریں احمد شاہ کا نہاد خلاب تزویں ہوا۔ اور بعد انتقال کے بھی جو صحنِ استاذ اقدس میں دفن ہوئے۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ حافظ جی حبس طرح چاشت اور اشراف کے پابند ہو۔ اسی طبع

شب کو نماز ملکوس بھی پڑھا کرو ॥

ایک مرتبہ مولوی سید محمد یوسف صاحب دارانی - غفار درست - مفتانا فات بہار نے
دست بستہ اور آپ بیدہ ہو گر عرضن کیا کہ سرکار - محمد الجیس سیہ کار کے دل میں بھی طلب الہی
کی صلاحیت آسکتی ہے۔ ارشاد ہدا ॥ جس کو قیم ہوتا ہے کہ حالت نماز ہیں۔ خدا مجھ کو
دیکھتا ہے۔ اس کو منزد و مشاہدہ اخواہ الہی کا شوق ہو جاتا ہے اور جس کا شوق کاملاً اور
طلب پختہ ہوتی ہے، اس کو ہر ذرہ میں بھروسہ کا جلوہ نظر آتا ہے ॥

ایک ارادتمند نے عرضن کیا۔ بندہ نواز نفس پر کیش کی سرکشی کم ہیں ہوتی۔ فرمایا
ہے تم نماز تجدی نگہداشت میں ہو شیار نیند سریا کرو۔ نفس مغلوب ہو جائے سکتا۔ کیونکہ نفس
ہمیشہ غلطت کی نیند پسند کرتا ہے ॥

ایک طالب خدا حلقت بگوش نے عرضن کیا کہ مجھ کو بابس فقر مر جست ہو۔ ارشاد ہوا کہ
ایک سال تک دن کو روزہ رکھو۔ اور شب کو نماز غوثیہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد آنا ہبند
بھی مل جائے گا ॥

عبدالرحمد دارانی۔ متوفی مسودی۔ ضلع بده بیک نے عرضن کیا کہ حسب مدل نہیں ناشیبات
کا ذکر کرتا ہوں۔ مگر وہ جو شن پیدا ہوتا کہ گھر میں آگ لگا دوں۔ ارشاد چوکہ آنحضرت سب
میں صلوات العرش پڑھا کرو۔ بقدر ظرفت جو شن پیدا ہو جائے گا ॥

عرضن ارشادات متذکرہ تدریس کے نایاب اور پروردہ ناق اور دو مد ارج نظر آتے ہیں
پہلی بہاریوں کا تحاطب تو آموز ارادتمندی کی بجانب سلام ہوتا ہے اور دوسرے
ارشدات کا رئے ہمن ان طالبین کے انوال سے مناسبت رکتا ہے جو سفر سلوک کی
پہلی منزل میں خیر ملے ہیں۔

ہذا یہ سلسلہ ہے کہ رہروان دادی محبت کی طلب صادق ہیں سید ارنسیاض جس
قدرت پرستی تقویم فرماتا ہے۔ اسی تدران کے عادات و معاملات۔ صدق و خلوص ہے

مردب، اور شائستہ احمد عبادت دریافت تھائیت دردھائیت سے مجذب ہوا رہا۔
ہو جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے رہیں کام ان کا لفتاب توبیت دیجی گئی کہ تلمبے
جس کو مدنظری برکات و خصوصیات سے زیادہ سردا رہتا ہے۔

صلوٰۃ العاشِقین چونکہ صفات ناسوتی کا ازالہ رفتہ رفتہ ہوتا ہے اسی لحاظ
میں اخلاق ملکوتی بھی جستہ جستہ مردم ہوتے ہیں۔ اس دلائل
سائک کے جماعتی مبارات میں سو عالی بیاضات کا اشتراک پیدا رکھ کیا جاتکے۔ آخر ایک
وقت اپس آتا ہے کہ انہیں طالبین لڑاکوں کی امدادی کمی نہ ماناز ہو ارکانِ نثاری پر ختم ہوتی تھی۔ ان کے
صفاتے باطن اور افراطی افसوس کے اعتبار سے استیازِ ترب و معیت سے موسم اور اعزاز و
خصوصیت سے بوسوٹ ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ہے بلند خیال، گردیدہ جمال حضرت ذوالجلال۔ مردیہ ان بھرپور آشناۓ
بھرتو حمد۔ جو بعد القتل ع تعلقات موجودات۔ جلد خواہشات دمدادات سے دست کش
اور معلمات و مقولات سے نارغ ہو کر چوشنیں سرکبٹ۔ حمد و قدر تجتیاں
انوار شاہد ہے نیاز کے مشاہدہ میں خود مصروف رہتے ہیں ان کی نماز باد پر و کی بلفاہر
نماز مردیہ گی ہم صورت ہی کیوں نہ ہو۔ مگر فی الحیثیت مصدق و حلیس سے نلو۔ اور عجز نہیاً
سے اسی معمور ہوتی ہے جس کے مشرف و اختصاص کا انکھاڑا شکل اور دشوار ہے۔
اور واقعی ان سر اپانی نماز لگداروں کی نماز نماز کی حقیقت اور ماہیت سے آگاہ
اوہ خبردار ہونے کے۔ ہم سیکھ کاراپنی عدم الہیت کے اعتبار سے۔ ہرگز سمجھنی اور مزدانا
ذکر نہیں سکے۔ نماز نماز کا رہنمایہ اور نماز کی حقیقت اور نماز کے
ذکر نہیں سکے۔ نماز نماز نے محض اپنی عنایت سے اسی گران تدر نماز
کے بھی۔ بعض فردی نکات اور علمی صفات کو محض اوقات میں بخدا ذکر تو اکثر فرمایا۔ لیکن
ایک مرتبہ یہ بخدا حاضر فرمدیت تھی کہ حضور قبده نے عارفین بالتمکن کی نماز پنج گانہ کے
صفات اس وجہ سے کسی قدر دنیاحدت کے ساتھ عامہ نہیں افغانی میں ارشاد فرمی۔ کہ

مطابق شائستہ خیال احمدی بیوں۔ بارگاہ وارثی کا حلقت بگوش تھا جس کے تجویز کرکے تقدیر کیا
بھی یاد رکھا گیا اور عترات و اقرار کرتے تھے۔

لیکن پہلی سے سرکار عالم پناہ کا داد مشریع اور بسط المفروظ۔ بقید الفاظ۔ اور اسی
عنوان سے پہلی صفات۔ میرے حافظہ میں محفوظ نہیں رہا۔ کوئی بطور انکار ارشنیدہ مفہوم پیش
نظر ہے۔ اور ماصل اس کا ضروری داد ہے مگر یہ وقت یا دوست بھی اس وجہ سے اس
فراریت سے زیادہ بے کار معلوم ہوتی ہے کہ اس منمنوں کو اگر اپنی زبان میں تلبینہ کرتا ہو
تو یہ شخص بے کم حصہ تبلیغ عالم کا مخصوص ارشاد بھائے باللفظ ہوتے کے بالمسن
ضبط تحریر سی آتا ہے۔ اور یہ بھی بسید نہیں کہ بعض صفات چھوٹ جائیں اور پہلی تینی
مقطوع ہو جائے سکا۔

تاہم اس ملعون کا مفہوم۔ مطلب۔ جس تدریجی توجہ کو یاد ہے صرف اس خیال سے نکل
کر تاہم کہ راجہ دان جلد نقاشوں کے غلام بارگاہ وارثی کو میری اس نامہ مام اور بے ربط
عبدالت کے مطابعہ سے بھی اس قدر داقیت ضرور ہو جائے گی کہ عاشقان جا نباڑ کی نماز
کبھی ظاہری قیود و شرود طے کے ساتھ۔ اور کبھی باطنی غصہ و نیان سے مدور ہوتی ہے۔ اور
ارباب طریقت نے ان کے اس سوز و گدرا کو عین نماز فرمایا ہے۔

چنانچہ یہ نہ کہا دلتے ہے کہ حصہ تبلیغ عالم لکھنی میں تیام فرمائتے کہ
نماز مولانا و صوبی ہدایت اللہ صاحب دارثی۔ محدث سورتی۔ جو علماء وقت بھی
نہیں۔ اور اہل دل بھی اور باعتبار شہرت عام آج بھی جن کا نام نامی تعارف کا نحتاج
نہیں ہے۔ بغیر حصول شرف تدبیسی۔ حاجی ہندست اقدس ہوئے اور پہلے اپنے بیش
شکر کا ذکر کیا۔ بعدہ بہ استیلائے اوب عرض کیا کہ تبلیغ ما، عاشقان صادق کی مناز
پیغمبر کے حقیقی صفات اور ذاتی تعریف کیا ہے۔

سرکار عالم پناہ نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب۔ عاشقوں کا مقابل تحقیقیت ایک

اور مقصود واحد ہے۔ لیکن واردات تلبی کی وجہ سے ان کے جذبات کی بھی خلقت کی بھی نظر آتے ہیں۔ اور وہ جانباز اگرثا تلقنائے احوال نماز ادا کرتے ہیں۔ اس سے ان کی مناز کی وجہ تعریف چون بطور گلیہ کے ہو ہو شوار ہے۔

لیکن بہ لحاظ مدارج عاشقانِ آہی کے وگردہ زیادہ مشہور ہیں۔ کیونکہ درنوں کے خیال اوسان ہیں بھی کچھ تفاوت ہے اور درنوں کی نماز میں بھی بنا ہر گونہ تفریق ہے۔ چنانچہ ان فدا پرستوں میں ایک گروہ وہ ہے۔ جس کے حبلہ افراد۔ شوون دیدار یا رسمیں تعلقات موجودات سے دست بردار کی ہوتے ہیں اور ہر حال میں بکاب استقلال تسلیم شاہ فریضی کے پابنداء سعائد سطاوہ حقیقی کے آگے منگوں بھی رہتے ہیں، مگر چون کفرین میں تعقیٰ تکلہ ہیں ہوتا۔ بلکہ اس تدریجی تکشیریتی ہے کہ محبوبہ یا مزور شا یا اور کسی ذاتی خیال سے۔ یا ہر نظر قابل ہدایت مرشد۔ یا اشتہری خدمات کے باعث۔ یا اتنا دین کی غرض سے کسی ایک تعلق سے ان کو نہنا سرہ کار رہتا ہے۔ اسی مناسبت سے ان کے معاملات میں سے کسی معاملہ میں تنظیم کا شعبہ بھی شامل ہوتا ہے۔ اور بھی درجہ ہے کہ وہ حق نیوش۔ باد جو دیکھ جو شعن میں سر اپا مدد ہوش بھی کیوں نہ ہوں گمراں کی نماز میں یہ نظم ہے کہ بنا ہر ارکانِ مفترہ کے مطابق اور بہ باطنِ مشترک بہندوں اور مشتمل بہیانہ ہوئی ہے۔ بقول۔

مراغرض زنانہ آں بود کیک سات
فہم فران ترا با تور از گز ارم
و گرہ ایں چہ نماز نے بود کمن بے تو
نشتر فٹے بحراب دل بہزادام
فنسڑی کہ ہمیشہ وہ صاحب امتیاط تیر و ظاہری کے ساتھ مشرد طعنوں کی بھی قیم کیتے ہیں۔
مشناؤہ رضا جو۔ قیودِ محسینہ کی تعییل کے علاوہ۔ و صنوگر نے میں مشترک طبقیتی حقیقی کی بھی
بکڑا انتقام اپنے بندی کرتے ہیں کہ بخیر ایسا بتام اپنے ظاہر میں جو اڈ جرس سے معااف۔ اس
باطن و سوا جس خود می اور خطرات روئی سے پاک کر کے۔ احکامِ محبوب و مظلوم کی بجا آمدی

کے دامنے میں مستدرستے ہیں۔ بقول

پس و صنوچیت۔ نکر کر دین دل صافی دل۔ جداسدن زاغیار
سبداں کی نماز میں یہ بھی غیر معمولی اہمیت ہوتی ہے کہ ارکان ظاہری کی تمیل میں
اعفنا کے جسمانی کے ساتھ ان کے تواریخ روحاں کی اطاعت آہی میں نہیں اور
مشروط ہو جاتے ہیں۔ یعنی قیام رتوود۔ رکونغ دیکھ دیں وہ جاں باز الحبید بخیر دشیاز اور
بکال سوق دید۔ دستیاد ما فیہا کے خیال سے فارغ الباب ہو کر۔ شہود انوار حضرت
واجب الموجہ میں ایسے خواہ استغراق ہو جائے ہیں کہ سند اند آلام کا بھی ان کو احساس
نہیں ہوتا جو صدق کی عین تقریب ہے

چنانچہ حضرت رابد لبڑی کا یہ شہر توں ہے کہ "لئیں بصلادقِ فی دعوانا
مَنْ لَكُمْ فِیْشَ الْحَضَرِ بِفِی اَمْسَاكَهُنَّ بِچَمْلَکَهُنَّ" یعنی وہ پہنچ دوئے میں
سچا نہیں ہے جو خدا کی دی ہوئی تکلیف کو بھول سمجھائے مشاہدہ سلطوبہ میں۔

شاید اسی نظام کو عملانے عظام نے "معراج المدینین" فرمایا۔ لیکن حضرات
صوفیا نے کرام کی خاص اصطلاح میں اسی نماز کو "صلوٰۃ الشہود" اور صلوٰۃ ابوصال
"ین الفراق" کہتے ہیں اور اس نماز کی تعلیم کی، بارگاہ حضرت مرتفعی سے ہوئی ہے اور یہ
ہے۔ مگر بہاں اور مخصوص مشتا تین کو۔ ۱

کیونکہ عحقین ارباب طریقت کو حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے معلوم ہو لے گے کہ
جب سر جلۃ عشق اس زالہ القالب تلی این ابی طالب علیہ التمیة والثنا کے عجروج
پائے مبارک سے جراح نے تبر پیونٹہ نکالا اور آپ بیستو نماز میں مشروط رہے۔
اور خلاف نظرت لبڑی اس دلخراش تکلیف کی خیریہ ہوئی۔ تو یعنی خدم تجویہ تفسیر حال
ہوئے توہشتا و دلایت نے ان کو صلوٰۃ الشہو و تلیم فرمائی اور بکال شفقت ارشاد
ہوا کہ ہمارے اکثر متولیین اس فہیں سے بہیش لبڑی اور یہ مستفیض ہو اکریں گے۔

اور عاشقانِ مادی کا دوسرا طبقہ جس کے رکن رکن۔ ایسا ہلہ قین و میرمیں اوبلیل استدرد کریں ایسا شان ایسا بھرپور ایسا حاصلہ تحریر ہوتے ہیں جس کے منوی وارثات۔ اور دوسری کیفیات سے اگر عجیب و غریب برکات رتفعات کا انہمار ہوتا ہے۔ مگر باسیں بہت آزاد مش اپنی رندانہ روشنگی کی وجہ سے جو بھیت اخواہ ایستار پسند اور اختیار فرماتے ہیں۔ دنیا میں خوش و تطبکہ ممتاز خطا میں شہپر نہیں ہوتے۔ حالانکہ حضرات صوفیائے گرام۔ اپنا پیش رو اور امام حبانتے ہیں۔ کیونکہ یہ مسلم ہے کہ درحقیقت ان کی کیفیت اختیاری داکتا بی نہیں، بلکہ ازالی اور دھی ہوتی ہے۔

چنانچہ ارباب طریقہ کا اتفاق ہے کہ جن عذاب پرستوں کی مقدس روحلیں پہنچنگم عہدہ است۔ افراد امشابہ اور ارشاہیتی سے زیادہ سرشار درست ہو چکی ہیں۔ ان کا سکر در سردار عالم امرکان میں بھی بدستور رہتا ہے اور وہ دمکی گرفت بریتیت اپنی ازالی کیفیت کے باعث دنیا میں بچے تعلق اور آزاد۔ خودی سے بے خود۔ دوئی سے در در۔ نہ مہم بنور۔ سود و محبر دسمے ہمیشہ محترز و متفقر ہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بحیز سوزہ گداز، ان عذاب پرستوں کا کوئی جلبی در ماز لبھی نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ دل فگار کبھی حالت اضطرار میں اپنے اصول بذک اور طریقہ مشرب کا انہمار کرتے ہیں۔ تو بے ساختہ زبان حال سے کہتے ہیں۔ بقول

فاسق می گوئم دا ز لگنے سخون دل شادم بندہ عشق دا ز هر د جہاں آزادم
اندھی منابت سے ان کی طاعت اعراض داغر من سے غالی اور عبادت قلبی جمالی
ہوتی ہے۔ یا را غیار کو کیا۔ رنج دراحت کو مادی جانتے ہیں۔ بحیز حکایت عشق
و ذکر محبت۔ نکسی کے مقابل سے بحث نہ سلت سے گفتگو۔ شدہ ہمبو شیخ سے انکار نہ
شرب برہن سے تکرار کرتے ہیں۔ بقول۔

ما حق ہم از سلام خواست دہم از لگنے پر دانے چرانے حرم د دیر نہ اند
ن ان کو خلن سے داستہ نہ ہندو ق سے سر بکار مسوامے یا ر تمام عالم سے دست بزار

یادِ محبوب و تصور مطلوب میں۔ کامل محیت و مستقل استخراج ہونا۔ اور اسی حال میں جیتنا اور اسی خیال میں رشت جانا ان کے مشرب میں بغوائے "صلوٰتُهُمْ دَائِمُونَ" حقیقی نہیں پنجگانہ بے لقب مولانا علیہ الرحمۃ مصروع۔ "نمازِ عاشقان ترک و جو حاست"

چونکہ یہ پرماد شیع احادیث عالم سکرد حالت کیفیت میں بغير تشبیه و تنزیہ۔ اور بلا احاطہ سود و سپود جوش بھت میں۔ سستی معبود و طلق کے سامنے اپنے شور و جو دکونیت و نابوکتے ہیں جس کا نتیجہ و مآل درحقیقت یہ ہوتا ہے۔ کہ ہر وقت ایک ذات سے سرد کار رہتا ہے۔ اسی حالت کو حضرات صوفیاً کے گرام کی اصطلاح میں "ذرا الفتن" کہتے ہیں۔

لہذا ان کی فرازیبے خودی اور ا تمام بے شوری کے اعتبار سے۔ ان مختاران باوہ الاست کی نسبت بالظن مشناس اربابِ حقائق کا یہ خیال ہے۔ لقول

در کوئے خوابات کے را کہ نیاز است ب بشیاری و سخیش ہمہ صینہ بھان است
خلاصہ یہ کہ بمناسبت احوال اور بتقىناۓ جوش نیاز مندی۔ یادِ حسد و نندی میں
ہمہ وقت و بہرہ حوال مصروف و مشغول رہتے گو۔ اطاعت اور صیادت سے تبریز کیا جائے
تو حبِ متشا اے اہل طریقت مغلاؤ نفت لاعلاف نہیں سے در نتیفِ صلواتِ یقین دَ الْمُؤْمِنُ
کیونکہ معادن آتکہ ہے۔

علیٰ ہزار دزہ جو اسلام کا ذریعہ ہے۔ اور ایمان کا ہمہ باشان گن ہے۔
حفات روزہ جس کا احترام حسنور تبلہ مالم آں اہم اس سے فرماتے ہتے کہ قلب رویتِ ہمہ میاں
مسجد میں پورہ گردانی ہوئی کہی۔ کرناں شریعت سے حافظ عبد المیریم صاحب پارٹی۔ جرن کا مشہور
حفاظت میں شارخنا حکم قرآن کے لئے اتنے تھے۔ شرکت ترادیع کے وسطے ارادتمندوں کو تائید کیم ہوتا
ہے۔ روزانہ افطار کی برعخاص دعاء کو تقدیم ہوتی کہی کم از کم تیس مجلداً تیسی قرآن مجید کھنڈوں سے بیکار زادا
قرآن تراویں کو عطا ہوتے ہے۔ خدا مخصوص کے خدمات میں آسانیاں کی جاتی ہیں۔ مقرر و ثابت
جو روزانہ اس تاریخ پر تقدیم ہوتی ہے۔ اس میں کافی اضافہ ہوتا تھا۔ تشبیہ کے لجن شرقیہ حاجت نہ

کے گھر دل پر کھاتا بھینی کافر بان صادر ہوتا تھا۔ آخر عشرہ میں فربا کو حسبِ حیثت کم احتیم پڑتا تھا۔ عبید کے روز علی الصباح دده اور سویاں بصیرت نگر تقسیم ہوتی تھیں۔ اکثر ساکین کو نقد کبھی دیا جاتا تھا۔ اب خدمت کو انعام ملتا تھا۔ محضر کہ رمضان سارک کا یہ خیر مقدم زبانِ حال نے شاہد ہے کہ حضور قبیلہ عالم کو روزے سے غاص و لپی کی۔

اور جس اولو العزیزی سے مرکار عالم پناہ نے روزہ رکھا ہے۔ اس کا ذکر بعض مؤلفین پرست دارشی لبراحت کر چکے ہیں۔ ادا کثر وہ قدیم اخوان ملت کی ہنوز موجود ہیں یعنی پہلے نے عجیم خود دیکھا ہے کہ پہلے آپ سات روزے کے بعد غاصہ تنادل فرماتے تھے۔ اس نے مگر راہادہ باعث طوالت ہو گا۔ مگر اس قدر عرض کرنا شاید بے محل نہ ہو گا۔ کہ ہمارے رہنمائے کامی کا راستہ بھی۔ صبر و ثبات کے لحاظ سے غیر معمولی روزہ ہے۔ جس سے آپ کے عشق صادق کی شان نظر آتی ہے۔ کیونکہ مختین حضرات صوفیہ نے محبت مدارق کی یہ علمت بطور سکھیہ کے بھیان فرمائی ہے کہ: **الْحَبَّةُ مَعَافَةُ الظَّالِمَاتِ وَمُبَايَةُ الْمُتَّاغَاتِ** یعنی انفرط محبت کی صبح اور لازمی نہالی یہ ہے کہ ثوب کی اطاعت کو گھنے سے لکھئے اور نخالنت سے احتراز کرے۔

چنانچہ حضور قبیلہ عالم کے عنوان اعمال و اشغال کے مادر اور بن سے ہم آگاہ ہیں نہ ہو سکتے ہیں اور مروہ کی طاقت دعیادات میں سے مردند و مدد بی کو اگر گھری نظر سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس عنوان سے آپ نے حضرت احمدیت جمل حسلا لائے اس فسرومان انتہوا الشیام ایلی اللین، کی تقلیل فرمائی ہے۔ وہ آپ کے ہذبات عشق کی بیان و لیل ہے کوئی کہ طاؤ حقیقی کے اس حکم طی کے طابق۔ گو آپ نے بہزار صدق و خلوص۔ ما و سیام کے رہنے سب نیو دشرا نظر کر گئے۔ لیکن بدیاہت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس دن تک۔ از جمع تاسام احتراز آب و طعام کے لبھی آپ کے تلبی ذوق و شوق کو سکون نہیں ہوا اور بے امکنیت جوش عشق حکم شاہ بے نیاز کی تعلیل ہیں **مَعَافَةُ الظَّالِمَاتِ** کی تشرع و تصریح کو اس قدر دیس کیا کہ سمجھا۔ باہر گھنٹہ۔ اسک خود و نوش کے جذاب حضرت نے ایک سو اسٹھ

مختصر کے بعد اکل دشرب فرمایا۔ اوسی تاریخ سال تک آپ کا مسلسل ہی بستور ہاگر ساتھ نہ کے بعد۔ نہایت سادی اور قیل خدا سے انتظار کرتے تھے۔

اور بعض مکار اور کندول کا متولہ ہے کہ بجا تھے تیس دن کے چوبیس سال تک اسی عنوان سے آپ صاحب الدہر رہے۔ اور بکال صبر و استقلال، حضرت رب العزت کے اس حکم کی لیے پڑچوں طریقے سے تعییل فرمائی گئی کہ اس طاعت کو، ریاست شاقد کی حد تک پہنچاویا۔ اور آپ کا روزہ بھی بمنزد المخصوص مجاہدہ کے ہو گیا۔

لہذا الگریہم غلامان بارگاہ داری۔ جو شیعیت کے لمحہ میں یہ عرض کریں۔ تو بالکل صحیح ہو گا کہ ہمارے عالمی شیال اور بلینہ تو صلی۔ آفائے نامدار کو جس طرح وہب الخطیبات نے بلا داسطہ عشق صادر و دلیلت فرمایا اسی طرح عشق کا سل کے جلد مراحل و ممتازی میں کرنے میں۔ حضور تبلہ عالم نے رضاۓ پختگی کی یہ شان و کھادی کہ خداوند عالم کا کوئی حکم طاعت و عبادت ایسا نہیں ہے جس کی تعییل و تکمیل سرکار عالم پیاہ نے گماحتہ اور نہیت کے ساتھ زندگی ہو گی۔

اور پچنڈ کی سلسلہ ہے کہ حضور تبلہ عالم کو روزے سے نہایت رفت، اور غایت دل چیزیں تو اسی رغبت کا یہ اتفاقنا تھا کہ بکال شفتت آپ نے ستر شین کو بھی روزہ رکھنے کی ہدایت متواری اور بتا کیا فرمائی۔ بلکہ تر غیب کے پیرا یہ میں صوم رمضان کے صفات و برکات سے بھی آئیں گیا۔ چنانچہ اکثر ارشاد ہوا ہے کہ "روزہ الیسی گر انقدر عبادت ہے کہ روزہ دار بندے کو خدا اپنے دوستوں میں شمار کرتا ہے" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "انسان حالت روزہ میں صفات ملکوتی سے موصوف ہو جاتا ہے" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا اگر عین رحمت ہے کہ ناتھ بوجا اس کے نعمت خانہ میں محبوب خدا ہے۔ وہ ہر سال اپنے بنی اسرائیل کو تیس روپ تک مرحمت فرماتا ہے؛ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ "روزہ نگاہوں کو مٹاتا ہے"؛ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "روزہ رکھنے سے نفس بخلوب ہوتا ہے"؛ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ

روزہ روح کی غذا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ "شوق سے روزہ رکنا مانتے ہیں کیستہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "روزہ رکھنے سے حند اکی محبت پڑتی ہے" ।

ادرشا یہ طالبانِ الٰہی کے داسطے صائمِ الہرہنزا یادِ عغید ہے۔ کیونکہ اکثر حدیث قرآن عالم نے اسی حلقةِ مگوں کو دائم الصوم رہنے کا حکم دیا ہے۔ جو خرت پیش، یا بالظاہر ای دنیا مگریں الحیثیت صاحبِ دل اور حق کوئی تھا۔ اور جب کوئی دادا می روزہ دار حاضر نہ ملت ہوتا تھا۔ تو سرکار عالم پشاہ اس کو نہ نظر شنت دیکھتے تھے اور خادمِ خاص کو اس کی انتظاری کے داسطے تاکید ہوتی تھی۔ اور اکثر بطور سہمت انزواں یہ بھی فرماتے تھے کہ "ہم نے بھی برسوں روزہ رکھا ہے۔ روزہ مرہ پانی سے انطا رکرتے تھے۔ اور سانوں میں روزہ کھاتا کھلتے تھے" ।

حالانکہ ایسے اخوانِ ملت کی تعداد بھی بکثرت ہے جنہوں نے حسبِ احکامِ میثمن کو آب و طعام سے اختراز کیا۔ یا جن سے غصہ دہانگ روزہ رکھوا یا گیا۔ لیکن طولانی کا خوف ہے۔ اس نئے بمحاذِ اسلسلہ چند حضرات کے نام نامی مشیلانگارش کرتا ہوں۔ چنانچہ ردمی شاہ صاحب دارثی۔ جو ترکی انس اور پبلے اپنے سکن میں فسر فوج تھے۔ ان کو حضور قبلہ عالم نے لباس فقر بایں حکمِ محنت فرمایا تھا کہ دائم الصوم اور تمام ایں رہنا۔ اور بعد افقام کی صرف نک سے نان جوں کھانا۔

اور دلائی شاہ صاحب دارثی افنا نی۔ جن کے دیکھنے والے آج بھی موجود ہیں کہ حسبِ احکامِ احری شریعت میں تھمارہ سے مشکیزہ بھر کر خلقِ انشد کو پانی پلاتے تھے۔ ان کو سرکار عالم نے صوم دائمی کا حکم دیا تھا۔ کہ ایک دن روزہ رکھو اور دوسرا دن سے روزے طلب جو بہم پہنچے بعد ظہر کے کھالیا کرو۔ اور جس روز روزہ سے ہو آستنا نہ اندس پر بارہ دب کشی کر وہ ارجس روز کھانا کھاؤ اس روز پانی پلاو۔

اور سبیعی دارثیہ میردت برالشداںی جو کچن تک اجنبی شریعت میں صاحب ہاں شہر
ہیں۔ اور رقبہ اور کے شریتی سمت ان کا مزار ہے وہ جس روز سے داخل سلسلہ ہوئی
تاجیات روزہ دار ہیں۔

اور سکین شاہ صاحب دارثی۔ جنوار الاباد کے رئیس تھے۔ اور ضلع باندھ میں
جن کا ہزار زیارت گاؤ خلائق ہے۔ دائم الصوم اور قائم اللیل تھے۔

مسماۃ نصیبین دارثیہ ہمیشہ روزہ دار ہیں اور کھانا تیرے دن کھایا۔ وہ اس طرح
کہ پر خدا کلت کر جس قدر پسے بحیث ہوتے تھے۔ ان میں سے نصف پہلے خیرات کرتی تھیں اور
نصف اپنے سوم سرروزہ کے افظار کرنے میں صرف کرتی تھیں۔

اور کندوم شاہ صاحب دارثی متوطن موائی مصل دیا بادر۔ بارگاہ دارثی کے قدیم
حلقہ بگوش تھے وہ ایسے روزے کے دل دادہ تھے کہ حالت صرم میں ہاں بھی تسلیم ہوتے۔
اور منستان شاہ صاحب دارثی۔ فتحوری۔ وہ ایسے اہم باستی روزہ دار تھے کہ روزہ
افزار کرنے میں دام القراء کا سفر کیا۔

اور عاجی بیگی شاہ صاحب دارثی۔ ان کا بھی یہ مستور تھا کہ تیرے روز غذا کھاتے
تھے۔ اسی عنوان سے تاجیات روزہ رکھا۔

اوسماء سکین دارثیہ اکبر آبادی نے اکیس سال تک دن کو روزہ رکھا۔ اور رات
کو سور کوت نق پڑھتی تھیں اور اسی حالت میں اس عابدہ کو مالک حقیقی نے دوسرے عالم
میں بلا لیا۔

اور عاجی فیضو شاہ صاحب نے چوبیں سال تک العید تک حیوانات روزہ رکھا۔ جب
خادم خاص کے عہدہ پر مدد ہوئے تو بھکم سرکار خام پناہ تھنا کیا۔

اوہا بیگن شاہ صاحب دارثی متوطن اگاہ جب لباس فخر کے خواستگار ہوئے تو
حضرت محبہ عالم نے فرمایا کہ پہلے بارہ سال تک روزہ رکھو۔ موصوف نے حسب بھکم

تامرت مقررہ بکالی احتیاط روزہ رکھا اور ان دران میں اکثر تیسرے روز بھی انتظار کیا۔ اور با پوکھنیا لال ساحب عرف غلام دارث۔ وکیل علی گرڈ۔ عرصہ دراز تک اس عنزان سے روزہ دار رہے کہ ہمیشہ کالم کامی بھی نہایت خوبی سے انجام دیا۔

عرض غلام ان بارگاہ وارثی کے اس کثیر التعداد گروہ میں جس طرح حجاج بکثرت ہیں اسی طرح لیے روزہ دار بھی متعدد ہیں۔ جو تامیات دائم الصوم رہے ہیں۔ یا جہنوں فمدت مید میں روزہ رکھا۔ اور یہ خصوصیت صرف ہندستان ہی کے باشندگان کے داسطے موقوفہ نہیں ہے۔ بلکہ دیگر ممالک میں بھی اگر تلاش کیا جائے تو حضور قبلہ عالم کے ایسے حلقوں میں بھی اکثر ملیں گے۔ جہنوں نے خدا کی محبت میں اپنی خواہشات کو فنا کر دیا۔ اور تمام عمر روزہ دار رہے۔

خصوصاً چاوز عراق میں جہاں پرستادان دارثی کا شہاد کرنا دشوار ہے۔ وہاں تو ایسے عبادت گنار متعدد گزرے ہیں کہ وہ صائم الدہر اد تائم الدلیل تھے۔ کیونکہ اکثر اخوان ملت نے ترجیح وزیرات کے شرمند اختماع سے فائز تھے۔ بیان کیا ہے کہ دیران سفر میں سرکار عالم پناہ کے بعض دوست گرفتہ ایسے نظر آئے ہیں جو علاوه دیگر صفات سے موصوف ہونے کے مستقل روزہ دار بھی تھے۔

چنانچہ حاجی بک شاہ صاحب دارثی بیان کرتے تھے کہ بیروت میں سن کر بیان یادوں میں حدث ثانی ایسے صاحب بنت بزرگ رہتے ہیں جن کا احترام اس دیار دامصار کے خاص زعام کرتے ہیں۔ گوبیت عرصہ سے وہ عدالت نہیں صائم الدہر ہیں۔ مگر ہمیں ہر سال حج بیت اللہ کے لئے پاپیا دہ جاتے تھے۔ اب کہ سن کی وجہ سے اذٹ پر سفر کرتے ہیں۔ مگر حدود مکہ منظر کے اندر۔ پاپرہنہ رہتے ہیں۔

یہ سن کے بھے بھی ملاقات کا شوق ہوا۔ حتیٰ کہ دوسرے روز۔ وہیں کے ایک تاجر کے ہمراہ گیا۔ سلام کیا۔ تو موصوف کی پہلی صفت کریمانہ یہ دیکھی کہ کھڑے ہو کر حباب دے

اور معاونت کیا۔ اور مزان پر کی کے بعد مستفسر حالات ہوا۔ یہیں نے دو رانِ نئنگارڈ میں یہ بھی عرض کیا کہ مولانا آپ دائم الصوم کب سے ہیں۔ جدوجہ نے ایک آہ سرد چور کر کہا یا اُسی جب سے تمارے مقصد اسے ظلم لے جو گنہ گار کا انتہا پڑا۔ انہیں کی عنایت سے بہت زمانہ گزر گیا۔ احمد انہیں کی اعادہ و حمایت پر بھروسہ سائے کو قبیلہ زندگی اُسی حالت میں گزد چاہئے گی۔ درستہ۔ ”بلدِ گراں کجا دُن ناؤال کجا“

اور مولوی امیر فخر حسین صاحب دارالشیعہ۔ ریس امیری۔ دکیل ہبوبال ناقل متے کر مکہ منور میں ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ چون کتبہ مجسٹر بہت زیادہ سختا ہوا اکثر لوگ عقیدہ لکھندا نصوحت سے مضطرب الحال نظر آئے۔ تو میں نے اپنے سماں سے ذلت کیا کہ یہ جنازہ کس بزرگ کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حسن بد دی ان کا نام ہے۔ لیکن سماں الدہر تھے۔ اس دبیر سے شیخ صوی لقب آرکیا تھا۔ حاجی دارتہ علی شاہ صاحب کے مرید تھے۔ احمد کوہ صفائی کے قریب ایک عزیزی میں رہتے تھے۔ احمد ایسی زادپرانہ زندگی بسر کی کہ بے طلب تجھ کہ آ جاتا تھا۔ اسی دن اس کو تقسیم کرو دیتے تھے۔ اور اس عمر میں بھی طواف کرنے پا پسادہ آتے تھے۔

عزم ہر درود ایت کا ماحصل یہ ہے کہ بلدِ عرب میں حضور قبلہ عالم کے ود ارادتمند بن کی طلب صادق اور خیال سنتہ تھا۔ ان میں اکثر دائم الصوم بھی سنتے۔ بلکہ مجھے بھی یہ شرف نسبیت ہوا ہے کہ اس دیار میں ایسے اہل ریاضت اخوان ملت سنبھار جاں ہیا جو رہنمائے کامل کے حکم خاص سے دوامی روزہ دار تھے۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء کا یہ واقعہ ہے کہ شہید مقدس (رخیسان) میں مجدد کو یہ معلوم ہوا کہ آغا عبد الحق اتنا عشری۔ جو پہلے یہاں ناظم تو شک خانہ تھے اور اب بوجہ پری خانہ نہیں ہیں۔ وہ سرکار عالم پناہ کے شخصوں حلقة بگوش ہیں۔ یہیں کے شوق ہوا کہ ان سے ملاقات ضرور کرنا چاہیے۔ مگر جامش المقررین نے یہ سامان کردا یا کہ اسی روزا دہ اسی خادم اتنا نہیں نے جس سے صحیح کمال کا

ذکر کیا تھا۔ عصر کے بعد یہ خبر دی کہ اس وقت آغا ناظم مدفونہ انوار پر صاف رہتے ہیں۔ میں نوراً گیا۔ اور اپنے صوت سے ملا۔ اور انہوں نے سلام کا جواب بھی بخندہ پہنچانا دیا۔ مگر فرماؤں صورت دیکھی تو جوہر پر کچھ آشنا تحریر نظر آئے۔ میں نے خود اپنا تعارف ان الفاظ میں کیا کہ باوجود یہ نہ آشنا خواہ ہوں۔ مگر اس خدمتی کی وجہ سے ملے آیا کہ میں بھی اسی بارگاہِ عالیٰ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ جس کے قدیم ارادہ تکنیڈل میں آپ کا شمار ہے۔ مولوی نے بکمالِ محنت معانقہ کیا اور نام و نشان سُن کے فرمایا کہ یہاں سریزی نہ ہوگی۔ اگر تکمیلت ہے تو سکان پر چلتے۔ میں نے عذر کیا کہ میری حاضری کا وقت قریب ہے۔ کل حاضر ہوں گا کہا اچھا۔ مگر چائے دہی پہنچا بھولی۔

دوسرے روز میں گیا۔ تو ان کو منتظر یا۔ بشفقت مانعقہ کیا اور ایران میں سرکارِ عالم پہنچا کی تشریف آمدی کا ذکر کرنے لگے۔ اسی اشیائی میں خادم چائے اور ناشتا لایا۔ مددوح نے اپنے ہاتھ سے بنائیں ایک فنجان مجود دیا۔ اور خود اسی مذکورہ میں مصروف رہے۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ آپ چائے سے دست کش کیوں ہیں۔ فرمایا۔ معدود ہوں۔ میں نے سببِ معدود ری پوچھا تو کہا۔ عرض کرتا ہوں۔ دہ سبب یہ ہے کہ دیگر واردات قلبی کے بعد۔ جب داخلِ سلسلہ ہو چکا تو مجھے چار وقت کھلتے دیکھ کر۔ ایک روز حضور قبلہِ عالم نے فرمایا کہ تم کثیر النذکر ہے جو۔ عرض کیا کہ آپ وہا کے اثر سے یہاں ہر شخص زیادہ کھاتا ہے۔ اور ہمہم ہوتا ہے۔ فرمایا۔ شکم سیری سے جس طرح تندرستی میں اضافہ ہوتا ہے مدعی طرح طالبِ خدا کی روحاں ترقی کے دامتہ مسراہ ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے گرسنگی مینداو میں الحال ہوتی ہے۔ چنانچہ شبور بتول ہے کہ "اجْعَنْ يَقْهِي الْفَقْعَادَ وَمُهِبَّتَ الْمَوَاءَ وَيُؤْرِثُ الْعَلَمَ" کہ بھوک تقلب کو صفات اور ہر اوس میں کو زائل اور علم کو پیدا کرنے کی ہے۔

میں نے عرض کیا جو حکم ہو۔ فرمایا کچھ عرصت ک تم مسلیلِ روزہ رکھو۔ آئندہ خدا کو

بیونفسور ہو گا وہ کرنا۔ مگر مجھ رانا نہیں۔

اس روز سے میں روزہ رکھنے لگا تین سال کے بعد جب ایران کو پھر آپ کی تشریف آمدی سے عزت حاصل ہوئی تو مجھ کو سامن دیکھ کر فرمایا کہ عبد العلی روزہ رکھنے سے کوئی تخلف تو نہیں ہے۔ عمرن کیا تخلیف کیسی اذکار کے بعد تفریق ہوتی ہے۔ یہ شیخ کے بھے ترسیب بلایا اور شغل سلطان الاذکار تعلیم فرمایا کہ ارشاد ہوا کہ دامِ النعمہ ہو جاؤ۔

اس روز سے دنوں کام گرتا ہوں اور حضور کی عنایت سے۔ آج تک کوئی روزہ بھی نہیں قضا ہوا اور شغل سلطان الاذکار بھی بماری ہے اور اسی بیماری سے روپڑا نور کی اس امیاز نہ صحت سے مستفی ہو گیا ہوں کہ ہبہ دلت انتظام اور انسرام کی مصروفیت میں تفریغ خاطر ہونا دشوار بلکہ میں ملدوں ہوں۔

حاصل رہایت مذکورہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضور قبلہ عالم کے اکثر بیانی اور فرقی ارادتمند بھی دامِ النعمہ تھے اس کے حالات و افعالات اس کے بھی شاہد ہیں کہ روزہ جو نیکا ہر بیت آسان اور بھانی سیاست کی شکل میں نظر آتا ہے کہ بارہ گھنٹے کے اسک آٹھ طعام کو روزہ کہتے ہیں۔ یہ چاری عدوم رانیت کا انتظام ہے۔ درستی انجیختت اس بیشل عبادت ہی کا نیادہ حصہ رہیا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ اہل دُنُوں روحانی سروکار کا نام ہے۔

عاشقوں کا روزہ [چنانچہ روزہ داروں کے۔ ابتدائی مادت کے قبود و شرائط میں جس ابتمام سے ہشیائے خود دنوں کا استعمال منوع گردانے۔ اس سے بہت زیادہ اور شغل پتاکہ دہ احکام ہیں جو روحانی اشغال دا توال کو درست اور شاستہ بناتے ہیں۔ اور جن کی تعلیم و تکلیف کا انحسار۔ روزہ دار کی سیوی یافت و استفادہ پر موت ہے۔ یعنی جس طریقہ ہم ایسے عزم الناس۔ لپیٹے روزے کے ذرا نقص نہیں کی تجہیہ اشتہ کے دامنے بخاب اللہ مکلفت ہیں۔ اسی طریق خواص بھی باستارہ مدارج لپیٹے روزے کو روحانی فردوگناشت

ت محفوظ رکھنے کے لئے تقدیر نامہ موجود ہوتے ہیں۔

اور جب روزہ دار کے مدارت بالمنی ترقی پر ہوتے ہیں تو ان کے اعزازات سے متاثر ہو کر حیات جہانی اور کیفیات صورتی بھی بتدریج صفاتِ عمنوی کے ہم رنگ اور مشابہ ہو جلتے ہیں۔ مثلاً جس حالتِ اضطراری کو پہلے جوک اور پیاس کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، بُھس کیفیتِ نفسانی کو بھی میتھے شوٹ میں جب تکنیاتِ اوازابنی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو انسان کامل کی حصیتی نہ ہے اسے توصال شاہزادی حقن کے چونش میں خواہشاتِ عدم ہو جاتے ہیں اور مکولاتِ دشراست سے ہے بے نیاز ہو جاتی ہے۔

اسی مناسبت سے روزہ دار کے ثبات کامل اور صومعہ حصیتی کی تعریفیہ میں۔ بلند منزلت ارباب طریقت کے اکثر ارشادات ایسے متفق ہیں۔ جو کلیتیہ روحاںی ہیں۔ چنانچہ بعضِ دونیکے گرام نے ارشاد فرمایا ہے کہ سالکین راہِ حق۔ ماسوانے آب و معاشر۔ دسواس و ادبار م سے بھی احتیاط فرمائتے ہیں۔ بعض ایں تغیر کا خیال ہے کہ روزہ سے کے دامنِ جمیت خاکہ۔ بھی شرعاً لازمی ہے۔ دردِ حضرات خودی۔ اور خندشاتِ دوئی سے حسبِ بلکت عشقِ لغوارہ لازم آتا ہے۔ اور ابو بکر شبلی طلبہ الرحمۃ کا قول ہے کہ ایں محبت کار روزہ اغراض سے پاک ہوتا ہے۔ اور محمد و مسلم شہاب الدین بن محمد سہروردی علیہ الرحمۃ نے میا تے ہیں کہ روزہ دار کو مسجد و دعاتِ عالمت عدمِ انتفاع بھی ضروری ہے۔

اسی عمنوں سے ہمارے حضور قبلہ عالمتے روزہ کے نہیا سے کمال کو اکثر بہ احت فرمایا ہے۔ مگر ایکے مرتبہ نواحی بہار میں شیخ محمد اسماعیل صاحب دارثی ریسین پٹھی کے آپ ہمان تھے۔ اور اتفاق سے صفاتِ عوم حصیتی کا ذکر ہے۔ جس کی تائید میں مولوی عبد الکریم صاحب دارثی نے ارباب طلاقت کے وہ اقوال بیان کئے جو روزے کے باشنا روزہ دسرارے میں تصور تھے۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب۔ مشرب عشق میں روزے کی حصیتی صفت یہ ہے کہ ترک نہ اس کے ساتھ خواہشات غذا کے دسواس

اور لذاتِ غذا کی تکمیر و احساس بھی فتنا ہو جائے ہے۔

صفاتِ حج اخلاقیہ کہ روزے کی تبلیغ میں بھی حضور قبلہ عالم کی دینی شان بہایت نظر آتی ہے کہ شفقت و ارتقیت مردین کی جماعت دردِ حانی چیزیت اور استعداد کا لاملا اس قدر ضروریاً کہ جو ستر شدین مبتدی اور سادہ خیال تھے ان روزہ طاروں کے واسطے معروف ارکانِ شرعی کی تعلیم کافی مصروف رہی اور جن کو کم و بیش روحانیت سے بھی تعلق و سروکار کھاناں کو رہنا ہے کہ نے انہیں تیوہِ منزی کے ساتھ اس فرضِ ظہی کی بھی آوری کا حکم دیا جس کے وہاں اور سزا ادارتے۔ خصوصیاتِ حکامِ ذکرہ بالا۔ انہیں اہل باطن۔ خدا پرستوں کے حق میں صادر ہوئے جن کے قلوب اخلاقیتِ محبت سے متاثر۔ اور تسلیم زرِ حضائے خداوندی کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ مدنہ اہل مہندگی تو انہی اور تسلیمِ سری ہرگز اس تبلیغ کی تھی کہ جس طبقیں اور تقالیل سے ایرانی اور افغانی حلقة بگوش پار گاہ داری دا کم الصوم رہے۔ اس سبرہ ثبات سے ہمارے ہم وطن اخوان ملت۔ جو سراپا صفت دکمزِ دری کے نہ ہو سکے۔ اس حکم کی تینیں بین تاحیات آشندہ و گرسنه رہنا اپرداشت کر سکتے۔ بلکہ اور زیادہ دشوار معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی کینسران وارثی۔ اگر عنایت مرشد شاہی حال نہ ہوتی تو یہ صفت نازک روزانہ کے خورد دنوں کو اس طرح فراموش کر سکتیں اور نہ میدان صبریں مزاد مسامنِ الہ جہر کے دوسرے بدروں کوڑے ہونے کی جرأت کرتیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرکار عالم پاہ کے دینیانِ باطن سے ستھین دنوں تھے جس طرح ایرانی اور افغانی سماحیت حال تھے۔ اسی طرح ہندوستانی حلقة بگوش اہل جوڑی اور پختہ نیال تھے۔ اور دنوں کو اپنے رہنمائے کامل کے حکمِ ناطق کی بھا آوری یہ بات تھے روحانیت خاصِ محبت تھی۔ اسی لئے توی الحجه اور ضعیف المدعی کافرن دامتیا ز نہ سہا اور دنوں اپنی اپنی چیزیت، والہیت کے انتبار سے کامیاب اور فائزِ المرام ہو سکے۔ سی عنوان سے حضور قبلہ عالم نے اپنے ظالموں کو گعبہِ اللہ کے شرف دانتے تھے۔

آگاہ فرمایا۔ اور چونکہ جو دو نوع پیغام ہے۔ تجعیف خانہ۔ اور تجعیف خان۔ اس لئے زبانکے کاس نے ہدایت بھی اسی تفصیل سے فرمائی۔ کہ عام مریدین کو انہیں معرفت صفات کمپ اور برکات حج سے خبردار کیا۔ جوان کے نیم خیال کے حب حال تھا اور خاص ستر شدیدن کے واسطے مناسک حج کی بحث آوری۔ مشروطہ بریافت و مجاہدت گردانی۔ جو شرب عشق کا میں اسول ہے۔

چنانچہ اکثر آپ نے بطور ترغیب نوآموز ارادتمندوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا ہے کہ ”جس نے سدق و خلوص سے حج کیا۔ اس کا ایمان کامل ہے۔“ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ”حج۔ چند انتہائات کا مجموعہ ہے۔ جو اس میں ثابت قدم رہا۔ اس کا خدا کے دوستوں میں شمار ہنا یہ بھی ارشاد ہو لے گے۔“ جس نے خدا کے بھروسے پر حج کا ارادہ کیا۔ اس کی امداد غیب سے ہوتی ہے۔“

اور جب کوئی عام مریدین سے حج بہیت اندھے کے لئے اجازت طلب ہوتا تھا۔ تو سرکار عالم پناہ فرماتے رکھتے ”جادا۔ یہ کام بھی ضروری ہے۔“ اور کسی سے یہ فرمایا۔ ”جادا۔ اگر غبت ہے تو ہزار کوں پر ہم تھمکے ساخت ہیں۔“ اور بھی یہ فریق تھے۔ جو خدا پر بھروسہ کر لے گئے۔ خدا اس کی مدد ضرور گرتا ہے۔“ اور کسی سے یہ فرماتے تھے کہ ”مجست کا نعماضنا یہ ہے کہ مطلوب کی راہ میں اُر تکلیف بھی پیش آئے تو اس کو راحت سمجھئے۔“ کسی سے بصورت تاکید یہ حکم ہوتا تھا کہ ”طالع بھی جاؤ گے۔“ اور کسی سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے کہ ”حجاج عمرہ لانے میں بہت کوشش کرتے ہیں۔“ کسی سے یہ فرمایا گئے۔ میزاب رحمت کا پانی لگنا بھی کو دھو دیتا ہے۔ اگر بارش ہوتی ہے تو حجاج اس کے پیچے گھر سے بوج کر نہاتے ہیں۔“

اوچب دہی حلقة بگوشن بعد مراجعت سفر حج حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے۔ تو اکثر آپ نے ان سے معاونت کیا ہے۔ اور بہال کے حالات متوجہ ہو کر ساعت فریٹے

یہ اور سبھی کسی سے یہ بھی درجہ بانست کیا جاتے گے؟ انھی ہوئی تھیں جس کا مونا لوگ اپنرا کرتے تھے
زندگی پر تہمہم لہول سے ارشاد فرماتے تھے کہ بہاؤ، کعبہ کے اندر کے ستون ہیں؛ اور کسی سے یہ
نہیں تھے کہ بہاؤ۔ وہ ستون کس نذری کے ہیں؟ اور کسی سے بقدر مزاج یہ فرماتے تھے
بہاؤ کعبہ کے اندر کیا دیکھی؟

اور چار سے صاحب حال اور پختہ خیال حلقوں گہرائی تھے، جن کو زینشان داری شے اتنا
رب اعزت کا شوق، اور محبت شاہد مطلق کا چوتھی تفہیش ہوا تھا۔ وہ حق آگاہ جب
حجبت اللہ کے لئے اجازت خواہ ہوتے تھے کیا خود سے کافاہ عالم پناہ ان کو ازاں حجا بازی کی
سیاحت کا اشارہ فرماتے تھے تو ان کی حالت و گیفتیت کی مناسبت سے ان کو دی
حکم ہوتا تھا جس کے دل قلبی دہ اہل اور سزادار تھے۔ مثلاً کسی الہ نیاز دوست گرفتار کو
حصہ قبضہ عالم نے خابی مطلق کے اس دربارہ سالمنیں پاپیارہ حاضر ہونے کا حکم دیا
ہے، کسی کو پیشوائے حق نے، مناسک تج ادا کرنے کی اجازت بایں شرط امر حرجت فرمائی
ہے کہ تما انتقام سفر باتفاق احمد رہبا۔ اور بعض ارادتمندوں کو غرفات کے نید من و
برکات سے بار بار ستفیض ہوتے کا حکم ہوا۔ اور بعض اہل تکلیف نے اپنے رفیع المرتب
برٹھ کے حکم سے مذکور مظہر ہیں تمت المعرفت امام کیا، اور دہسی کی فاک میں مل گر گئیں
تے پاک ہوئے اور بعض کو مکمل ہوا کہ دادی طبیبہ کو سفر نہیا ہے، اور گنبد خوارہ تسبیحیات انوار
ابنی کا شدید کرد، بعض پختہ خیال زابدا نہ سوت سے عرب کے نشانگ، اور غیر اباد پیارہ
پر تھیات، ملت نہیں رہے، اور بعض منظریہ، الحال نہ مل مول کو آئیں نے نامدار نے جس
نہیں دیا رہی ہے، سیاحت میں زندگی بھر مسرووف رکھا۔

حضرت قبیلہ عاصم کے یہ مختلف اصنافات احکام، گواہیک جی اطاعت حسنہ اندھی کے
نے سارے ہوئے، لیکن مقدار قیود و شرائط کے ساتھ مستر شدہ زین کو ہدایت ہونے کا بہب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ بخاری طبیبین کے ذوق دشون میں کافی تغیرتیں تھیں، جس کا انتصار تھا کہ ضر

دیا پر مطلوب کے حقیقی مراحل و منازل طے کرنے میں ان کو حسب اگانہ طریق اختیار کرنے کی
مز嗜ت ہے۔ اس سے سرکار عالم پناہ نے مختلف انجیال ارادہ تندول کو علیحدہ علیحدہ ایک
مجاہدہ ایسا تعلیم فرمایا جس کی نوعیت بظاہر شخصی و افراطی ضروری تھی۔ گرفتی الحیفۃ جملہ حکما
آپ کے اس خیال سے مقتدا المعنی تھے کہاں ایک تھا۔

اور چونکہ حج سبیت ایشائی مخصوص رو حادی عبادت ہے۔ جس کے ارکان صدوری بھی
خصوصیات مدنزی سے خالی ہیں۔ اس واسطے بارے بادی برحق نے صفات حج اکثر اپنی
الفااظ میں ارشاد فرمائے جن کو باطنی ریاضات اور قلبی مجاہدات سے گہرا تعلق ہے مثلاً آپ نے
فرمایا ہے کہ: حاجی وہ ہے جس پر حیثیت حج منکشت ہو جائے۔ اور یہ کبھی ارشاد
ہوا ہے کہ: خانہ خدا کی زیارت کا شوق تو سب کو ہے۔ مگر صاحب خانہ کا مستلاشی
ہزاریں ایک ہوتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "کعبہ مقصود زدار ہے۔ اور دل
بیط اوار ہے"۔

کعبہ بنگاہ خلیل آزر است دل گزر گا جلیل الکراست

حصہ حجت زکوٰۃ علی بذرا ذکوٰۃ۔ جو سلام کا پوچھت اُمکن۔ اور بکو جب آیہ دافی ہدایہ
در آقیمہ العتلوٰۃ دا ترالرکوٰۃ۔ شل دیگر فرانس کے نہایت ہتھیں باشان فرمن
تقطی ہے۔ مگر باد جو دلیسے ممتاز خصوصیات کے بظاہر اس فربان ایزدی کی بجا آدمی بہت
آسان معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ عبادت مالی ہے۔ مگر باد جو دلیسے ممتاز خصوصیات کے
بظاہر اس فربان ایزدی کی بجا آدمی بہت آسان معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ عبادت مالی ہے اور
دیگر اس تصریح میں کہہ سال پئنے مال کا چھپنا حصہ ساکین قبیم کر دیتے ہیں فرمن ادا مو جاتا ہے۔
اور فرضیت زکوٰۃ کا سب بجز افسوسی کے اد کوئی نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اس کو اپنا مال ہے مٹے
زیادہ غریب ہتا ہے کہیں تو اس مٹ کے جا باب کی خارجی خالی دوبارہ اسے مال نہ پڑو تو فرمائی ہے
پس نیکے قیامیں بن کے موبیم آس ام کید اسٹھل منز کرنا۔ یا اس کو دوسرے اخاذیں یوں کہا جائے کہ

خدا کی احکام میں اپنی ماوس پیز کو ہر سال خنقر کرتا ہے تاکہ کام ہے۔ اس کا حافظتے زکوٰۃ کو
امتحان مال کے نام سے تعمیر کرنا۔ ناموزوں نہیں معلوم ہوتا۔

ہذا غایق حقیقی نے بندوں کے اس ناقص اور بے جل اُن کو فرمہ رہا تھا اور مدد و م
کرنے کے لئے اپنے مکمل اور مستقل قانون میں تبلیغیں اسلام کے حق میں چیز کم صادر فرمایا
کہ "دَأَتُّ الْزَكُوْةَ"۔ کہ تمہارے پس ماندہ سرمایہ پر جب پورا سال گزر جائے تو اس مال کی پایہ پر
حصہ خیرات کر دیا گرو۔ جب پر تیرہ سو برس سے بالاتفاق عالمدار ہے کہ اپنے اپنے وقت میں
علماء سے شریعت نے یہی تاکید کی اور یہی ہمیت ارباب طریقت نے اپنے ان متابین
کو فرمائی۔ جن کے دل خانست کی جانب، ماں ہو رہے تھے

چنانچہ ہمارے سر کار عالم پاہ کے دباریں جب کبھی فرضیت زکوٰۃ کا ذکر آیا تو اکثر
آپنے عام مردمیں سے غافل ہو کر فرمایا ہے کہ "ذرا بخیل وہ ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتا۔
ادمی بھی ارشاد ہوا ہے کہ جس مال کی صدائی دل سے زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ خدا اس مال
کا محافظ ہو جاتا ہے" اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار
کرنا کفر ہے" اور کبھی بتسمیم بولو سے یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ "زکوٰۃ بڑے
نفع کی تجارت ہے کہ ایک روپیہ کے غرض میں خدادوس روپیہ اور یعنی موائی
پرست روپیہ دیتا ہے"

لیکن حقیقت زکوٰۃ کو نظر غائرت دیکھتے ہیں۔ تو ظاہر ہوتا ہے کہ مستر میڈیا بارگاہ
احمدیت کے واسطے یہ سلسلہ ہمیت سے حسنی نہیں ہے۔ اور یہ امتحان مال جس کو ہم
آسان خیال کرتے ہیں بہت دشوار ہے کہ خدا کے جبارتے اس امتحان مال کو۔ اُن جاں گذار
اتلاعات نہیں شرکیے فرمایا ہے جن میں مخصوص اور اولو العزم عاشقانِ جانباز آزاد اکثر کے
دلت مبتلا کئے جاتے ہیں۔ ادمان کے ملکب خانش کا اختتام اور مدارج علیا کا انعام اہمیت
امتحانات کے مناسب اور سخت اور کو سبز شہزادی سے برداشت کرنے پر موقوف فرمایا ہے۔

باں اس قدر ترقیت امتیازی مفرود ہے کہ انہی صفات اب تک سے شخصی خدمتے ذوالجلال نے رکنِ بیویت کفر سے اپنی صولت جبروتی کا انہیار فرمایا ہے کہ تم تہاری استقامت صبر اور صداقت ثابت کا خوت ہیں۔ بھوک ہیں۔ نقصان مال ہیں۔ املاحت جان ہیں۔ بر بادی فرث میں امتحان لیں گے۔

اور سیدہ زیر بحث میں بجا ہے "لَفْظُهُمْ الْأَمْوَالُ" کے بندہ نوازی کی شان ہیں "اَتُوَا الرِّحْكَوَةَ"۔ فرمایا کہ تمہیں نے تم کو جو مالی شریعت اپنی عناصر سے محنت فرمائی ہے اس کا ایک قلیل اور مختصر حصہ چارے محبت اج پذول کی رفع احتیاط کے واسطے ہر سال دیا کرو۔

لیکن دیکھتے یہیں کہ جس اہتمام سے الحکم الحاکمین نے قرآن پاک ہیں۔ زکوٰۃ یعنی انتقال اُنس مال کا حکم متواتر سادہ فرمایا۔ اسی عزوٰان سے اس کے مقبول خاص۔ اور مقرب پڑگاہ پذول نے اس فشریان حداد نہیں کی۔ قلیل مدوری و مسٹوی کے سامنے ایسا برتری یہم ختم کیا۔ جو عبادیت کی جسم ناقور ہے گر شوق ایش میں اپنی راحت و عافیت کلکتیہ نثار کر دی۔ کہ زکوٰۃ کے قیود مدد و مہیں آئنا۔ یعنی مال جیسے کرنا۔ پھر اس کا ایک حصہ عنداشت تقسیم کرنے کے سچائے مال دُنیا سے تعلقاً احتراز کیا۔ اور دولت دُنیا کو جھونا بھی حرام سمجھا۔ حتیٰ کہ مال ورز کا خیال بھی شر بآمر کرو اور ممنوع اگر دانا۔ اور اپنے گنجینہ صدر کو، زندہ کی گمراہی در دلت اور فقر کے بیش بہا جا ہر سے ملوگ کما۔

جس کا شہرہ شاہد ہے نیاز کی سرکارت یہ ملا۔ کہ مقبول مولانا عایا امدادت "برده و میلان خراج دشمنیت" کا ان جمال مشارک احمدیت کا اس مکن اپنار عافیت کی جست معاافی دار خدمت گزاروں میں شمار ہو گیا۔

چنانچہ ایک عید الفطر کے روز۔ بجنین ارادت نندوں کو درود دلت پر مدد ایجادہ نظرے۔ منور تبدیل عالم کی جانب بے میاکین پر قائم کرتے تو کچھ کرایب معتقد بے ستارہ بارگاہ وباری

نے ارادہ کیا ہیں کچھ روپیہ زکوٰۃ کے نام سے مخالف سرکار عالم پہنا و خیرات کر دیں جب آپ نے یہ سناؤ اس نیز غلام سے فرمایا کہ "تم کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ صاحبِ نصاب اُس مال بیان رہی ہے کی دیتا ہے جو سال بھر سے اس کے ملک میں ہے اور جو کی چیز کا مالک نہ ہو اور جس نے بدپوری چونا حسرہ ام سمجھا ہو۔ وہ زکوٰۃ کس چیز کی رئے گا؟"

اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "شربِ عشق میں زکوٰۃ کی تعریف یہ ہے کہ جو چیزِ عشق سے فرد ہو جائے وہ اپنی کھتی اور جو باتی رہے وہ سب زکوٰۃ ہے" اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ "بعن شاشائیخین نے لقدر ضرورت اسابع میش اپنے صدر میں رکھ لیا ہے۔ مگر عشق کا طریقہ یہ ہے کہ فتوحاتِ کوفہ و نورِ تقییم کر دیتے ہیں تاکہ رات کو وہ حنالی ہاتھ ہوں اور کسی چیز کے مالک نہ رہیں"۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حصہ قبیلہ عالم کے ارتقاء احوال و مقامات کا تمثیل ابھی ذکر کرنا اس سے باری خام خیالی ہے کہ آپ کے زمانہ میں اور فرقہ اہل کتبی صفات کو ان غرضوں کیا تھیں۔ اسی اور مستدی و میسا سے نقطہ نظری۔ ایسے غیر معمولی بجاہات ہیں۔ جن کے مفہوم و مطلب تک ہم لیے ڈوہم کے دسویں وادیہام کی بھی رسائی۔ نامکن اور محالات سے ہے۔ بلکہ حضور نے بعض اپنے خلماں کو ایسے مکن زندگی ہدایت فرمائی ہے۔ جسی مثال پیش کرنا فی الحال شکن ہے۔

بھتی کر علاوہ، فقرانے خرقت پوش کے ایک ایسے حلقوں شہ بارگاہ، دارثی کا واقفہ پنجارش کرتا ہوں۔ جو بظاہر ایسے گروں بار کے انتہائے کا کسی طرح سزاوار نہیں۔ مگر سرکار عالم پہنا کے تصرفات باطنی کا یہ کریمہ ہے کہ ایسا ثابت دستغفلان تھوڑیں ہو اگر وہ فراہم بردار باد جود عیال دار ہونے کے مال دینیات متفرج اور بیزار ہو گیا۔

چنانچہ ایک مرتبہ حصہ قبیلہ عالم نشی غضل سین صاحب دارثی دیکیں ادناؤ کے ہمان تھے عصر کے بعد دیکیں عاصبِ موصوف کے نہ رہا ایک مقدار شخص ناشر خدمت ہوتے

قدیمی کے بندوں کیل مساحب نے عرض کیا کہ حضور یہی رے تو دوست ہیں۔ مگر خدا کے بڑے دیانتدار بندوں ہیں کہ باوجود اس فوشاں کے نکھلتے ہیں نکھلاتے ہیں۔ ندا کی دی ہوئی دوست کی شب دردز بگرانی کرتے ہیں۔

سرکار عالم پناہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سود تو ہیں کھاتے۔ اور زکاۃ میتے ہو۔ انہوں نے دست بست عرض کیا کہ آپ کی عنایت سے میں سود کو حرام جاننا ہوں اور زکاۃ بالالتزام نہیں دیتا ہوں۔ مگر مالکین سے ملوک ہوتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ شریعت میں استسلام لازم ہے۔ حساب کر کے زکاۃ دیا کرو۔ اور سو تقت سوچاں مرتبہ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھ لیا کرو۔ دیکل صاحب نے ہنس کر عرض کیا کہ حضور وہ شل صادق آئی گئی زکاۃ نہ گئے۔ مفہوم گھٹ پڑھ آپ نے فرمایا کہ بنتے کیا ہو۔ تم بھی توبیا قاعدہ زکاۃ ہیں دیتے۔ دیکل صاحب نے سرنگوں ہو کر عرض کیا کہ ذاتی تصور دار ہوں۔ لیکن آپ دریافت فرمائیں۔ کہ میں عرصہ سے دیں میں روز تک کے دامنے بھی چالیس روپیہ کا لاک کاں نہیں ہوا۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ تم ایسے نتاج جو عرض کیا۔ آپ کے کرم سے محتاج ہیں ہوں آج بھی چار پانچ سو روپیہ ہوا کا خرچ ہے۔ لیکن پانچ سال سے کوئی زیادہ غرہمہ ہوا کہ اشیش پر آپ نے میرے بے سکے اخراجات، ویکوئی سرسرای طور پر فرمایا تھا کہ تفضل۔ کون کوئی کوڑی نہ کھیں گے۔ جب تھے حضور کے ارشاد کی تبلیغ کرتا ہوں۔ کہ روز کی آمدی رو روز صرف ہو جاتی ہے۔ اتفاق سے کبھی رد پیہ اگر زیادہ آجائتا ہے تو کچھ دنوں آس کا تخلیدا رہتا ہوں۔ آس نئے زکاۃ دینے کی نکھلی حیثیت ہوئی۔ اور آپ کا کرم شامل حال بتے تو اخشا شد کبھی نہ ہو گی۔

حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ تفضل اس بکی دن اگر زیادہ بھی رد پیہ آجائے۔ تو وہ بھی باقی نہ رہے۔ اسے بھی صرف کر دیا کرو۔ رکنے سے باعتو کا لے ہوئے ہیں جس طرح دینا

یہ خالی ہاتھ آئے تھے اُسی طرح خالی مائن برداشت کو سویا کرو جس کو خدا سے محبت ہوتا ہے
وہ مال دد دلت سے نفرت کرتا ہے:

دکیل صاحبست قدم بوس ہو کر بکال ادب عرض کیا کہ آپ نے قرض منحت فرداں
واچ سے یہی کروں گا۔ لیکن ایک جھگڑا درہ ہے کہ میرے پاس ہمیشہ سے تین بیکس ہیں۔ جس
میں روزانہ مسینہ رقم و اسماہ ۶۰۔ اس کو کبھی پھوڑ رہوں؟

آپ نے فرمایا۔ وہ کیے اور کس کام کے واسطے میں عرض کیا ایک بجس کا روپیہ
۱۴ روپیہ الاؤل کو خرچ ہوتا ہے اور ایک بجس کا عشرہ محرم میں صرف کیا جائی ہے۔ اور
ایک بجس حضور کی تشریف آوری کے موقع پر گھولہ جاتا ہے۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ وہ دوقوں بجس تو بدستور ہیں۔ لیکن جو بجس ہماری بہانداری
کے واسطے کھلے ہے اس کو انخدا دو۔ اگر تم کو روپیہ نصیب ہو گی تو کھلانا۔ درستہ مہارے
ساتھ ہم بھی فاتح گریں گے:

ای طرح حاجی عباس علی شاہ صاحب دارثی۔ چو حضور قبلہ عالم کے قدیم تہبند پوش
اور بہت خوش اوقات شخص تھے۔ فتحپور میں حاضر ہدمت ہوئے اور میڈل اور گزارشوں کے
یہی عرض کیا کہ گذشتہ چبح کو مولوی صاحبی نے زکوٰۃ کے ایسے صفات بیان کئے کہ میرے
آنہاں خیال سے نکل آئے کہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں بھی زکوٰۃ دیتا۔

آپ نے فرمایا کہ مباری ابراء ثابت کیوں نکر ہوتی ہے۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حبظ
پختہ پوکی مسجد ہیں۔ ہتا ہوں۔ ابِ محل روپیہ دے جلتے ہیں۔ دی کھالتا ہوں۔

ادھاد ہوا کہ روپیہ اگر نہ مدت سے زیادہ آجائی ہے۔ تو اس کو کیا کرئے ہو۔ عرض کیا
وہ سرے روزون کو کھالتا ہوں۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ آج سے اس کی پابندی کرو کہ مزبٹک جو روپیہ آئے وہ
کھالیا کرو۔ اور جو بچ جائے یا بعد مغرب کے آئے وہ اسی وقت خسیدات کرو رہا کرو۔

اے کوز کوہہ بھو۔

ایک مرتبہ لکھنؤ کے قیام میں۔ حضور قبلہ عالم کی تدبیحی کو ایک ایسے غیر معروف تہبین پرست حالت ہوئے جن کو پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اور آبدیہ ہو کر عرض کیا کہ یہ سے مجرمہ کا نفس تو وکر کوئی سب سامان ہے گیا۔ ارشاد وہ ذات نے سامان رکھا کیوں۔ آج سے بجز ایک تہبین اور ایک کبل کے۔ اسیاب دنیا میں سے کوئی چیز نہ رکھنا۔ چور بھی نہ آئے گا۔ اور خادم کو حکم دیا کہ ایک تہبین اور ہمارا کبل لے آؤ۔ فوراً حنادم نے حانفر کیا۔ آپ نے وہ تہبین اور کبل، شاہ صاحب کو دے کر رخصت کر دیا۔

باہر آگر شاہ صاحب نے وہ تہبین باندھ دیا۔ اور اپنا تہبین کھول کر ایک متعلق کو دیا۔ اور ایک گھر میں پھر چیزیں بھی تقسیم کر دیں۔ صرف سرکار عالم پشاہ کا دیا جوا کبل لے کر رواش ہو گئے۔

علیہ اشتفت داری نہ ہم کو بخش ضروری خالد مذہبی
عہدا دندی کی دھلان شری دھلان شری دخلان شری سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ چنانچہ علی گردھ کے افسوس پر ایک طالب راہ حق نے دست بستہ عرض کیا کہ آپ خنزیر نہ ہیں۔ خدا کے واسطے مجھ کو سیل نجات بتاویکیے۔ ارشاد وہ اک تم مسلمان ہو۔ مہداری نجات تو اسی میں ہے کہ صدق دل سے کوہ لا۔ لا۔ الا شد محمد رسول اللہ۔ کیونکہ صحیح حدیث ہے کہ "مَنْ تَكَلَّلَ لِإِلَهٖ إِلَاهٌ إِلَهُ مُنَذَّلٌ
الْعَبْدُ" پس تقدیم سے تو گلہ ملیتہ کا درد تم کو جنت کا سحق کرنے گا۔

ایک مرتبہ پہنچت غلام رسول شاہ صاحب والی نے خدمت با برکت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور کے فیضان تصریح نے اس گھنگاہ کو مشترک سے مودود بنایا۔ لیکن توحید کی حقیقت سے مہوز نا مدد ہوں۔ تمنا یہ ہے کہ قبلہ عالم کی زبان سبارک سے توحید کی تعریف بھی سُن لوار شاید مجھ نا اہل کی سمجھیں بھی کچھ آجلے۔

سرکار عالم پشاہ نے فرمایا۔ کہ پہنچت جی تو حید کے ظاہری اور شہور میں نویں میں کہ

نہ اکو ایک بُو۔ اور ایک سمجھو۔ تو ایمان کے سے شرط ہیں: *الْعَادِهُ إِلَهًاً أَحَدًا* اور جب اس کی تقدیم ہو جاتی ہے اس وقت تو حید کے درسرے میں کرخا اکو ایک دیکھو یہ عارفین کامن قام ہے اس لئے یہ معنی سبق انتہا مودت کے قلب پر الفاظ ہو جاتے ہیں اور موحد اپنی جسم بعیرت سے ہر چیز میں خلا کا جلوہ دیکھتا ہے۔

پنڈت جی مودوت نے عنز کیا کہ مجتنازہ ماسٹر کو اس راہ میں کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا "ایک ذات سے سرو کار رکھو۔ اور بجوار و اتن طاہری۔ یا باطنی پیش آئے اس کا ناصل حقیقی اسی کو سمجھو۔"

ایک ولوی صاحبہ بُجا بی بُاس۔ سے آراست۔ دیوی شریعت میں حاضر خدمت ہوئے اور تمہیں ہو گر خرض کیا کہ یہ نابیز مطلع را و لپیڈی کا باشندہ ہے۔ تین سال سے یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ ہمارے واحد اور لاثر کب خذکے وہ صفات اور خدمتیات کیا ہیں جو اس کی اشان الہیت کے بہران قطبی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ بیجلہ ویگر خضائیں کے۔ اس کی ایک غنسیں صفت یہ ہے کہ ذات حفظ اور یت تغیرات سے پاک ہے۔ جو خالی متعلق ہونے کی خیں دیں ہیں اور غلوق کے حالات میں تغیر اور تبدیل ہونا لازم ہے۔

ایک روز حضور قبائہ عالم کی خدمت با برکت میں چند علم دوست ارادتمند حاضر تھے۔ اور مدد شیخ عظام اور فقہائے اسلام کی ان گرفتار مذمتوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ جو انہوں نے دین تینیں کی حمایت اور ارشادت میں مرت المتر کی میں۔

ای ودران میں ایک حاضر باش غلام نے سم کار عالم پڑا کا تھا طلب پا کر کمال ادب عرض کیا کہ داقی طلب سے صرف کے ہم سر ایام ہوں منت ہیں اور ان کی بے شرع نہ مات کا بھی پورا اعتراف ہے جن کی وجہ سے آج دفتر اسلام ایسا مکمل نظر آتا ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

یکن ان بالکمال بستیوں کے افراط علم و فضل کا تحقیقیت کے میدان میں متواتر عطا اور ہونے سے نتیجہ بر ملکس ہوا۔ کہ اس باہمی اختلاف نے قریب تریب ہر سخنہ کو اس متدر دین اور پھر گرد ریاض کی بجزئیات قدم بصریکے عام مسلمان۔ بلکہ تو سطح العلم اپل اسلام بھی دینے انتہر نہ جو نے کے باعث پونکہ اس فلامانہ بحث کی صحیح تعریف نہیں کر سکتے۔ اس نے بجاے تحقیق کرنے کے ایک فریق کی تعقید پر پس پور ہوتے ہیں۔

چنانچہ عرصہ سے یہ ظلام اس کا منتظر تھا کہ جناب کی توجہ سبز دل دیکھوں تو پھر خیال استغفار یہ عرض کر دل کہ از رو کے حقیقت اصحاب کیا۔ اور اہل بیت الہبی کی غلطی د منزلت میں کیا تفریق ہے۔ اور بحیثیت ان کے ذمہ بکال کے ہم کو کیا عقیدہ ان کی نسبت رکھنا چاہیے۔ کیونکہ ملا کے گرام کے مختلف احوال جن کی حیثیت بجائے علمی مکالمہ کے ناظرانہ بلکہ عباد لاذثان ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ تشنج بخش ہیں رہے۔ اور تفعیلیہ طلب ہو گئے۔

ارشاد ہو اکہ علماء کا یہ اختلاف بحیثیت نفایت نہیں۔ بلکہ بہ لحاظ خاصیت ہے کیونکہ دونوں خاصان ہمارگا و ایزدی کے صفات و خصوصیات میں افراط اور بیات اس قدر ہے کہ مبصرین و محققین کی نظر یہ اور منتشر ہو جاتی ہے؟ ”مگر اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ بہ اعتبار اخبار و آثار اصحاب رسول کریمؐ کی تعقیم واجب اور لازمی ہے۔ اور الہبیت الہبی کی بحث نص وظی سے فرض ہے：“

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم دیوبی شریعت میں قیام فرمائئے کہ منشی نادر حسین صاحب دارشی بُجرا می حاضر خدمت ہوئے اور بیان کیا کہ کل ایک دیکل صاحب سے گفتگو ہوئی تو میں جنگ صفين کے بعد واقعات کے حوالے سے امیر شام کا مورد اذمام ہونا ثابت کر دیا۔ اور آخر تھیں ان کو بھی خطائے منکر کا اقرار کرنا پڑا۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ نادر حسین۔ واقعات جنگ صفين کو مورثین نے صحیح

نہ مانیے۔ مگر فرض کرو کہ ایک مکان میں چند آشناں ہم دن یا بعض رات ہم بدوں کی وجہ سے باہم رہتے ہیں اصل میں میں ایک شخص نہ کتنا پلا۔ اس کی داشت اور پڑمن دبی پائیے والا کتنے بڑا دم۔ اپنے پائیے دلے ہی کے سامنے بلائے گا۔ اسی طرح یہ بھی عز و رحی ہے کہ اس مکان کے کسی رہنے والے کو وہ کتنا کامیابی نہیں۔

اس اعتبار سے تمہرے حیثیت ایک منادر غلام بننے کے۔ اپنے آفائے نامدار کی شناخت میں مصروف رہ سکتے ہو۔ مگر اپنے مالک کے ساختیوں کو اگر یا ہم شیر و شکنیں بھی دیکھتے ہو تو کبھی سنت مرتفعی یہ ہے کہ اچھا نہ جائز تو بُرا بھی نہ کبو۔ اور گلی توبے ہے کہ جس دل کو محبت سے سروکار ہوتا ہے اس میں عداوت کی گنجائش نہیں رہتی۔ بقول

شده است سیسیہ قلوب ری پڑا ز محبت دیار برائے کینیہ اعنیہ اور دلم جانیست
بلکہ محبت کامل کی تعریف توبہ ہے کہ محب کو کچھ تصور یار کے اغیار کا خیال بھی نہ لئے۔
چنانچہ جو سجدہ میں وہ مساویے صفاتیت پایا۔ مادمت کے حرکات و سکنات کا ذکر بھی
نہیں کرتے بقول

ماقتہ سکندرہ دار انش تو امہ ایم ازما بجز حکایت ہر دو فاپرس
ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم کے دربار میں سلسل ارباب طریقیت کا ذکر آیا۔ اور حاضرین
میں سے ایک صاحب نے ان کے بعد فردی مسائل پر نکتہ چینی کا ارادہ کیا۔ سرکار عالم پناہ
لئے فرمایا کہ منزل شامی حقیقی تک پہنچنے کے لئے گوراہیں جد اگانہ ضرور میں۔ مگر فی الحقیقت
راہ گمیز دل کا مقصور اور نصب العین ایک سیئی بغاۓ یار ہے۔ اس واستھانہ تسلیم
کے نشیب دفتر اکاذکہ بیکار ہے۔

حضور قبلہ عالم کے ایک ارادہ تمنہ نے ہسبیل تذکرہ اپنا یہ دانہ بیان کیا کہ میں

اپنی ذاتی تصریحت سے دو ہفتہ ابھی مشریفین میں رہا۔ مگر حسین کا کام کے لئے گیا تھا۔ دہ کام
یکجہاں ہوا اور مزید براہم ہو گئے کپڑوں کا سمجھ بھی جاتا رہا۔

مرکارِ عالم پناہ نے فریا کر دو ران قیام میں خواجہ صاحب کے سلام کو کبھی گئے تھے
اس نے عرض کیا کہ ایسے انکار میں مبتلا تھا کہ درگاہ نک جانے کی نوبت نہ آئی۔ ارشاد
ہوا کہ اسی یہے ادبی کی یہ مرتضائی۔ جو سمجھ چوری ہو گیا۔ طریقت کا ادب یہ ہے کہ جس
شہر میں ایک شب بھی قیام ہر، دہ کے شہر اہل اہل کے مزار پر صفر در
جائے ॥

ایک من رسیدہ مولوی صاحب حضور قبلہ عالم کی ملاقات کو دیوبھی شریفین میں
حاضر ہوئے۔ آپ نے با تقدیم خلیل عبیم معائقہ کیا۔ اور تنورے عرصت نک گفتگو فرما کر
اقظیم کے ساتھ ان کو رخصت کر دیا۔ جب دہ چلتے گئے۔ تو حاضرین میں سے ایک نے
دوسروں سے کہا کہ میں ان کو خوب جانتا ہوں۔ یہ مولوی صاحب بڑے مکار ہیں۔
کہتے ہیں کہ میرے تبصہ میں ایک جن بے۔

مرکارِ عالم پناہ نے فریا کر کیوں اپنی زبان اور اپنے دل کو دوسروں کے داسٹے
خراپ کرتے ہو۔ معمولی عیوب توبیان کر دیئے۔ مگر دہنہ جو بدیہات سے ہیں۔ ان کو
نظر انداز کر دیا۔ کہ مولوی صاحب کی شر نیاز تہذیبیں۔ مقدس صورت۔ اور انی ریش
مشروع لباس کی تدریز کی۔ جس کو اسلام کے مطلب پایہ پیشواؤں کی وضع سے خاص
مناسبت اور مشابہت ہے۔ حالانکہ دل کی بد نما خرابیوں کو۔ بزرگوں کی وضع کے
پر وہ میں چھپانا مستحسن بغل نہیں ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بندہ نواز
کی عنایت سے اچھوڑ کی افتعل کرنے میں علاحدہ دینبھی متفقہت کئے دین کے بھٹے
ہوئے کام بھی بن جاتے ہیں۔

چنانچہ مشربہ سے کہ ایک مسخرہ فرعون کو خوش کرنے کے داسٹے موسیٰ علیہ السلام

سی نقل کرتا تھا کہ اسی وضع کا لباس پہن کر اور اسی صورت کا عصا لے کر روزانہ دربار میں آتا۔ اور آسی بچوں میں دعوظ کہتا تھا۔ جو کلیم اللہ کا طرز کلام تھا۔

گھر میں روزہ روزہ بہرہ پیامگیری کو خالیے برقرار نہیں اپے اس مقرب نقیر کو جو عرصہ دراز است یک پہاڑ پر تبلیغات انوار الہی کی دیکھ کے لئے عزالت شیعین تھا۔ حکم دیا کہ فلاں نملہ میں ہمارا یک دستہ مرگیا ہے۔ جاؤ اس کی تجہیز دلکشین میں شرکیک ہو۔

روخ خالکا برگزیدہ بیندہ فوراً اس مدد میں گیا۔ اور دریافت کیا تو حسادم ہوا کہ فرعون کا سفرہ میگا ہے۔ مگر تپنکہ حکم الہی کی تعمیل لازم ہوتی۔ اسی کی تجہیز دلکشین میں شرکیک ہو کر راپس آیا۔ تو با راگا ایزدی میں عرض کیا کہ الاعالمین۔ دشمن تھے تو بظاہر بد منصب اور فرعون کا پرستار تھا تو نے اسکو کس عمل کی جہت سے اپنے درستوں میں شمار فرمایا۔

آواز آسی کر بٹکی وہ ہترن سنت و فجر میں بتلا مذہر تھا۔ لیکن باس مدرسی کی بقتل کرتا تھا۔ اس نے ہم نے اپنے کلیم کے لباس کا اختصار کیا اور اس نتال کو اپنے متبرین میں داخل کر لیا۔

ایک شخص نے حضور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ میرا را دہ بے کر اپنے پیر کی بیت کو توڑ دوں اور آپ کا مرید ہو جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ انہوں نے کیا تصور کیا کہ بنائی بیت کو توڑنے پر آمادہ ہو۔ اس نے عرض کیا کہ بڑا تصور یہ ہے کہ دبے فیض ہیں فرمایا کہ تصور ان کا نہیں ہے فیض حاصل کرنا تو تہلاکا م ہے۔ جاؤ اور محبت کے ساتھ انہیں سے رجوع کر دیتھاری تھمت کا ہے وہ انہیں کے ذریعہ سے تمگوں خرید رہے گا۔

گمراہ نہیں یہ

ایک شخص نے خدمت والا میں عرض کیا کہ خبکو مرید کر لیجئے۔ آپ نے بے سانتہ فرمایا۔ تم کس کے مرید نہیں ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مرید تو ہیاں خوشی صاحب کا ہوں گا۔ میری خواہش ہے کہ آپ کا کبھی مرید ہو جاؤں۔ ارشاد ہوا کہ جس طرف ایک عفت کو درمود دست

بیک وقت نکاح کرنا منوع ہے۔ اسی طرح ایک مردی کو دوپر دل کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں نقصان ہے

ویکو ایک ناد پر سوار ہونے میں سلامتی سے پار اتر جانے کی زیادہ امید ہے اور بربخات اس کے اگر کوئی شخص ایک پاؤں ایک ناد پر۔ ایک ناد پر۔ اور دوسرا پاؤں دوسری ناد پر کو کو دریا سے پار ہونا چاہے تو دو بنے کا خوف ہے۔ بس جاؤ۔ اگر طلب صادق ہوں گی تو جس کا ہاتھ پکڑا ہے ہی صورت میں تم کو خدا مسلئے گا۔

حضور تبلہ عالم کے ایک قدیم او میرقرار ارادتمند جو شرب و ارفق کے مذاق و ملک سے بقدر حشیثت و اقتدی بھی تھے۔ وہ حق شستاں ترک لہاس آبائی کے خواستگار جوئے اور جانب حضرت نے اپنالہبیوس خاص مرحمت بھی فرمایا۔ اب قریب تھا کہ کسی ریاست کی بھی ان کو برائیت ہو کہ فوراً ایک مزاج داں خادم نے دست بستہ غرض کیا کہ جہاڑا یمان ہے کہ ہر حال میں آپ ان کے حامی اور ہمباں رہیں گے لیکن نظاہران کی عمر کی رعایت سے ان کو آسان ذکر یا شغل تعلیم فرمایا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ایسی ریاضت بعد شادی کی بیانیت کی جائے کیہ ضعیفۃ القوی۔ بُرے سیاں فتنیں الجاہدہ ہو جائیں۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا آپ کی خارج منظور۔ ہم ان کو ایسا شغل بتاتے ہیں کہ بالکل تخلیف نہ ہوگی۔ شیخ بیگ تم صدق کو اپنا تو شہنشاہ اور جو کام کرو۔ اس کی نیت اللہ کے داطن ہو۔ اگر کھانا کھاؤ تو نیست کرو کہ میں اللہ کے داطنے کھانا ہوں اور نہ کھاؤ تو بھی یہی خیال کرو کہ میں اللہ کے داطنے ہیں کھانا ہوں۔ غرض سونا۔ جائیں۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ تہسا۔ اللہ کے داطنے ہو۔ اور ما سوائے اللہ سے بے غرض رہو۔ جیسا کہ سفیان ثوری کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نماز صبح کے لئے تاریکی کی وجہ سے۔ انہوں نے تیعنی اللٹاپن لیا۔ اور جنہیں جوئی ہے قرآن کے وقت، لوگوں نے اگاہ کیا۔ سفیان نے ارادہ کیا کہ اس کو اتار کر یہ حصار خیبل کے پہن لوں۔ مگر پھر باہم رد ک لیا۔ اور کہا کہ اس کو میں نے اللہ کی نیت سے یہتا تھا۔ اب

یہ کو امانتیں کر سکتا کہ اس کا اڑخ بدل کر بیت الناس پہنولی۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے کسی تدریج الامین لہو بیں فرمایا کہ اہل محب کے لفڑا مال کو ختمت ان کے اہل کے ترزاں ہوئے ہیں قابلِ الزام غیال کرنا۔ لوگوں کی برقانی اور صریح نادالی ہے۔ بقول مولانا

گفتگوئے عاشقاں در کار رب جوششِ عشق است نے ترک ادب

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ اکثر فقرے اُن تکیں کے بھی عادات بچیت واردات فقیری تحریر جاتے ہیں۔ مگر حقیقی ادب ان کا مستقل رہتا ہے۔ بلکہ تدریج کے مدارج متفق ہوتے ہیں اُنی تدریج زیاد مودب ہوتے ہیں اور ڈسروفت آداب ہیں اُن میں خود سنت رسالت کی وجہ تعلید کرتے ہیں، اور اگر ہو تو ابھی تقصیر ہوتی ہے تو اب باب طریقت ان کو بنظیر تحسیروں میں۔ چنانچہ منقول ہے کہ باہر زید ب طاقی (علیہ الرحمۃ) کو مسلم ہو اک ایک فقیر کو اس کے کی وجہ سے اس دیارِ امسار کے لوگ ولی سنت ہیں۔ آپ کو بھی اس فقیر کی مذاقات کا شوق ہوا۔ اور ایک بار کو ہمراہ کیا کہ اس کو دیکھنے گئے۔ جبکہ اس فرمیں پہنچنے تو دیکھا کہ وہ فقیر اپنے مکان سے نکل کر مسجد کی طرف چاہ رہا ہے۔ رہستہ میں اس نے ہٹوک پھینکا۔ اور آفاق سے دہ سنت قبلہ کھنچی۔ یہ دیکھ کر باہر زید نے اپنے بارے کہا اپس چلو۔ ولانا۔ یعنی سنت رسول اللہ کا اہمین اور معمد نہیں ہے تو یہ صفات اولیا اور مقامات ہمیں کا معنی اور سزاوار کی وجہ ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے بدران سیاحت بہار۔ صرف آرام کے بنیالی ہے ایک شب کے لئے جو پور میں قیام فرمایا۔ بعد غرب مولانا عبد الرحمن صاحب جو اپنی فلسفہ دانی کے باعث عوام میں دہری مسٹھو رکھتے۔ مولانے شاگرد شید مولوی ریاض الرحمن صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اشائے گفتگو میں یہ عرض کیا کہ حسبِ روایات مہبی شاہ بابت ہو جکا ہے کہ الجیس

نے فیر خدا کے سیدہ سے اذکار کیا تو قابلِ حمازلہ یہ امر ہے کہ وہ اپنے اس سخنِ عمل کی دبیرت
سے ایسا تصویر رکھ جوں گردا آگیا کہ بجاۓ موحد کس کو شیطان اور طاون کہتے ہیں۔

سرکارِ عالم پناہ نے ارشاد فرمایا کہ بلوی ساحبِ موحدین ترشیح طان و رحمٰن میں فرق
نہیں کرتے اور عشاقِ شیطان کو رہا نہیں کرتے۔ بلکہ واقعہِ امیں خاص مضم کا سبق
ہے لیکن شریعت کی رو سے الجیس نے یہ غلطی کی کہ آدم کو غیر سمجھا اور "خلق آدم" علیا
صُرُورت بہ کا خیال نہ کیا۔

مولانا موصون تفصیلی جواب سن کے خاموش بلکہ میکف ہو گئے۔ اور آبدیدہ ہو کر کتاب
حضرت کی عظمت و منزلت کا صفاتِ افظور میں اقرار بیا۔

ایک مرتبہ حضور قبیلہ عالم نے فرمایا کہ مرید کے دل سے بہت زیادہ غنید یہ ہے کہ جب
صیغہ کرائے تو ارادہ کرے کہ میں نگاہ نہ کروں گا۔ اور جب شام ہو جائے تو وقصد کرے کہ گناہ
نہ کروں گا۔ یہ روزانہ کا ارادہ رفتہ رفتہ مستقل سمجھی ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبیلہ عالم نے فرمایا کہ دنیا میں قابلِ تعریف و شخص ہے جس کے دل میں
کسی کی طرف سے بعض اور کہیئے نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص سیاست ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبیلہ عالم نے بعض ارادتمندوں سے مطاب ہو کر فرمایا کہ بعض دعاوں کی صلی
دنیا کی رفتہ رفتہ کی محبت ہے۔ اس لئے عنبارِ رفاقت سے آئی کا دل عافٰ ہوتا ہے
جس کی نگاہ میں دنیا کے مال و جاہ کی تدریج عزت نہ ہو۔

ایک لیکھیم یا فتنہ ارادتمند نے حضور قبیلہ عالم کی خدمت باہر کرتی میں عن کیا کہ بعضِ زنا
کا سدیباپ کیہ کر رہا۔ ارشاد ہوا کہ جو دل اس بابِ دنیا سے غیر مالوف اور خدا کے ذکر میں صرفت
رہتا ہے تو دل بعضِ رفاقت کے اثرات سے مٹا شر نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ حکیم سید عبدالاہ شاہ صاحب نے ہر من کیا کہ غالباً راہ کے عمدت و غلوص کی
ست نات اس کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ جس کا دل خدا کے ذکر سے شلگفت، اور دنیا

کے ذکر سے انسودہ ہو تم کچھ لوگ اس کا خیال بختنے ہے۔

ایک تعلیم یافتہ علّۃ گوش نے حضور قبلہ عالم کی خدمت دالا میں عرض کیا کہ توانی
کا پہلا سبق کیا ہے اور کس طرح ایک بندی کی طبیعت متواضع ہو سکتی ہے ارشاد ہر اک
جس کو دیکھو نیاں کرو کہ یہ مجھ سے بہتر اور افضل ہے۔

ایک مرتبہ قیام بانجی پور میں حضور قبلہ عالم منزی شریف کا مطالعہ فرمائے تھے جب
خصوصیات ادب کا ذکر ہے تو بیان انتہ فرمایا اکہ مبنیہ دیگر صفات کے جو آداب صوفیہ سے مرداب
ہوتے ہیں اس کا ایک خاصیہ بھی ہوتا ہے کہ دعا د کرتا ہے تو یاد رکھتا ہے اور حسان
گرتلے تو بھول جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ صدق ایسی صفت متحسن ہے کہ جلد صفات
حیوہ کی اصل صدق متعال ہے اور گذب ایسا نہ موم فعل ہے کہ نمای اخلاق ذمیم کی جڑ
دروغ گولی ہے۔ بقول مولانا۔

صدق بیداری کہ ہر سس می شود مسہارا ذوقِ مونس می شود
دل نیازِ امداد گفتار دور غ آب رو غنی یچ نفر زر فر رغ
ایام میلے کاتک میں بارگاہ داری کے ایک قدیم اور ایسے متینک نہیں پوش فیر
عائزِ خدمت ہوئے جن کو انوان ملت زاہد اور ابرار کہتے تھے تھوڑے تاہل کے بعد
حضور قبلہ عالم نے ان سے خاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے زاہد کس کو کہتے ہیں
انھوں نے دست لبست عرض کیا کہ حضور بہتر جانتے ہیں اپنے فرمایا کہ دوچار
ناقوں کے بعد نمک کے ساتھ روپی گملے کا نام زدہ نہیں ہے بلکہ زاہد ہے جو
دنیا سے پرہیز کرے خواہشات کو روکے مرادوں کو بھول جائے گرستگی اور
میرش کمی کے اثرات سے بیکاں مساڑہ ہے کوئی چیز پاس نہ ہونے کے وقت
مطمئن رہے اور جب کوئی چیز آجائے تو اس کو راکھنا میں تقسیم کرنے کے دلائل

مفتخر ہو۔

چنانچہ بایزید بیطائی کا قول ہے کہ بن کے ایک فقیر نے مجتے پوچھا کہ زندگی تعریف کیا ہے۔ میں نے کہا۔ ملا تو کھالیا۔ ملا۔ تو صبر کیا۔ اس نے کہا یہ صفت تو ہر کسی میں پائی جاتی ہے۔ میں نہ کہا۔ تم بتاؤ۔ اُس نے کہا۔ ملا تو شکر کیا۔ ملا۔ تو صرف کردala۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ با غیر فقیر وہ ہے جس کے پس پشت دنیا ہو اور خوف خدا اس کے سامنے رہے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ جس فقیر کا خلق سے سرکار تباہ و خراب ہوا۔ اور جس نے حق پر بھروسہ کیا وہ کامیاب ہوا۔

ایک مرتبہ مولانا ہبیت اللہ صاحب داری شہنشہ سوتی۔ دیوبھی شریعت میں حاضر ہوئے اور بعض دیگر سخنوار کے ساتھ ایک فتحیم کتاب بخط و لایت اور مطالا۔ فارسی میں موسوم ہے سراج مشت۔ مصنفہ قاعیٰ محمود صوفی بن علی الکاشانی۔ جس پر کتب خانہ تیموریہ کی پڑھتی تھی۔ پیش کی۔

حضرت قبلہ عالم نے اس کتاب کے بین اب اب۔ سرسری نظر سے ملاحظہ نہ رکر مولانا موصوف کو دیوبھی اور ارشاد ہوا کہ نایاب نہ ہے۔ تم اس کو ہے احتیاط مخفی نار کھو گے ہماں سے پاس ہو گی تو ہم کسی کو دیدیں گے۔

مولانا مددوح نے عرض کیا کہ میں نے اس کتاب کا بالا لائزام بلکہ سکر مطالعہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ مصنف نے ہر سند کی صراحت میں کافی کوشش و کامیش فرمائی ہے۔ مگر اسکی توجہ تھیں کہ عاشقان جمال ایزدی کے مذاق و مسلک میں اس قدر تناہ کیوں ہے۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب اس کا سبب یہ ہے کہ ہر آن تخلیات افوا رشا بحقیقی کی شان جدا گانہ ہوتی ہے۔ مگر یوں ہوئی شکن جن کے اثرات میں

وقات المقاد ہوتے ہیں۔ پس جس صورت میں ارباب ابییرت کو دید ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے ان کا ملزمان طریق اپنی نوعیت میں یگانہ ہوتا ہے۔

ایک بعد حضور تبلہ عالم نے صفاتِ عشق کی ماہیت اور درجاتِ عاشقین کی حقیقت کا سکریٹیولیٹ کے پر ایسی میں دوسرے عنوان سے جس لشکر سے ڈکر فرایا۔ اس عازم اذکر بر کامنہوں یہ تھا۔

علده اس کے یہی متفق ہے کہ عاشقان جانباز نے عالم اور داح میں برہنہ عہد است شراب سے بیلِ عشق کا تشرب مختلف عنوان سے فرایا۔ اسی سبب سے جرم کثاب باوہ محبت کی وارداتِ قلبی میں یہ اختلاف ہے کہ حالتِ کیفیت میں یہی بدیمیات سے تفریق ہے کہ اد مذاق دشرب میں یہی کافی تفریق نظر آنے لگا۔

شلاؤ بعشن عشاق نے برہنہ عہد است شراب سے عشق و محبت، شوق اور استیاق کے حمام میں۔ بعد اس "الشَّرْقُ هُنَّا الْحُبُّ مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ أَشْتَاقَ إِلَى لِقَائِهِ" نوش فرایا۔ بعض اسیرانِ دارِ محبت نے ساغرِ حزن و اندہ کو اس خیال سے پسند کیا کہ "لَيَخَرُّوا فِي الْأَرْضِ كَمَا كَانُوا فِي السَّمَاوَاتِ"۔ فرمان حضرتِ ذوالجلال ہے۔ بعض نے شرابِ عشق پینے کے وظہ ملعون و اضطراب کا پیالا انتخاب کیا۔ بعض نے شاہِ مظلوم کی صولت و جلالت کے رعب سے لرزائی و ترسائی ہو کر شرابِ محبت کو کاسہِ خوت میں پینا الجواب ہے "لَوْلَخَنْدُوكَهُمْ وَلَخْشُونَی"۔ مناسب جانا۔ بعض نے لائافتُو مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ کی بشارت سن کر زل عشق کو جامِ رجاسی پی لیا۔ بعض نے ساعتِ درد میں عشق کی شراب کو پینا اس وجہ سے پیر ہمچا کہ درد کو عشاق پسند کرتے ہیں۔ بقول

شرابِ عشق می نوشم زہرست
نہ باشد یعنی خوشنتر زیں شرابے
غرن خنگاہ اذل میں۔ ساقی عہد است کے رو ہر جس نے زلالِ مشق کو جس سفت کے پیالے میں استعمال کیا۔ وہی ائمہ عالم امکان میں اس کے طریق کا رفیق صادق ہوا۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ اور عبادتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ جو بندہ کرتا ہے۔ اور اجراس کا خداوند کریم مرحمت فراہم ہے مگر محبت ایسی عبادت ہے کہ جب خدا ہے ہم محبت کرتے ہیں۔ تو سچائے ہزار بینے کے خدا ہم سے محبت کرتا ہے۔ يقول

یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّنَّهُمْ چَلْعَارَاسْتَ پَزِيرَپَرَدَهُ مَگْرُغَوْلِشَ رَانِرَپِارَاسْتَ

اسی سلسلہ میں حضور قبلہ عالم نے یہ بھی فرمایا کہ بندہ کی محبت سے خدا کی محبت مقدم ہے۔ اعلیٰ بندہ کی محبت کی تعریف یہ ہے کہ ذات حضرت دا جب الوجود کے راتھ قلب کو اشتھ تعالیٰ ہر اور چونکہ قلب اور اشتھال قلب سے وہ ذات اندس پاک اور تنزہ ہے۔ لہذا اس کی محبت کی تعریف یہ ہے کہ بندہ کو جذب الہی اپنی جانب ہیں کھینچنے اور غیر کی جانب متوجہ ہونے سے باز رکھ کے۔ پس محبت بندہ فرع ہے۔ محبت خدا کی۔ کیونکہ جب اندھے تبارک تعالیٰ بندہ کو اپنی جانب بخوب کرتا ہے۔ تب بندہ کو خدا کی محبت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ معشوق سے بھی سوال کرنا مسلک عشق ہنا ہے۔ لیکن درا نحالیکہ صدیات ہیڑا اور اندر وہ فراق سے مفطر ہے ترا رہ گر اگر کوئی عاشق زار طلب محبوب کے لئے محبوب ہی سے سوال کرے۔ تو اکثر عشاقد نے اس کو بھی بایس شرط مباح یا مکروہ تنزہ ہی گردانا ہے کہ مقصود سوا اس کے اور کچھ نہ ہو کہ معشوق ہم کو مل جائے۔ یا ہم معشوق کے ہو جائیں۔

اسی کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ مدارج عشاقد کے سحاظ سے سوال فی المطلوب کے بھی چند مراتب ہیں۔ اور ہر مرتبہ کے سالیں کاظراستھا اور طریق سوال جدا گا ہے۔ پہاچن بعض عشاقد زبان ظاہری اور عمارت معرفت ہیں۔ طلب معشوق کے لئے معشرت ہی سے۔ خلوت میں بھی جلوت میں بھی سوال کرتے ہیں۔ اور بعض بلند حوصلہ اور فیض المرتیت عشاقد کی عرضہ شدہ طلب اور زبان مستوے ہوتی ہے اور بعض عشاقد کچھ ہیں کہ ہماری حالت ہی صورت سوال ہے۔ اس نئے دہ

صادق ایقین خشار محبوب کے آئے سریں تم گرتے ہی کو سال من المطابق فیاں کرتے ہیں اور ہر حال میں راضی بھڑکے گبوب بنتے ہیں اور بعض عشان چاہتے ہیں کوئی موقن ہم کو مل جاتے ہیں صفات موقن کے ہم عارف ہو جائیں۔ اور بعض عاشقان صادق کی استدعا یہ ہوتی ہے کہ ہم موقن کے ہو جائیں کہ ہماری استدعا ہدفی کے سامنے نہیں دنا بودم ہا۔ جبکہ اصطلاح صوفیہ میں ننانے اقلم کہتے ہیں۔

لیکن سال کی عنوان سے کہوں نہ ہو۔ مگرچہ نکار سریا اپنے لالب سے مور جاتا ہے اس نے درستیت سال اس حالت کا تربجان ہتا ہے کہ سائل کا بلوں خواہشات سے نالی نہیں ہے اس داسٹے ایقین مشرب عشق نے اس شرط سال کی بھی طور خدمت اجازت دی ہے درستہ ہر صورت سے سال کرنا منانی شان عشق ہے کیونکہ عاشق کوں کی صحیح تعریف ہے کہ اس کے مرادات ایسے نہ اور مدد و مہم ہو جائیں کہ ہر حال میں خستہ اسی سال کرنے کی حاجت نہ ہو۔ کب صداق "الْفَتْنَةُ كَلِيلٌ تَجْأَلُ إِلَيْهِ اللَّهُ كَلِيلٌ إِلَيْهِ تَنْهَى" ایک سرتیج حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ "الصَّبْرُ مَفْتَاحُ الْوَصْلِ" کہ صابرین سثا ہدفی سے واصل ہو جاتے ہیں جس کی دلیل "إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الصَّابِرِ" ہے۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم نے فرمایا کہ غور کرو تو دنیا کا انقلاب زبان والے کہتا ہے کہ اس پے ثبات دار نالی کو اپنا گھر نہ بناؤ۔ بقول۔

والی کہ برگین سلیمان پیغمش بود خطہ بزر نوشتہ کہ ایں نیز بگزرو ایک خوشحال اعلیٰ یہ باندھندو جو اپنی پگڑی کی رسم سے پہنچت۔ اور لباس کے رنگ اور رعن کے لحاظ سے دردشیں معلوم ہوتے تھے جحضر قبلہ عالم کی خدمت فیض درجت میں حلزون ہوئے جتاب خڑتے فرمایا کہ اس سے آئے ہو۔ ہر عن کیا بنا سے۔ آپ نے خادم کو حسکم دیا کہ اُن کو بیکھر میں نہیں رہو اور کھات کہا منتظام کر دو۔ کوئی تکلیف نہ

ہو۔ اور درسیب مرحمت فرما کر ارشاد ہوا کہ ہوا۔

بعد ظہر کے پھر دھنہ بڑی کے واسطے حاضر ہوئے۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ بھائرا کیا نام ہے۔ عرض کیا ہری داں۔ ارشاد ہوا کہ بنارس کے قدیم باشندہ ہو۔ عرض کیا تھا۔ علیم کی غرض سے میں بنارس میں زیادہ رہا اور اس وقت بھی وہی سے آتا ہوں۔ ورنہ آپہاں صلح فیر دزپور (نچاب) میں ہے۔ اور نیا اگر نانک شاہ کے خاندان میں سے ہوں۔ بزرگوں کی لگدی ہے۔ جس پر دال کے بعد بقول حافظ شیراز "قرم فال بنارس من: یاد نہ زندہ" دربار صاحب نے مجھ کو بھاولیا۔ حالانکہ اس لائی نہیں ہوں کہ کسی کو خدا سے ملنے کا راستہ بتاؤں۔ مگر رسیم دنیل کے مطالبی لگدی کی سیوا کرتا ہوں۔ اور چند گاؤں ہیں جن کی آمدی اس اللہ اتنی ہے کہ دس بیس سنت سادھو بھی کھاتے ہیں اور یہ بھی آرام سے رہتا ہوں۔ مگر جب یہ خیال کرتا ہوں تو شرم آتی ہے کہ غیروں کی جگہ پر کتنا بیٹھا جائے۔

عرصہ سے آپ کے دید اور کام شیاق تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج درشن ہو گئے۔ بھائی اب تنا یہ ہے کہ مجھ بھکاری کی جھوٹی بھرد د۔ بڑا دوکھ یہ ہے کہ دہیان۔ گیان۔ جاپ چوگ۔ سب کچھ کیا مگر دل کی کھوٹ نہیں جاتی۔ تم شیر خدا کے پوت اور ستار کے تاریں ہار ہو۔ اپنی دیا سے میرے دل کی دو دب بانکاں دو۔ تو سدھ ہو جائے۔ خدا نہ خدا کو کیا ائندہ وکھاؤ گا۔ کہ اس جنم میں ہیں کام کو آیا تھا وہ نہیں کیا۔

ارشاد ہوا کہ نانک شاہ کی اگر ہفت پری ہے۔ ہری داں نے عرض کیا۔ ہاں بیدا ای کی سیو اک تو اپنا پوچھا۔ پلٹ جانتا ہوں۔ فرمایا۔ برہم بچار کا پاٹ بھی پڑھا ہے۔ عرض کیا جی ہاں داتا۔ خوب پڑھا ہے۔ دربار صاحب نے تو برہم بچار کو اور تم جوگ کھا ہے۔ میکن بھی کہدیا ہے کہ یہ گانج جس نے کھوٹی گزنتے کھوٹی ہے۔

سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ جب اس قدر وسیع النظر ہو تو یہ حکایت بھی بیکھی ہو گئی کجب پہلا دنے عالم ذوق میں۔ برہم سینتی معمود سلطان کا نام جپنا شروع کیا اور اس

مکے باپ نے جس کا نام ہرناکسُ تھا۔ یہ طریقہ اپنے نہب کے خلاف دیکھ کر۔ لائی اور
پتھی بیٹھی سے نہایت غضبناک ہو کر کہا کہ خیردار میرے آگے رام کا نام نہ لینا۔ درد
اس تلوار سے تیر اسرار اداون گا۔

جب پہلا دن نے باپ کی یہ بے جا بھال الفنت دیکھی۔ تو اس کو بھی جوش آگیا۔ اور اسی
حالتِ دجدیں اپنے باپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجدد میں رام۔ سمجھ میں رام۔ کہڑ کہم
سب میں رام۔ بھی مجھ میں۔ سمجھ میں۔ تلوار اور اس ستون میں ہدلتے واحد کا جلوہ ہے۔
ارضِ بلاد کی زبان سے اشیاتِ الہی کی تعریف میں یہ الفاظ نکلے ہی سمجھ کر ستون
چھٹ گیا۔ اور اس میں سے برم کی صورت شیر کے چولے میں لمحہ ارجوئی جس نے
ہرناکس کو پارہ پارہ کر دیا۔

اس دیرینہ حکایت کا ماحصل یہ ہے کہ پہلا درم شناس کو اپنے باپ ہرناکس پائل پرست
گئے جو اسی حقیقت کے اس معنی کو علی الاعلان ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت واجد الجہد
گی یہ ملیل القدر شان جس کو الوہیت کی کافی دلیں اور صمدیت کا عین برعان نہیں چاہیے کہ
موحدات کا ہر ذرا۔ اس کی قدرت دفترت کا شانہد صادق۔ اور اس کے صفات تیلہ اور عصنا
جلیلہ کا شخاعت آئیں ہے جس کی آنکھ سے دری کا جواب انہو جاما ہے اس کو ہر جگہ اور پریز
میں اس دادۂ لاثریک کا جلوہ نظر آتا ہے۔

اور اسی سلسلہ تقریبیں جو چیزیں پیش نظر تھیں۔ پہلا نے انہیں کا حوالہ دیا۔ اور دو لاک
حق پستی میں بکمال صدق و لیقین اشارہ کیا کہ مجھ میں۔ سمجھ میں۔ کہڑ کہم۔ سنجکا
جو تی سر دپ کی تخلی موجود ہے۔

چونکہ پہلا دکا یہ قلبی افرار اور نہ بانی اشارہ۔ از ردتِ اشیدیت کامل تھا۔ اس نے یہ
بھی لازمات سے تھا کہ اس طرح اس موحد نے عالم جوش اور حوالہ دج دیں۔ اشیات
قدرتِ الہی کا ایک بال پرست کے مقابلے میں دعویٰ کیا تھا۔ فی طرح بر جیا اشیدتِ شد

سے شان حضرت اعلیٰ اعلیٰ عدیت کا انہمار ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہوا۔ اور روزانہ یہ پیش آیا کہ برم کی صورت عرب سنتون سے نمودار ہوئی اور باقی تین چیزوں کے کسی قسم کے غیر معمولی اشارہ نہ ہو رہی تھی۔ نہیں ہوتے۔

پس یہی مقام قابل غور ہے اور اپنے نام کی بھی سمجھنا چاہئے۔ کراس میں کیا رازِ مضمون تھا کہ برم کا جلوہ جبکہ ہر چیز میں ہے۔ تو پھر سنتون کی گیا خصیص سختی کہ اسی میں سے برم کی صورت شیر کی بہنسی ہیں ظاہر ہوئی۔ جب اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ تب یہ حکیمت ہو دمند بھی ہو گی اور پہلا درج کی خفایت سے سبق آمد ز بھی ہو سکتے ہو۔

یہ سُن کے ہری داس متوجہ ہو گئے۔ اور آبیدیدہ ہو کر صورتِ بتہ عرض کیا کہ گوشتائیں جی مجھ سے پہلے کی عقل عاجز اور ادراک تاغر ہے کہ برم کا انہمار سنتون سے کیوں ہوا۔ اس یہ خیال ہوتا ہے کہ مشاید یہ دہی بھی دے جائے گا۔ کوئی عالم میں گر منتر کتے ہیں۔ اب نہاتا کہ پا کر دے یہ گزر میں سمجھا سکتے ہو۔ یہ کہ کر رونے لگے اور قائموں پر سر کو دیا۔

سر بکار عالم پناہ کے کریمانہ مزانج کا دستور تھا کہ عزم طالبین کی حالت پر کمالِ شفقت عنایت، فرماتے تھے الہ دہ بھی اس عنوان سے کہ ہدایت ایسی کی جانی سختی۔ جو مائل کے حرب حال اور اس کے علم و مشرف کے مطابق اور عقل و ادراک کے موافق ہوئی سختی۔ مزیدہ بہاؤ۔ ہری لاکس عmadab کے نیاز مبتداً بھرجنے اور کبھی زیادہ متوجہ اور آمادہ کر دیا۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ہری داس یہ تو نہ کر مسلم ہے کہ جس کے دل میں دد دہا ہے اس کو برم کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دیکھ لو کہ جب پہلا رکھا خیال منتشر رہا۔ اور کبھی خیس میں اور کبھی سخبوں میں اور کبھی کھڑک میں کہتا رہا۔ برم کی دید نہیں ہوئی۔ اور جب کہم۔ یعنی سنتون پر اگر رک گیا اور خیال ایک مستقر پوتا تھا ہو گیا۔ تو برم کی صورت یعنی خدا کا جلوہ۔ دہی سے ظاہر ہو گیا۔

خدا صدیق ہے کہ جب انسان یقین کامل کے ساتھ اکیب صورت کو منبیط پکڑ لیتا ہے۔ اور بجا کئے تذبذب اور تردید کے خیال میں مکون اور یکسوئی ہو جاتی ہے۔ جس کو اصطلاح صوفیہ میں تقدیت کہتے ہیں۔ تو طالب راہ خدا کو اسی صورت میں سرہ یعنی تخلیات اور اہلی کام شاہد ہوتا ہے۔ اس لئے تقدیت ایسا فرض المرتبہ تنازع و بوجارگاہ ایزدی سے متربین خاص کو تغولیش ہوتا ہے۔ اور اسی حالت تبلی کو، بولنی شاہ قلندر نے "خیال پختہ کردن کا مردان است" سے تغیر کیا ہے۔ لب جب تک خیال کو اطمینان اور استقلال ہٹیں ہتا۔ اسرارِ الہی سے باخبر ہونا حال ہے۔ ہری داس کیف ہو گے۔ اور قدیمہ سوچ کو عرض کیا کہ ہمارا جبے شک اسی اپنے کرنا نامگر منبر ہے۔ جس نے میری تہام عمر کے اکتساب علم کو کھو دیا۔ اب گوشائیں جی چیلا بھی کرو۔

اپنے فرمایا مردی بھی ہو جائی۔ محبت ہی کافی ہے۔ اگر محبت ہے تو ہزار کوس پر ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جادا آج رہو۔ کل چلے جانا۔

ہری داس پے اختیار روشن لئے اور بکمال عجز دیاز عرض کیا کہ ہمارا جنایت ہے تجھے نجادل گا۔ کوئی اپنے بھی ایسا تبادلہ کہ پر اتما کے دمیان میں مگن رہوں اور دوسرے کھا خیال نہ آئے۔

حضور قبل عالم نے مکرا کر شغل سلطان الاذ کا تعلیم فرمایا۔ اور یہ بھی بتا کیا ہے ارشاد ہوا کہ جیستک کافی اطمینان نہ ہو جائے۔ اپنی ظاہری حالت بدستور نام رکھنا۔ ملک مرتبہ حضور قبل عالم نے فرمایا: "نقروہ ہے جو کل کے داس نہ رکے اور قلب مسلم ہے۔ کیونکہ حرص دیر دزہ ایسی یہے ار بی ہے جو متوكیں کو عطیاتِ الہی سے نہیں کئے شرم کر دیتی ہے"۔

اکیب قیم ارادتمند نے حضور قبل عالم کی خدمت میں عرض کیا۔ جب ارشاد ہوا

ایمان ہے کہ محبت فہری ہے۔ اور اس کا بھی یقین ہے کہ قلب سے نہیں حاصل ہوتی بلکہ کوئی نعمت ایسی بھی ہے کہ محبت نہ ہے۔ لیکن محبت الہی کی جانب قلب کامیلان ہے اور جائے تاکہ ہم آئی کو اپنے واسطے مایہ استیاز جائیں آپ نے بتہم میوں سے فرمایا کہ محبت کرنے کا اگر بہت شوق ہے۔ تو یہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو اللهم صل علی الحمدلہ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مِنْ حُسْنِهِ وَجَاهِهِ

اس کے زاکر کا دل گدازا در سونا لفت سے مالوں ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ تو اوضع کی تعریف مختلف الفاظ میں کی گئی ہے۔

مگر سب سے بہتر صفت یہ ہے اور بڑا متواضع اس شخص کو کہنا چاہیے جو خلق کے ساتھ خلق اور حق کے ساتھ صدق رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ سرکار عالم پشاہ نے فرمایا کہ جن کا مقصد ویہ ہوتا ہے کہ طبیعت متواضع ہو جائے وہ اپنے ملنے والے کو پہلے سلام کرتے ہیں۔ اور اگر وہ سبقت کر جاتا ہے تو اس کے سلام کا حواب خلق اور خندہ پیشانی سے دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم نے فرمایا کہ اس کو بھی تو اوضع کہتے ہیں کہ جو شخص تہاری لٹت کرے۔ تم نماز ان نہ ہو۔ بلکہ خدا کا شکر کرو۔ اور جو کوئی غلط اور بطور اہتمام کبی تہاری مدت کرے۔ تم اس سے عناد اور خصوصیت نہ رکھو۔

ایک مرتبہ مخدوم شاہ صاحب دارثی دریا بادی نے جو قبلہ عالم کے دینیہ تہبید پوش فقیر تھے۔ عرض کیا۔ مجھ کو یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ نقیر کو جائیے کہ کل کے داسٹے نہ کئے مگر اس سال تشبہ کے کاشتکاروں نے دامتہ علم کس خیال سے یہ کیا کہ جب نصل ربع کافی تو تھوڑا احتور افسد دعوت کے نام سے مجھ کو دے گئے۔ جس کی مقدار تقریباً تین چار من کے ہو گئی ہے۔ اگر صرف کرتا ہوں تو عرصت کم میری نعمت کے داسٹے کا فی ہو گا۔ لیکن جبکہ ایک دن بھی اس کا رکھنا آپ کے حکم کے خلاف ہے۔ تو رکھ بھی نہیں سکتا۔ اور نہ لیتا تو آپ کے اس حکم کی تعییں نہیں ہوتی کہی کہ یہ طلب جو آج لئے

اس کو رد نہ کرنا۔ ابنا گذارش یہ ہے کہ اب وہ فد کیا گیا جائے اور آئندہ کے دائرے کی صورت اختیار کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم یہ کہ جس طرح وہ رازق مسلط ضرورت سے زیادہ تم کو نزق پہنچائے اسی طرح تم بھی بقدر حاجت رکھ لو۔ اور باقی ثمرات میں کراہ خدام میں تقسیم کرو یا کرد۔ وہ بندہ نواز جو تمہاری قدرت کا ہے روز تک کوہ بھنچائے گا۔ جادو!

دولی شریعت میں ایک صاحب مشائخ نامہ مکمل فیض بنیاء پہنچنے والے خدمت ہے جو تمہیر گلشنگو کے لحاظ سے ذی علم بھی معلوم ہوتے تھے۔ حضور قبیلہ عالم نے ہر افلاقوں کا اُن سے محوالی گلشنگو فرما کر حب دستور خصلت کر دیا۔ انہوں نے بکانی ادب عرض کیا کہ یہ نصیر آپ کے در سے خالی نہ جائے گا۔ کوئی نصیحت ایسی فرمائی جائے جو دارین کے دامت مفید ہو۔

حضرت قبیلہ عالم نے فرمایا۔ یہ سلسلہ ہے کہ جس طرح تو اسی عقداً و نقلہ محدود صفت ہے اور یوں تو مونا بر شخص کے لئے فردتی اچھی ہوتی ہے۔ مگر خصوصاً دلمہندوں کے ساتھ بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ اسی طرح کبر ایسی ذلیں اور نہ موسم خصلت ہے کہ عہدیت عوام کی بھی دینی اور دینی خزانی کا باعث فرواد ہے اب۔ برخوض نصیر کے حق میں۔ سمجھتے نہیں انسان زیال دستی ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ کسی نے اپنے ہم عصرِ مکرم سے یہ سوال کیا کہ آپ بانتے ہیں وہ کون نفت ہے جس پر کسی کو نسد نہ ہو اور وہ بدترین طالوں ہے کہ ان بلاضر کی کو رحم نہ آتے۔ مکرم نے ہماکہ وہ نفت کو اصنحت ہے اور وہ بلا تکبیر ہے اس نے عالم پر سب کو اور نصیر کو ناذر ہی ہے کہ نہیں کو دیکھے۔ برآسمان کی طرت سرہ نہیں:

ایک مرتبہ حضور قبیلہ عالم فتحورت پہنچے پور تشریعت ہو گئے۔ اور درود زد بال قیام فرمایا۔ اس دوران میں علادہ دیگر راتھات کے ایک فی میلہ دائیہ بیٹی آیا کہ اپنے یا تو کسی وقت اس بثرت نہ کر کر کی کہ: چیرپٹے مردی کا ہر سویں بھگوں

اور سعادوں رہتے ہے۔ اور کبھی اسی مصنون کو دوسرا سے الفاظ میں یوں فرمایا کہ ”دوسرا
ناقص ہے جو مرید سے دور ہے۔ خصوصاً صارم تر وقت اس کی افانت نہ کرے۔“
اور کسی وقت آپ نے قناعت کی ہے تکرار ہدایت فرمائی اور رازق مطلق کے عذاف
رزق رسانی کی مختلف معنوں سے تعریف کی۔ چنانچہ کبھی یہ فرمایا کہ ”جمیعت خاطر
ہنس کو ہوتی ہے جن کو ان ائمۃ هُوَ اللّٰہُ زَانُ ذُذُ الْقُوَّۃِ الْمُلِیْمُونَ“ کا یقین کامل
ہوتا ہے۔ کبھی ارشاد ہوا کہ ”جن کو نقدیت ہے کہ رزق کا ضامن رزاق مطلق ہے
وہ ما سوار انشاء مسئلئنی ہو جاتے ہیں۔“ کبھی یہ فرمایا کہ ”جو خدا کے وعدہ پر اعتماد ہنس
گرتا اس کا ایمان ناقص ہے۔“ کسی وقت ارشاد ہوا کہ ”جو سبب لاسباب پر
بھروسہ کرتا ہے۔ اس کے ایمان کی خدا نے گواہی دی ہے۔ کہ ”فَتَوَكَّلُوا عَلَى اللّٰہِ
كَثُرُّهُمْ مُؤْمِنُونَ“ کبھی فرمایا کہ ”رازق العباد نے ہمارے ہمیان کے داسٹے
قسم کے ساتھ رزق رسانی کا وعدہ فرمایا ہے کہ ”وَفِي الشَّفَاعَةِ بِرِسْتِ كَلْمَدُ دَمَارُ عَلَدُ
فَوَرِسِتِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مِنْ إِنَّهُ الْحَقُّ“ یہ بس بدترین خلق دشمن شخص ہے جو
اپنے خالی اور رازق کی قسم کا بھی اعتبار نہیں کرتا اور سبب و اکتساب کو اپنی
محاسن کا ذریعہ کہتا ہے۔“

غرض سرکار عالم پناہ نے تقریباً ہر جا سیمیں۔ عام مریدین سے بھی اور خاص مستر شدین
سے بھی خالب ہو گرائی بیانات اور اسی ہدایت کا ذکر مستعار اور اسی سے تحکم آمیز بھیں فرمایا
جس سے نہیاں طور پر معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو منظور یہ ہے کہ ہمارے جملہ دست گرفتیر
کی خانیت اور جعلیے برتر کی رو بہیت سے کماحت آگاہ ہو جائیں۔

مگر باد جو دکانی غور کرنے کے بھی کو احسان نہیں ہوا کہ ہدایات نہ کوہ کا خطاب گلام
ہے یا دریے سخن کی مخصوص ارادتمندی کی جانب ہے۔
اس وجہ سے یعنی خدمت متوحش تھے جن کو دیکھ کر اغی محترم شاہ مصود قلی صاحب

چو بارگاہ داری کے نہایت پر جو شادی میں حلقة لگوں گے۔ اور اس وقت تو آتا ہے نامادری کے انہی شاخص میزبان ہونے کا شرط حاصل تھا۔ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ بابا اور آپ متعدد نہ ہوں ہے۔ قریبے غائب یعنی ہمہ گنہ گاوکی ہو رہی ہے۔ کیونکہ غلام ان داری کے اس نوع کثیر میں ایک یہی سگب دُنیا ایسا سر لصیں اور طلاق ہے۔ جس کا مکمل تلب لپٹنے عدم الطینان کی وجہ سے رازِ سلطان پر بھروسائیں کرتا۔

حثیٰ کہ دو دنوں دن اسی تشویش میں گزرے۔ اور تیسرا روز حضور قبلہ عالم موضع سجینا روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کی پاکی ایک گنجان مگر سر سبز جنگل میں سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ یہ بیت پر فضام مقام ہے۔ ہوا خوب آتی ہے۔ آج یہی رہ جائی ہے۔ پیش کے جملہ خدا مرنے کیا کیا یاں کے قیام میں تکلیف ہو گی۔ کیونکہ کوئی گاؤں بھی قریب نہیں ہے۔ مگر آپ نے اُن کے صرد صفات پر انتخاب ہیں فرمایا۔ بلکہ پاکی سے اتر کر گھر سے ہو گئے۔ مجبوراً خادم نے ایک شاداب درخت کے ساری میں فرش بھا کر آپ کا بستر استراحت لگایا۔ اور دوسرے درخت کے بیچے اپنے بیٹھنے کا انتظام کیا۔

محظوظے عرصہ میں دشمن اسی جوار کے ہاشمہ حاضر خدمت ہوئے۔ اور ایک نظر میں تقریباً تین چار سو روپے نکلا۔ وہ پیش کر کے اپنی دہقانی زبان میں عرض کیا کہ شام کی دعوت نبول ہے۔ ہمہ ہمیں کھانا لائیں گے۔ اور جب حضور نے منظور فرمایا۔ تب واپس گئے۔

بعد منزب دبی دو تو شخوص اس بھائیت سے سامان دعوت لائے کہ ایک کے سپر ٹوکر۔ جس میں روپیاں اور ایک ہانڈی اور ایک پتی تھی۔ اور دوسرے کے ایک ہاتھیں لالیں اور ایک ہیں پانی کا گھر اخفا۔

چنانچہ خادم نے دستِ خوان بھایا۔ اور حضور نے دبی کھانا تنادل فرمایا۔ اور اسی کھانے سے جملہ خدا مبھی سیر ہو گئے۔ اور جو باتی بچا وہ واپس کیا گیا۔ اور سرکار عالم پناہ نے ان میزبانوں کو ایک تہبند مرحمت فرمایا کہ خود کر خست کرو یا۔

بعج تو سب لوگ ہنوز نظریات سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا۔ اور قدیوس ہو کر عرض کیا کہ دو بجے رات کو خوبی شاہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ ایک تہینہ اور پانچ روپے ان کو دیو، اور اُس سے مخاطب ہو کر ارشاد ہوا کہ تہینہ کش کے واسطے ہے۔ اور صحنِ مسجد میں جو قبر ہے۔ اس کے برابر دفن کر دینا اور خود سوار ہو کر تہینہ ارشاد ہے۔

اس واقعہ کے بعد ہم لوگ سمجھے کہ حضور قبیلہ عالم نے جو پیش پویں بشارت ہی تھی، اُو جس بذاتیت ہیں تفاسیر کی متواتر تاکید فرمائی تھی اس کو برائی العین بھی دکھا دیا کہ اپنے دست گرفت کی وجہ آخراً عانت بھی فرمائی اور رزان مطلق نے جنگل میں رزق بھی پیدا کیا۔

الحقیقت حضور قبیلہ عالم کے ہفتاد سالہ بیانات ہیں۔ اس رسالیں جس قدر ارشادات تمثیل ا نقش ہوئے ہیں۔ انہیں کے مطابق دست بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے آنے والے نامدار نے اپنے خالموں کو مذہبی اور مشریعی عقائد اور اعمال سے متواتر آگاء کیا۔ اور اس کی کوشش فرمائی کہ ان کے عادات اور معاملات درست اور شاستر ہو جائیں۔ اس نے جس دست گرفتہ کے حق میں جو بدایت مناسب اور مفید متعتوں فرمائی۔ اس کی تعلیم کا اس کو خصوصیت کے ساتھ حکم دیا وہ صفات و اخلاق جوانان کو درحقیقت انسان بلکہ کامل الایمان بناتے ہیں ان کو عام طور سے مشتمل بتائیہ بیان کیا۔

اور یہ منایت پر دریں صرف مریدین ہی پر موجود نہ تھی۔ بلکہ ہر خانہ دعائم کی رہنمائی کے باسنے ہمارے شفیقین مرتب کا باب فیض ہمیشہ تھا۔ رہبا، اور جماعت اور جس دست کی مذہبی دمت کا پروردہ طالب رہا تھا ہو کر، خدمت والا ہیں آیا۔ اور بدایت کے خواستگار ہوا۔ ہمارے بندہ نواز رہنمائے بیگ کسی تحفیض اور تفریق کے۔ بلکہ شفقت اس کی شفیقی اور دستگیری فرمائی۔ اور کم از کم لپٹ تصرف باطنی سے اس کو محبت الہی کا شوندہ لفظ فویض فرمایا۔ اور اگر مناسب منسوب ہو، تو کسی اسم جناب ہماری کے در

کی بھی اس کو ہم ایت کی۔

چنانچہ سب کو معلوم ہے کہ: مبارداری کا یہ دستور اتنا کہ بغیر سی و سفارش کے مشتاق زیارت ہر دقت حاضر خدمت با بگت ہو سکتا تھا۔ اور حضور قبلہ عالم اپنے شلن عیم کے لحاظ سے ایسی غیر مولی پر درش فرباتے تھے کہ وہ مطمئن اور محظوظ ہو گر جاتا تھا۔

البته خدا مبطور خود سرکار عالم پناہ کے آرام کے خیال سے یہ انتظام بھی کرتے تھے کہ خاص فوش فربات کے بعد دفعہ گھنٹے کے دامنے تخلیق رکھتے تھے۔ اور اس دفعہ ان میں بغیر خانہ بام خدمت گزاروں کے۔ دیگر حصہ بگوش عام طور پر حاضر ہونے کی جگہ اس نہیں کرتے تھے۔

لیکن کوئی نادائی اگر جو شعفیت اور شوق زیارت میں۔ یا ارادہ دھمکی شرف بیت اس وقت خاص میں بھی حاضر خدمت ہو جاتا تھا۔ تو حضور قبلہ عالم ہر دفعہ عنایت کریمانہ اس خلل انداز عفیت کی ہدایت میں بھی درینہ بھیں فرباتے تھے۔

یہ بھی دیکھا ہے کہ دو اپنے سیاست میں قریب تریب ہر سنسنیشن پر ارباب ارادت کے ساتھ اپنی عقیدت کا بھی ہجوم ہوتا تھا جن میں بھیں تدبیوس ہونا چاہتے۔ لبعن کو پھر عمر من ممال کرنا بھی مطلوب ہوتا تھا۔ لبعن داخل سلسلہ ہونے آتے تھے مگر اس کشمکش میں بھی آپ اپنی حاجت کی نسیریار سنت اور نہایت شفقت سے امداد کرتے۔ اور طالبین کی رہنمائی فرباتے تھے۔

یہ دفاتر بھی روزمرہ پیش کرتے تھے کہ اکثر ایسے طالبین جو بھیت نا۔ ای۔ کی حاضر نہیں ہو سکتے تھے، یا غافہ بہت کبریٰ کے باعث سفر کرنے سے مذہب رکھتے وہ بذریعہ خدا اپنی ارادت پیش کرتے تھے تو آپ کے فیض نام سے وہ بھی عسرہ مہیں رہتے تھے نہ ادا خادم کو حکم ہوتا تھا کہ لکھ دو۔ ”تم مرید ہو گئے۔ یہاں آنے کی نزدیکت ہیں ہے۔“ اکثر حضرات پیغمبر ارش کرتے تھے کہ ہم نے عالم روایاتیں آپ سے بیت کی تھے۔

لہذا حلقہ مریدین میں ہم داخل ہیں۔ یا لالا ہری بیعت کی بھی تضادت ہے۔ ارشاد ہوتا تھا
”لکھدو۔ تم مرید ہو گئے ہیں“

چنانچہ حاجی او گھٹ شاہ صاحب داری نے اپنے رسالہ صیانت الاحباب میں ایسے
دافتقات مقدمہ لبراحت نقل کئے ہیں۔ مگر حضور قبیلہ عالم کا اہتمام قابل غور ہے کہ تمہرے وقت
ہندگان خدا کی حمایت اور ہمدردی کرنے کا سقدراہم اور دشوار کام ہے۔ لیکن ہمارے خفیہ
طریقیت نے۔ ماد ہبود ایسی استغراق اور مستغل محیت کے ستر سال تک یہی دشمن فرمائی
کہ مخلوق اپنے خانہ خیثی سے مالوف ہو جائے۔

مگر اس تمام عمر کی سلسلہ ہدایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے تصرف اور توجہ سے علاوہ اہل
اسلام کے اکثر ارباب غیر مذہب نے زبانِ حال سے لبیک کہا اور اس قدر حلقہ مگروں
آپ کے ظلِ حمایت میں پشاہ گزیں ہوئے۔ جن کا شمار کرنا انسان کے امکان
داخلیار سے باہر ہے۔

اور سرکارِ عالم پناہ کی عنایت سے اس کثیر التعداد گروہ میں ہزاروں اہل دیدہ
یافت گئی ہوئے۔ اور سینکڑوں نے میدانِ محبت میں اپنی ہستی کو بستی شاہد مغلتوں کے
سانے نیست ونا بود کر دیا۔ جن کے ثبات و ہستقال کے کارناموں کو اگر یاد گار
زمانہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

مگر کم سے کم حضور قبیلہ عالم کا یہ فیضِ عام تو قریب قریب جملہ مسترشدین کا مخصوص
حصہ تھا کہ سلسلہ داری شیہ کا برفردا راثاتِ محبت سے مناشر ضرور تھا۔

اب مجید جیسا اہل دیرہ دروں بھی بطور شکایت یہ نہیں کہہ سکتا کہ نیضان داری نے مجھ کو
ستفیض ہیں کیا بلکہ اپنی ناکاہی اور نامرادی کا سبب۔ اپنی بکھنی اور تنگ نظری کو تاریخ
اور از رو دئے انصاف بخے گا تو یہی کہے گا۔
هر چیز سب سے از قامت نہ سازد و بی اندازہ ما۔ در نہ تشریف توبہ بالائے کس کو تاہ نیست

شدت ضعف حق کر کرست صحت اور شدت بطلان میں بھی ہمارے مقام اتنے عالم کا سلسلہ رشود ہایت پرستہ عبارت رہا۔ چنانچہ فتنہ میں جب نور محمد شاہ صاحب خادم خاص مزدول ہوئے اور عجائب فیضو شاہ صاحب کا اس منازعہ پر قصر ہوا تو زواب عیدالثکور خاں صاحب داری ریس در مرپور ملنے بلند شہر۔ اور شاہ کر خیسم نگہ صاحب داری ریس ملاوی ملنے میں پوری نے بعد بجزہ دنیا ز حضور قبلہ عالم کی نسبت ہا برکت میں عرض کیا کہ اس میں شکر ہیں کہ ایسی نعابت میں سفرمیں تکلیف دینا گو ہر بیک پر تیزی ہے۔ مگر خیال یہ ہے کہ آپ دنیا بھی تبدیل ہو جائے گی۔ اور ہم نہ ہو کہی دلی تفاہی پوری ہوتی ہے۔ جس کی آپ کی وہیوں کو بھی آزاد ہے۔ کہ بندہ نہ ایک مرتبہ اور بارے غریب خانہ پر قدم رکھنے کا کر عزت افزائی ذرا میں۔

چنانچہ جب ہر دو حضرات نے متاثرا صرار کیا تو سرکار عالم پناہ نے اپنے دونوں نڈت گنادرؤں کے سدقہ جہاد میں نظر فراہم کر۔ ان کی اس محبت آیتہ انساس کو بھی سنھو کیا۔ اور اس اکتوبر ۱۹۴۷ء میں بریلی کی جانب سے آپ در حرم پور رشتہ لینے لگئے۔ اس سفر میں ہر قائم پر طالبین کا ہجوم ہوا۔ اور ہنماٹے برحق نے سب کی دستگیری فرمائی۔ اور اکثر نہادوں کو خداوند نظر بھی مرحمت ہوا۔

مگر علاوہ دریگرد اتفاقات کے ن کی نصیری میں بہت زیادہ طاقت ہو گئی۔ اس نظر میں ایک غیر معمولی بات یہ دیکھی گئی۔ کہ مبنده اور اورہایات و ارشادات کے اکثر ایوں میں سے در ان افتکوئیں آپ نے یہ فرمایا کہ "دیوی کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کہیں نہ جایا کرو" اور کبھی یہ ارشاد ہوا کہ "دیوی کی دیوبیان یہ کہتی ہیں کہ ستیہ نادڑ کے لوگ تو کہیں جاتے نہ تھے۔ تم کیوں ہمیشہ باہر پھر اکرتے ہو۔ اور کبھی یہ فرمایا کہ "یہ بُرے حکیم ہے کہتے ہیں کہ ہر جگہ کا آپ بالی پتیتی ہیں۔ اسی بہت قبض میں تباہے فرمن می گزد۔ با تحریک۔ آگرہ، شکوہ آباد، ملاوی، امداد و فتح، کی پڑھے۔

جب حضور مقدس اوناگی میں تشریف فرمائے۔ تو سماہ بنو دار شیعہ سے۔ جو آتا ہی نامدار کی عاشن رہتیں۔ اور جن کے قابل یا ذکار حالات سے قریب قریب جملہ غلامان بالگنا مارش خبرداہیں۔ مخاطب ہو کر ارشاد ہوا کہ ”بنواب لکھنؤت آکر تم بھی کہیں ڈھاننا۔“ بعدہ لکھنؤت میں جب رونق افزود ہوئے تو جس بنگلہ میں آپ قیام فرماتے تھے وہ بھی سماہ بنو کی ملکے میں تھا۔ اس کو مرمت طلب دیکھ کر فرمایا۔ ”بنواب اس کی مرت نہ کرانا۔“ اور بنو دار شیعہ کے ملازمین کو غیر معمولی انعام دے کر ان کے حق میں فرمایا۔ ”تم نے ہماری بہت خدمت کی ہے۔“

اور بعض ایسے سفراء و مکشہ جو باقیتائے کبریٰ اور صفتِ بصارت پذیرواری حافظہ ہوئے تھے۔ ان سے آپ نے معافہ کیا۔ اور رخصت کرنے کے وقت کسی کو اپنا مدرس محنت فرمایا اور کسی سے ارشاد ہوا۔ ”بھرنا پسیں ہم تھا سے ساختے ہیں۔“ اس مصنفوں کے ارشادات۔ علاوه عام مسٹر شدین کے۔ خدام خاص نے بھی متواتر نئے گمراہ سرزر کو کوئی نہ سمجھا کہ درپرداز اس کا اشارہ ہے کہ ہماری سیر و سیاحت کا زمانہ ختم ہوتا ہے۔ اور مختلف پرایہیں یہ پیغام دداغی ہے۔

ادایا بی ہوا کہ پھر حضور قبلہ عالم نے قرب و جوار کا بھی سفر ہیں فرمایا۔ کیونکہ لکھنؤت سے گوجا بیفت تمام آپ دیوبی شریعت میں تشریف فرمائے۔ اور بظاہرہ سکھان سفر کی کوئی نشکایت کیجی۔ اور نہ کوئی جدید مرشن لائق ہوا۔ مگر طبیعت بہت زیادہ سنبھیت اور منحل ہو گئی۔ جس کو اطباء نے اقتضاۓ عمر تجویز کیا۔ اور مقویات دمضر جات کے استعمال سے چند روزیں گونہ سکون بھی ہو گیا۔ حالانکہ وہ انعامہ قابلِ اٹھیان نہ تھا۔ تاہم جملہ غلامان وارثی کو مستحب ہوئی۔

اسی دران میں الیک رو زیعن قدمیں ارادتمند۔ دیوبی شریعت کے سب سی خد تگزاریں کی میتیں حضور قبلہ عالم کے ساتھ رست گرفتہ کمرت ہوئے اور بمال ادب ماجرا

بھی عرض کیا کہ آئائے من آپ کے درست کبھی کوئی سائی خالی نہیں گیا جس نے جو نامکار۔
آپ نے دہی دیا۔ آج یہ قدیم نگوار بھی۔ اس امید پر۔ آپ کی شکایت آپ ہی تے کرنے
آئے ہیں کہ آپ سخت پاک کے حقیقت یا دگار ہیں۔ انسان کے ساتھ ساتھ ہماری امداد بھی نہ
فرمائیں گے۔ اور یہ بھی حصہ کے آستانہ پاک سے خالی نہ جائیں گے۔

مرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ کیا شکایت ہے۔ اور کیا مانگتے ہو۔ اس کریمانہ آواز پر
سب نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ جناب دلانے۔ اس حالت ضعف میں پانچ مسیل کی
ساخت فرمائی۔ جس کی تکان ناقابل برداشت ثابت ہوئی۔ گویہ ہمارا تصور ہے کہ بوقت
ردائی اخلاق کی حراثت نہیں کی۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت آپ کے عطا کے خود سے
غلوٹ ہے مگر آج صفات صاف عرض کرتے ہیں کہ اس گنتاخی کی وجہ سزا آپ تجویز فرمائیں
گے۔ اس کے لئے ہم سمجھ کا دیں گے۔ مگر جب تک آپ کی صحت کا یہ حال ہے ہم
دینی شریعت سے باہر آپ کو جانے نہ دیں گے جس کو محبت ہو گی یہیں آئے گا۔
لہذا امیدوار ہیں کہ جس طرح ہمیشہ ہماری پروردش ہوئی ہے اسی طرح یہ تندا
بھی منظور ہو اور فرمادیجئے کہ نہ جائیں گے۔

حضور قبلہ عالم نے مشکل کے فرمایا کہ اگر ہمارا دل گھبرایا تو کیا کرو گے۔ اس کے تباہ
میں بعض خدمت گذار نازار مرنے لگے اور بے قرار ہو کر تدوں پر گر پڑے اور عرض کیا کہ
ہم کو خوب معلوم ہے کہ آپ کا دل بدلانا بہت دشوار ہے۔ لیکن بعدرا مکان کوشش کریں گے
اور جبکہ کی صورت سے کامیاب نہ ہوں گے تو ہم یہ کریں گے کہ اپنے پہر دل کو سیاہ اور
سفید رنگوں سے رنگ کر آپ کے سامنے ناچیں گے۔ قرینة ہے کہ جناب دلالا، پر مددگار
لپھ و لکھ کر نہ رکرا دیں گے۔

یہ سن کے ہمارے بندہ نواز دشیگیر اپنے غلاموں کو بینے سے لگا دیا اور
ارشاد ہوا کہ ہم کو یقین ہے کہ ہماری محبت ہیں تم دہ کر دے گے۔ جو کسی نے نہیں کیا تھا

نہ جائیں گے۔ اور شیرینی دغیرہ دے کر سب گورنمنٹ فرمایا۔

یہ خبر کہ اب حضور قبلہ عالم سیرہ سیاحت نہ فرمائیں گے اس تدریجی شہروہ بولی گئی تھی تو ستم
کے ہر گوشہ سے علمان داریٰ کے خطوط آئے اور قیام فرمانے کا سبب دریافت کیا۔ اور
اکثر نے بذریعہ تاریخ مزاج پر کی۔

اور یہ سلسلہ تو مستقل طور پر جاری ہو گیا کہ روزانہ قرب دجوار، دنیز دیگر دیار، امصار
سے اہل محیقت پہنچت حاضر خدمت ہو کر جناب حضرت کے نیعنی عالم سے مستفیض
ہوتے تھے۔

بلکہ یعنی حلقت بگوشِ دلن والوں کے خیر باد کہہ کر بطور چھرت دیوی شریعت میں اتنا مت
گزیں ہو گئے اور یعنی تدیکم خرق پون بھی آستانہ افس پر بھے وقت حاضر ہئے گے۔ شلا
حاجی ارجحت شاہ صاحب اور حاجی نعمت علی شاہ صاحب نے حسب ارشاد سرکار عالم پنا
در دوست پر قیام کیا۔ اور بتو خدمات پر رہو گئیں۔ ان کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔

اس دو ربان قیام میں حضور قبلہ عالم نے ارادتمندوں کو خلعت فخر کی زیادہ قسم فرمایا
جن میں اثر اپنے دلن والوں میں اتنا مت گزیں اور یعنی سیرہ سیاحت میں صرف ہے۔
لیکن حافظ احمد شاہ صاحب داریٰ اکبر آبادی اور شاہ شاگر صاحب داریٰ مترقب اماموں
اور کل شاہ صاحب داریٰ، چونپوری نے روزانہ کی آستان بوسی کو سرمایہ ناہی جانا۔
بلکہ کلی شاہ صاحب اور حافظ احمد شاہ صاحب تو دیوی شریعت ہی میں جان
محنت سلیم ہوئے اور شاہ سٹ کر صاحب آن تک اسی خیال میں ہمک ہیں اور
مزار پر انوار کی خدمت کرتے ہیں۔

علی ہذا شیخ عنایت ائمہ صاحب داریٰ، تعلیم ارسید پور، مٹلے بارہ بیکی۔ اور
ماچہ دوست محمد حشان صاحب داریٰ، تعلیم ارسید پور، مٹلے سلطان پور، جو عرصت
اپنے اپنے مکان پر عبید الفتحی اور عبید النظر کی تقریب میں نہایت اولوال عزیزی سے

«حضور قبلہ عالم کی دعوت کرتے ہتے۔ وہ بھی آپ کے اس سبق تیام کی وجہ سے اپنا اپنا سامان لاکر دیوی شریعت میں اعلیٰ پیمانہ پر عبید اور عبید کرنے لگے۔

یہ بھی شایرِ شفاعة کا واقعہ ہے کہ ایک مقننہ شخص جن کے ہمراہ چند ملازم اور دافر اسیاب سفر تھا۔ مگر اس قدر غیر مانوس کہ خدام خاص بھی ان کی صورت سے نا آشنا تھے۔ اس عنوان سے کئے جوانداز قدیم ہمیشہ آئنے والے ارادتمند دل کا ہبہ نہیں ہے کہ بے تحفہ حضور قبلہ عالم کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے۔

اور اس سے عجیب بلکہ عجیب تصویر یہ میں آئی کہ سر کار عالم پناہ نے صرف یہ فرمائ کر کہ ”ڈینی آئے“ اور اسی وقت مباس فخر دے کر گنام شاہ خطاب مرہت فریا لیا اور یہ حکم دے کر رخصت کبھی کر دیا کہ ”ایسے مقام پر ہنا جو گزرگاہ عام ہے ہو۔ اور خلق سے بے تعلق اور خالق کی محبت میں مصروف رہنا اور یو شغل تمہارا ہے اس سے غافل نہ ہونا اور کسی ایسا لامیں گھیرنا نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جباد“

ایسی کے ساتھ اس تازہ گرفتارہ میں محبت کا ثبات و استقلال یہ دیکھا کر ہنایت خذہ پیشانی سے مست بستہ ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ کا انشال شاہ ہے تو انشا را نہ سرتاہی کا خیال بھی نہ آئے گا اور باہر اک کچھ اسیاب اور رہنمیہ ملازمین کو دے کر مخفی پورہ اپس کیا۔ اور لقبیہ اسیاب اور رہنمیہ مسلمکین پر قیم کر دیا اور آستانہ اقدس کے نصر در دوازہ کی چوکھت چوم کر سب کو سلام کرتے ہوئے چلے گئے۔

اور اول ۱۳۲۱ء ہجری میں ایک نوجوان افغانی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور زبان پشتہ میں اپنے مرادات کا انہصار کیا۔ حضور قبلہ عالم نے بھی پشتہ میں تجاذب دیا۔ اور مرید فرمائ کر حنادم کو حکم ہوا کہ حنادم صاحب کو کمرہ میں سمجھا دو۔ اور ان کے کھلنے کا خیال رکھنا۔

مگر وہ اس قدر منظر بحال تھے کہ سب کو اپنا پر سوز قصہ سننا کر بعد روی چلتے

تھے۔ مگر پشتہ کوئی نہ جانتا تھا اس نے جواب نہ ملھنے تھے وہ اور زیادہ پریشان ہوتے تھے۔ اتفاق سے دوسرے روز ایک بُخاری تاجر پہنچنے آگئے ان کی ترجیحی نتیجے حاصل ہوا کہ نادر خاں ان کا نام ہے اور امیر والی ویزیر کی رعایا ہیں۔ عالم رویا میں حضور اندس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور شوق دید میں کشاں کشاں یہاں آئے۔ اور اب غالب بلاں نظر میں۔

تمیر سے روزمرہ کار عالم پناہ نے پشومنی کچھ فرمائے۔ ان کو خست کرو یا بتائم نے بلومنہ اور حکم جعلہ کے حادثے کا باب کی خدمت کرو یا بنیال کے بعد آنہ ہوتے تھے۔ ہر جانا ایقیوال کے آینہ تھے۔ غرض وہ اہل ارادت و عقیدت۔ جو عبیشہ اپنے اپنے بٹنوں میں جناب حضرت کی زیارت کے استفیدہ دتے تھے اب ان کو حصول سعادت قدموی کے لئے دلوی شریعت میں حاضر ہونا لازمی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس احتیاط کے حضور قبلہ عالم کی نعماہت میں تحریف میں ہوئی۔ بلکہ حشوٹا خور کرنے سے محسوس ہوتا تھا کہ شخصت میں روز افزودن سر قی جو رہی ہے۔

کہیونکہ دو چار نہیں قبل تک یہ سورت بھی کہ آپ کی رفتار و گفتار سے۔ یا روزمرہ کے عادات میں ناتوانی کا انتہا جوتا تھا۔ مگر اب تو نایاں طور پر تکلیف تھے کہ آپ کو نہ سمجھے۔ پر خاست میں تکلف ہوتا ہے۔

مزید بار مطابق مطابق ایک دن جبri میں حضور قبلہ عالم کے مشاہد میں حدت پیدا ہو گئی۔ حالانکہ باقاعدہ تھے شرب سرکار عالم پناہ نے اس مقابلہ برداشت اذیت کا نہ زکر فرمایا۔ اور نہ آپ کے فیروزی مبنی و تحمل کی وجہ سے کوئی صورت انتظاری ایسی ظاہر ہوئی جس کو دیکھ کر اس جاں لگا تکلیف کو خدام تیز کرتے۔ مگر شدائدِ مرض کے اثرات سے جب آپ کے لئے افسوس دیگر کے آثار پاپتے گئے۔ تب نہ سست گزار دل کو خیال ہوا کہ بیویت زیادہ ناساز ہے۔

دوسرے روز جب استنجا کرنے آپ چوکی پر تشریف لے گئے۔ اس وقت خادم کو اس کا اندازہ ہوا کہ آپ کو پیشاب کرنے میں مشدید تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے چڑھائیں

کار بگستیر جو جائے ہے۔

نو زکیم عبد الخالق صاحب کو جو ریاست گدی میں ملازم تھا۔ بلا یا۔ اور خدا من نے جو کیفیت دیکھی تھی بیان کی چونکہ حکیم صاحب موصوف، حضور قبلہ عالم کے مزاج ہے سایوں کی آس گرلز قدس شان سے بخوبی واقع تھے کہ آپ شادا مدرسن کا انہصار اس تباہی نہیں فرماتے ہیں۔ اس داسطے حال دریافت کرنے کے لئے یہ پریا ایضاً کیا کہ نہیں دیکھ کر بگلاب اٹھنا ان عرض کیا کہ ماشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے۔ مگر قریبیہ ہے کہ پیش اب کرنے میں شاید کچھ تکلیف ہوتی ہوگی۔

چونکہ حکیم صاحب کی یہ تقدیر بصورت استغفار تھی۔ اس لئے حضور قبلہ عالم نے جواب تو دیا۔ مگر بجا اے اقرار یا انکار کرنے کے متبعین بول سے یہ ارشاد فرمایا کہ "تم بزری حکیم ہو"۔

بس حکیم صاحب نے ملاقات کے ساتھ مراودیات کا استعمال کرایا۔ اور بعض خارجی مداری کی خدمت کو بدایت کی۔ چنانچہ اسی روز افاقت ہوا اور ہر دوسرے دن یہ تکلیف بالکل فتح ہو گئی۔ مگر شادا مدرسن کی تکان سے صفت بہت زیادہ ہو گیا۔

اور صفت میں یہ مانیوٹا ترقی ہونے کا بظاہر ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ خدا آپ نے بہت کم کر دی تھی۔ حالانکہ حالت صحبت میں یہ شکمی سے آپ کو ہمیشہ احتراز رہا اور خود کی خاصہ تناول فرمائنے کے وقت خادم برہنیز کی جانب آپ کی توجہ کو مبذول کرتے تھے۔ مگر آپ قلیل غذا فرماتے تھے۔ لیکن اس قلیل غذائیں بھی اس قدر تقلیل فرمائی گئی کہ خدا کا انتظام تو پڑتے رہتا۔ مگر مقدار برائے نام رہ گئی۔ کہ بلساناً المُشْبَأْ روز میں بیشتر دو تولہ غذا ہونے لگی اور بعض دن یہ بھی نہیں۔ اس وجہ سے بھی معنوی ادویات کا صحیح فعل نہیں ہوتا تھا۔ اور صفت روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس قدر نعابت ہو گئی کہ فرش تبرات سے انہنا بھی بغیر خادم کی استعانت کے دشوار ہو گیا۔

چنانچہ شروع سنتہ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳۲۳ھ بھری میں جسٹس مژر سید شرف الدین نجح
پائیکورٹ کا لکھتے گب سوچ قدموں میں حاضر خدمت ہوئے تو حضور قبلہ عالم نے فومنٹ
کی وجہ سے یہی لیٹے فرمایا کہ آڈ شرف الدین گلے مل لیں۔

اوہ جسٹس موصوف بھی چہرہ افس کی ناتوانی دیکھ کر تھیر ہو گئے۔ اور آبدیدہ ہو کر میخیا
عڑن بیا کہ آپ کی صورت زیبا اس تدریکیوں متغیر ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ ”نہماںے
فرات میں یہ حال ہوا۔“

اسی زمانہ میں کپتان علی محمد خاں صاحب داری۔ رسالدار۔ ریس رائے بریلی
حاضر خدمت ہوئے۔ اور یعنی دیگر تھائف کے ہمراہ احرام بھی پیش کیا۔ سرکار عالم
پناہ نے خادم کو حکم دیا کہ رکھ لو۔ کپتان صاحب موصوف نے دست بستہ ہو کر عرض کیا
کہ غلام کی بدلی تھا ہے کہ حضور زیب سبھم فرمائیں۔

آپ نے اُس بھنے کا ارادہ کیا۔ مگر ناتوانی مانی ہوئی۔ تو حضور قبلہ عالم نے لیٹے لینے
اس احرام کو جسم اپنے سے سفرا کر خادم کو دے دیا۔ اور کپتان صاحب سے مخاطب
ہو کر ارشاد فرمایا کہ علی محمد خاں اس وقت نہیں، بچرا نہ ہیں گے۔

کپتان صاحب یہ شذت صفت دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ میں ابھی سول
سزجن کو لاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ذاکر کونہ لاد۔ حکیم عبد الخان نے جو ارش مرزا یہ سنبھولی
ہے۔ تھجرا ادھیں اب طبیعت اچھی ہے۔

اس نقاہت ناتوانی کے طبع نظر جس کو اتناۓ عمر سے تعبیر کریں۔ خواہ شدادہ
امرا عن کا تجھ کیسی ہر دو حالت میں اس شکایت کو علاج طلب کہہ سکتے ہیں۔ مگر علاوه
اس کے ایک لاغلط صورت یہ رونا ہو گئی کہ حضور قبلہ عالم کی وہ تدبیر ہسترانی تعالیٰ
جس کو فنظری کیمیت بھی کہنا خلاف واقعہ نہیں ہے۔ اس میں عمر کے ساتھ ساتھ
ترقی ہوئی اور نفتر نہ سنتہ ۱۹۰۴ء میں یہ عالم ہو گیا کہ جس طرح جیسا ہی مال کی عمر کو

ٹوپی عمر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ کا یہ دوامی استغراق کمال خوبیت کے درجہ تک پہنچ گیا اور قریب تر سبب بہم وقت آپ کی گھر سے خیال میں محو اور مستغرق رہنے لگے۔ چنانچہ اس دورانِ سکوت میں اگر آپ کی چشمِ حق میں کی حیرت خیز خوبیت کو دیکھتے تو صاف ظاہر ہوتا تھا کہ شاہزادے نیاز کے کسی کرشمہ خاص کے نظارہ میں آپ بہمہ تن مدد فہیں۔ اور اس روحاںی اور مشتعل گیفیت کی وجہ سے جسمانی عادات۔ اور نیا ہری معاملات میں ضروری احکام صادر فرمانا بھی موقعت ہو گیا تھا۔ بلکہ تقسیمِ بکات کے داسٹے بھی جب خادم مکر ر سکر اذن طلب ہوتا تھا اس وقت آپ گونہ ہوشیار ہو کر صرف یہ فرماتے تھے کہ دو۔

میکن باوجود یہ وفورِ صفت سے حال کہ بات بھی کرنا رشووار اور مستغرق اس کا یہ عالم کی بجزا ایک ذات کے دوسرا سے سزا کاریں۔ مگر تمیلِ محبت کی وہی شان کے بغیر ترقی رنگِ دو قوم اور بیلا احتیا زندہ سب دلت جو شخص۔ جس وقت طالب ہدایت ہوا۔ رہنمائے عالم نے بکالِ شفقت اس کی وستگیری فرمائی۔ ایک مرتبہ بھی الیا نہیں ہوا کہ شدت نقاہت۔ یا کثرتِ محبت کی وجہ سے۔ کی جنہے خدا کی تلقین کو دوسرے وقت کے نمتوں کا فرمایا ہو۔ چنانچہ اس حالت میں بھی ہر روز بکثرت اہل ارادت دعییدت حائز خدمت ہوتے اور فائز المرام ہو کر جاتے تھے۔

حضر المفارقت [ص] کو دہ ملالت جس کو حضر المفارقت کے نام سے ہم تبریکرتے ہیں اس کی شدت اور صعبت کا نہ سانہ بھی۔ سرکار عالم پناہ کے رشد و ہدایت سے غالباً نہیں رہا۔ جس نے اپنی ارادت کا انہصار کیا اس کو آپ نے داخل سلسلہ بھی کیا اور اس کے مناسب حال ہدایت بھی فرمائی۔ بلکہ حجابِ خلوت میں مستور ہونے سے دل گھنٹہ تل تک نیضان وارثی کا سرچشمہ جاری رہا۔ اور ہر ایک طالب راہِ حق کو آپ نے اسی عروزان سے خلعتِ نظر اور خطاب شاہی مرحمت فرمایا۔ جس طرح زمانِ محنت

یہ آپ فیرتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم کی یہ علالت۔ ہلاک اسباب ظاہر زکام و حرارت سے شروع ہوئی اور بالآخر دہشت کے اندر۔ تپ بلفی کے پروردہ میں نیچوہ ہی ہوا جہر زدی روح کو بخواست۔ **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانِّي مُيَشَّأٌ آتَاهُ** اس لئے میں نے اپنی ذاتی حیثیت و استعداد کے اختیارات سے اس علامت کو من المفارقت اور مقدمۃ الفرقان کے نام سے تعبیر کیا۔ جو میرے مبلغ علم کا معیار تھا۔

ورسہ نسانیف ارباب صرفت کی درق گردانی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فی الحیثیت یہ آخری علامت غاشیان صادق کے لئے دعوت الموالیت کا حکم رکھتی ہے۔ ازیں بجتہ اہل محبت کی ہستلاح میں اس علامت کو مژده تہذیت کی کہتے ہیں کیونکہ اس علامت کا حاصل یہ ہے کہ فرق کے ان تاقابل برداشت صمدات کا مہدیش کے لئے ہستیصال ہو جاتا ہے جوں کی نسبت غرب کے ایک مؤتر شاعر کا یہ مقولہ ہے کہ **يَوْمُ الْفِرَاقِ مِنَ الْقِيَمَةِ أَطْوَلُ دَامُوكُتُ مِنَ الْعِلْمِ الْمِنَارِ أَجْمَلُ**

ترجمہ

بڑا ہے روزِ تیام سے بھی فرقان کا دن غیر فرقان سے والہ صوت اپنی ہے چونکہ اس آخری علامت کے باقتوں تینیات کے نیگن جاپ اُنکھتے ہیں اور سالہ سال کے مشتاق دیدار کو اور جمال یار کا حقیقی نظارہ نصیب ہوتا ہے۔ لہذا اس غیر معولی یافت کے اعتبار سے محققین ارباب طریقت کا اتفاق ہے کہ محب صادق کے واسطے یہ علامت ظاہری۔ بالمعنی بیان معاصلت ہے جو بعد انہام ابصار نے فرقان۔ انہمار اعزاز کے نئے بطور خیر مقدم بھیجا جاتا ہے جس کے بعد سرکار شاہ بدی نیاز سے اپنے عاشق جانباز کو خلعت حیات جادید نفع ہوتا ہے۔ جو دریقت مشاق کا گرانقدر امتیاز ہے اور جس کو عرف صوفیہ میں دسل حقیقی یا تیاء کا حل کہتے

ہیں۔ غرض عشق کی علاالت آئنے ابیے ایسے روز، اسرار سے مسروپ ہے۔ جو عوام کے
نہم داراں کے سے باہر ہے۔ مولانا رومہ

بن زتن عربیاں شدم اواز خیال می زرام تابعیات الوصال

پس در ان کا لیکر جہد ایسے نالیل راہ طریقت کو علاالت عشق کی بلیں تھیمت و ثابت
تے خبردار ہونا ححال ہے۔ تو اب سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں کو حضور قبلہ عالم
کی اس علاالت کا حوال دبی نشگار من کر دیں جو میری ظاہریں آنکھوں نے دیکھا ہے۔

چنانچہ ۱۴ مارچ ۱۹۷۳ء کے ۲۳ جیئری روز پہاڑ شنبہ۔ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء بوقت
شب خادم خاص کو حضور قبلہ عالم کے انفاس پاک یہ گورنٹھال اور گردنگی آواز
موس ہوئی۔ متوجہ ہو کر عرض کیا کہ مزاج عالیٰ کیسا ہے آپ نے حسب عادت فرمایا

اچھا ہے۔

صحح کو صحن حال تو نسبتہ زیادہ تھا۔ مگر دیگر عادات روزمرہ ہیں کوئی جدید تغیریں پایا
سab کو خیال ہو اک اس مزید لغایت کا سبب تھا یہ ہو کہ شب کو غذا بھی گویا ہیں ہوئی۔
قرینہ ہے کہ بعد خاصہ تناول فرمائے کے یہ عارضی ناتوانی رفع ہو جائے۔

اور دسمبر کے روز بھی مزاج ہمایوں صورتہ بدستور رہا۔ لیکن دن کو غذا کی لفجت یہ
فرمایا کہ استھانا نہیں ہے۔ بلکہ شب کو بھی یہ اصرار مذکوہ کی کھپڑی کما ایک لمحہ تناول
فرما کر پانی پی لیا اور بستر استراحت پر آرام فرمایا۔ جب حسب معمول خارم پاؤں دہانے
حائز ہوا۔ تو دیکھا اسرار مت کافی ہے اور زکام بھی سباری ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے
آواز بھی گلوگر فستہ ہو گئی ہے۔

شب ہی کو مخصوص خدمت گزاروں کی رائے ہوئی کہ اب باقاعدہ ملائج کی ضرورت
ہے۔ اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم عبد الخالق صاحب کو بلایا جائے۔ اس لئے کہ
علاوه ذائقی قابلیت کے وہ حضور قبلہ عالم کے خفیہ اور مزاج دان بھی ہیں اور چند لام

کے آئندہ بیس پچھوئی وقت صرف ہوگا۔ اس واسطے تا آئندہ ان کے مولوی فخر الدین احمد صاحب رئیس رویٰ شریعت (جن کو طلباء بت میں بھی کافی دسترس ہے۔ ان کے شورہ سے کوئی دادا عائشی طور پر تبلید سے جلد دی جائے۔

چنانچہ علی البصائر ایک آدمی حکیم صاحب کو بیان نے لگایا۔ اور مولوی فخر الدین احمد صاحب سے مزاج کا حال بیان کیا۔ موصوف نے بخش دیکھ کر فرمایا کہ سردار کا خال نہیں ہے۔ معمولی زکام ہے۔ دوسرے دو میں طبیعت بجا ہو جائے گی اور جوشانہ کا سخن لکھ دیا تو فوراً تباہ ہوا۔ اور اس کے استعمال سے گونڈ مگر عارمنی سکون بھی ہدا۔

سپہر کو گدیہ سے آدمی دا پس آیا۔ اور معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کی مقدمہ کی پیر دی کے نئے لکھنؤ گئے ہیں۔ کل آئیں گے۔ اس دران میں مولوی صاحب موصوف کا سخن یتین چار وقت پلا یا گیا۔ مگر کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوا۔ بلکہ اب وہ حمارت بمنزلہ تپ کے ہو گئی اور زکام جس ہو گیا۔ اور اکثر الجھن ہونے لگی۔

روز پھر اربعینہ ۲۲ ربیع المحرم | مرحوم حبیب الحنان صاحب حاضر تبدیل ہوئے اور بخش دیکھ کر تپ نہزادی کی رعایت سے سخن لکھا۔ اور تقریب ذنکین کے واسطے خارجی تبدیلی بھی کیں۔ لخچنہ بڑایا پاشویہ کرایا۔ شاخیں لچوایں۔ اور اسی مناسبت سے دن کو غذا۔ آش جویں آب اناریں ملا کر ہوئی۔ اور شب کے واسطے بھنی۔ بارہ دادیات کے ساتھ کغید کرائی۔ لیکن یہ سخن ایک سہیانہ دز بکال احتیاط استعمال ہوا۔ مگر کسی شکا میں تخفیف نہ ہوئی۔

اس عرصہ میں ناسازی مزاج اتسیں کی خبر سنن کے قرب دجال کے عام ارادتمندیں کے علاوہ بعض تعلقدار جن کا عضوں جاں شاروں میں شمار کھا آئئے۔ اور دو دو کے اکثر ممتاز اور باقتدار خدمت گزاروں کا بھی درود لست پر سچوم ہو گیا۔ سب نے مزاج اتسیں کی حالت دیکھ کر متفقہ طور پر یہ رائے قائم کی کہ حکیم عبد الحی صاحب رئیس قصبہ ہونہ

کا علاج ہونا چاہیے۔

چنانچہ فوراً ایک آدمی روانہ ہوا۔ اور بعد عمر حکیم صاحب موصوف آگئے اسی وقت
خپل دیکھی اور باہر آ کر تپیں اور جس رنگ کے خیال سے یہ خپل نکالا۔ رب السوس۔ شکر تفال
مزرسیدا۔ سمع عربی۔ آرڈنمن پاٹلہ۔ شیر خشت۔ آباب انارین سائیدہ قدر سے قدر سے پہنیز
جس کو فوج آنندی تیار کیا اور چند مرتبہ استعمال کرایا۔ فائدہ یہ بخوبی ہوا کہ تمام شب بکوننا
بلغم آسانی خارج ہوا اور ایک اجابت بھی ہوئی۔

صحح کو حکیم صاحب نے ایک نوٹ مشرذہ۔ اور ایک شربت بزرگی مسئلہ کا لکھا اور
دو ٹوں فوراً تیار کئے جن کی پسلی خواک پینیت شد اور مرض میں تخفیف معلوم ہوئی۔ دمپڑ کو
پاشوی کرایا۔ جس سے تپ بھی بہت کم ہو گئی۔ لیکن ضعف ہو جبلے نو ایک محدود شکلیت
بھی۔ اس کے لئے موصوف نے ایک جوارش تیار کی جس میں تخم کا ہزار بان اور مرادینا غفرن
بھی کئے جو بہت مفید ہوئی۔

غرض حکیم صاحب کی صحیح تشنیع اور سریع الاثر علاج کو دیکھ کر ہر شخص نے موصوف
کی حداقت کا اعتراض کیا۔ اور غلامان وارثی مددح کے شکر گزار ہوئے۔

لیکن مشیت حضرت رب البرت پر ارتکتی اور جس کا انہیا مسبب انہس بابنے اس
پرده میں فرمایا گا جس وقت حکیم عبد الحمی صاحب کو ملانے آؤ گیا تھا۔ اس وقت بعض حضرت
نے ایک شخص کو لکھنور روانہ کیا کہ حکیم عبد الحمی صاحب کو لادا مگر انغان سے وہ نہیں آسکے
تو حالت احتطراریں دوسرے آدمی حکیم عبد العزیز صاحب کو لائے کئے جیجا گیا۔ جو دوسرے
محروم آٹھ بجے شب کو محمد حکیم صاحب کے آیا۔ اور اسی وقت میں حکیم عبد العزیز صاحب
کا غلام شروع ہو گیا اور حکیم عبد الحمی صاحب ناپس گئے

اس میں شکر نہیں کر حکیم عبد العزیز صاحب لپٹنے وقت میں طبیب حاذق گئے۔

اوہ اس سر بر آور دہ تکیم نے سر کار عالم پناہ کا علاج بہت نوٹ سے کیا۔ رات اور دن

میں کم سے کم دس مرتبہ بحق دیکھی۔ متواتر نہیں بلکہ ادھر قدم کی تدبریں کیں۔ مگر اتنا ناتھ ہے کہ کئی شکایتیں میں افاقت نہیں ہوا۔ بلکہ صفت زیادہ ہو گیا حالانکہ حضور قبلہ عالم کی یہ علاالت بادی انتظار میں معمولی علاالت بحقی کے ایام تدانلیہ زکام ہوتا۔ اور اس کے بعد سے تپ کا آجاتا۔ زیادہ اہمیت میں شمار نہیں کیا جاتا جس کا اعلان ہر طبیب پاسانی کرتا ہے۔ مگر بعض واقعات ایسے بھی حالات دیقوٹ پذیر ہوئے جن کے معائنے کے بعد یہ کہتا ہے محل نہیں معلوم ہوتا کہ سرکار عالم پناہ کی یہ آخری دہیاری بھی فیر معمولی ریووز سے خالی نہ کہتی۔

جس کے نئے یہی ایک دلیل کافی معلوم ہوتی ہے کہ ایسے ایسے قابل اور کہنہ مشق اطباء کو صرف کے خصیقی اسیاب اور کیفیات کی تشخیص میں پوری کامیابی نہیں ہوتی۔ کیونکہ مسلمہ ہے کہ ظاہری انتظامات کا۔ باطنی معاملات پر غالب آتا قطعی معالات ہے ہے اس دلسطنطینی انتظریہ ہے کہ معالجین سے علاج میں کوئی لائزنس نہیں ہوتی۔ اگرچہ بدیہیات سے ہے کہ ان کے مجوزہ ادویات کا فعل موثر ثابت نہیں ہوا۔ تاہم یہ ان کی حدا تک کا قطعی نفس نہ تھا۔ بلکہ بظاہر جتاب والا کو صبیح زکام کی وجہ سے جو تپ لاحق ہو گئی تھی۔ اس کے بعد من حصالص پر فور کرنے سے لیکن ہوتا ہے کہ اس تپ کو حضور قبلہ عالم کے ہاتھی جذبہ کیفیات سے گھرا تعلق رہتا۔ کیونکہ اس کے اثرات بھی ایسے عجیب بلکہ عجیب زندگیاں ہوئے جن کو درج کرنا یعنی بھی سمجھ رہے۔

مثلاً اس علاالت میں جتاب والا کی نسب کا حیرت خیز کر شمیہ بھاکا لاجھن اوقات اس قدر ضعیف اور غیر منظم ہوتی ہوئی کہ نہ امن بالکل مایوس ہو جاتا تھا اور کسی وقت جوان اور سندھست شخص کی نسب سے زیادہ تو ہی اور منظم معلوم ہوتی تھی۔ اور یہ تغیر دس منٹ کے بعد جوتا تھا۔

بلکہ نہیں کی اسی نصف صد کیفیت کا ذکر حکیم عبدالعزیز صاحب نے باہم الفاظ فرمایا

تماکر ابھی تک بھگنے بن کے ذریعہ سے یہ المیان نہیں ہوا اگر علاقہ کس مہول پر کیا جائے
گیر نکل دن یہی بھی اور رات کو بھی تھوڑے تھوڑے تغیرت کے بعد نہیں دیکھی۔ مگر ہر تجھے صورت
مختلف اور نوعیت جو اگامہ تھے وہی ابھی از جد ضعیف اور کبھی رفتار اور انتظام میں مہول
ہے، زادہ تو قدر بھی اور بھی اپنے پال پال۔ لہذا ایسی حالت میں مرض کی حقیقتی باہمیت سے خبردار ہونا یہی سے
مزاب میں دشوار ہے کیونکہ زان کی کیفیت دریافت کرنے کا بڑا ذریعہ نہیں ہے۔ اور زینبیں
چاہے چیزیں۔ کام ہے چنان "کام ٹھوٹن ہے۔ اس لئے جو تجیر تجویز کی جاتی ہے
وہ بے سود ثابت ہوتی ہے!

علی ہذا۔ حکیم سلطان محمد صاحب متولی امداد جن کا علاج حکیم عبدالعزیز صاحب
کے علاج کے بعد ایک روز ہوا۔ فرماتے رکھتے کہ میں نے جس وقت۔ پہلی مرتبہ نہیں دیکھی۔ تو
ہنایت توی اور منتظم معلوم ہوتی۔ خیال ہوا کہ طبیعت علاقہ پذیر ہے۔ ازاں تپ اداخرا
بلغم کے لئے کوشش کر رہا۔ مگر بعد وہ اپلا نے کے نہیں دیکھی تو صرفت کا وہ عالم پایا جو حالت
رم و دپس ہوتی ہے۔ اسی وقت میں نے اپنی تجویز کو خود غلط کیا۔ اور یقین ہو گیا کہ سرکار
عالم پناہ کے ازالہ مرض کے لئے میں نہیں لکھ سکتا۔

اہر اس انتشار نہیں کا یہی ایک منہوس صنیعہ تھا کہ بار بھی خیافت اور بھی زیادہ غرس جاتا
ہے۔ چنانچہ ایسا بھی ہوا کہ اتفاق سے دطبیب بیک وقت حاضر خدمت ہوئے۔ ایک نے
نہیں دیکھ کر یہ تجویز کیا کہ خاموشی جو بصورت فشی آپ لوگ دیکھتے ہیں۔ یہ شدت تپ کی
دسمب سے ہے۔ اور پانچ منٹ کے بعد درسرے طبیب نے نہیں دیکھی تو یہ کہا کہ بجا۔ تو
ہیں مگر حرارت ضرور ہے اور غسلت کا سبب گزشت صرفت ہے۔

حکیم مرزا یعقوب بیگ صاحب دار غثی جن کا حصہ تبلہ عالم کے قدیم اور جانشناخت میں
میں شمار تھا۔ شاید ۱۸۴۳ء محرم کو درجنگ سے آگئے تھے۔ ان کا عالم پنځڑا میں یہ عالم
تھا کہ محلہ کے مشورہ میں بھی شریک ہوتے تھے اور دو ساز کو مرید احتیاط کی برائی کیتے

تھے۔ مگر زیادہ نہ ملت افپس میں حاضر ہتھے اور کھنڈ رامیز رنگ حمارت کا اندازہ کرتے تھے۔ اور ایک مرتبہ حاضرین سے فاطب ہو کر کہیا کہتے کہ سو بُگری کا بخار ہے۔ اور کبھی فرماتے کہ ایک سچار ٹک پہنچ گیا ہے۔ ایک مرتبہ بھی ایسا ہنس ہوا کہ لختہ بھرنگ بتر کیاں رہا ہو۔

علی ہذا۔ احضور قبلہ عالم کی گلوگرفت آغاز۔ ویز نکشت شفعت میں بھی ایسے ہی تجھ خیر نیڑا رونما ہوئے ہیں میں کو دیکھ کر بھراں کے پہنچنی کہہ سکتے کہ یہ باطنی جذبات کے غیر معمولی اثرات تھے۔

چنانچہ اس کی صراحت کہ دفور ضعف سے کیا حالت کہتی اس لئے بے مزدودت ہے کہ دوران عالم میں جس قدر اہل امداد و عقیدت شریت زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ ان کو بخوبی اس کا علم ہے کہ سرکار عالم پناہ کی پہلی ناتوانی میں شاداً در من کے باعث جس نقابت کا اضافہ ہو چاہنے سے حرم ۱۳۲۳ھ بھری کے آخر یہ متھیں کثرت ضعف کا یہ عالم ہوا کہ جب خارم مکر عرض کرتا تھا کہ پانی نوں فرباییے گا۔ اور آپ کو ہاں یا ہنس کہنے میں بوجھوڑا وقف ہوتا تھا۔ وہ تو قفت زبان حال سے شاہد تھا کہ قبلہ عالم کو فرط ناتوانی سے بات بھی کرنے میں ناصل ہوتا تھا۔

یا کوئی ارادہ تک درضیحت طلب ہتنا تھا۔ تو آپ ایسی صیانت آواز میں فرماتے تھے کہ اچھا جاؤ جس کو تحریب بیٹھے ہوئے بعض خدام سنتے تھے اور بعض دوسروں سے پوچھتے تھے کہ کیا حکم صادر ہوا۔

روز سہ شنبہ ۲۸ محرم سے ۱۳۲۳ھ اسی نازک حالت میں۔ ۲۸ محرم کو ایک ادنی طبیعت کی معمورت نے جو ہر نظر عیادت حاضر ہوئی کہتی خدام کو داد دش میں مصطرب اور پریشان دیکھ کر بے ساختہ۔ ایسے پروردہ بھی میں کہا گا ”میاں عاصب ای تھے ہو جاؤ“ کہ تلہن انہر میں کیف ہوئے۔ اور سرکار عالم پناہ نے اس طرح سرانح اکیبت کی نظر سے اس کو دیکھا۔ جس طرح حادثت میں اکثر لیتے علاموں کو آپ دیکھتے تھے۔ اور بکال شفعت۔ اتنی بلند آدازے فضیا

مگر بھرا دنیس۔ ہم اچھے ہیں یہ کہ باوجود داس کے کہ آٹھ دس قدم کے فاصلہ پر وہ کھڑی ہوئی تھی مگر اس نے اپنے ہمراں آقا کا یہ پردہ آئینہ ادا کیا۔ اور دن ہیں سے بلاہیں لیکر اشکارہ اپس گئی۔

یہ دلقدی اور اندھیگی اس دبھ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حالت میں سرکار عالم پناہ کو دلوں صفت کے باعث مہم احتیاط کے بشرط۔ زبان مبارک نے ہاں یا ہنس کہنا بھی رہوا کیا ہے خالی نہ تھا وہ نتھا ہے ایک آن واحد میں تقویت اور تو اماں سے مبدل ہو گئی۔ اور وہ گھوگر نہ آدا۔ جو قریب تر یہیں دلوں کو اکثر سنا تی پہنس تینی بھنی رہ اس درسات اور بلند ہو گئی کہ آپ کا ارشاد دس قدم کے فاصلے سے ایک صیغھے نہ بخوبی سن لیا۔

اور بعد اس غیر معمولی تقویت کا بھیب تر گز شدید دیکھا کر لفڑی پا پانچ منٹ تک آواز صاف اور قوانیندی۔ اس عرصہ میں آپ نے باقی بھی کیں۔ ایک طالب سے بکال صراحت شرائطی محنت کا اقرار لے کر واخی سلسلہ بھی فرمایا اور یہ ہدایت بھی کی کہ جھوٹ نہ بولنا پھر کیفیت یہم خوابی طاری ہونے لگی جس کیم مرزا یعقوب بیگ صاحب داری نے مخفی دیکھی تو صفت کی دہنی صورت نظر آئی جو قبل اس دانہ کے تھی۔

حالانکی و اندر بادی النظر میں بالکل سادہ ہے بلکن وہ حقیقت بعض اختصاص مجتبی سے مودودی رہے ہے مثلاً صنیفہ حضور قبذہ علمی کی داں گرفتہ بھی تھی یا انہیں اس کا تعلیم ہیں گہر اس کے اس پر دھدھجہ۔ سے کہ "میں صاحب ابتو اپنے ہو جاؤ" صاف فرمہ رہتا ہے کہ اس کے دل کو محبت داری سے گہر اسرار دکار تھا جس کی آواز نے پلاں دا نہر کے خود بدولت کو بے چین کر دیا۔ اور ہر چاہز دل خیزد ہر دل بیزد کا منہمن پیش آیا کہ اس طرح اس ضمیهرت ہے اتنی محنت اپنے آفائے نامدار کے شدائد مرض اور انداز انسون کو دیکھ رہا تھا جو اسی دلی خواہیں کا انہیا کر دیا کہ اس صاحب ابتو اپنے ہو جاؤ اسی طرح ہمارے بندہ نواز رہتا ہے۔ اپنی عاشقی زار صنیفہ کی لشکنی فرمائی۔ اور فرط شفقت سے

ارشاد ہوا اگر گھبراؤ نہیں بھما پہنچے میں۔

غرض حضور قبلہ عالم کے فرط صندف اور گزٹکی آدا زاد شدائد تپ میں۔ بلا کسی تحريك کے دفتاً ایسے بدینی تغیرات کاظما ہر ہونا دیکھ کر اگر کوئی آپ کی اس علاالت کو شترک ہے روز و اسرا سمجھے۔ تو مشاید اس کو غلط فہمی یا امتنالے عقیدت نہ کہا جائے گا۔

بکھر یہی سبب تھا کہ فن طب کے ماہر حبیب حکیم عبدالعزیز صاحب نے بخفی کے غیر معمولی طرز اور عنوان کو دوسرے الفاظ میں شان اجتماع صدیں سے تغیر کیا۔ اور اسی حالت میں مرصن درصیف کی تحقیقی نوعیت دعایت سمجھنے میں اس طرح دشواری ظاہر فرمائی جو کہ مقہوم ایک سمنی میں مجبوری اور مایوسی کا بھی مراد فہرست کتا ہے اور غلامان بارگاہ وارثی کو اس قسم دن کے علاج میں اس کا کمی سمجھ رہا ہو چکا تھا کہ باوجود مختلف تذمیر کے خارجی اور قومی سکون بھی نہیں ہوا۔ اس نئے خادم خاص نے کچھ تبرکات دے کر حکیم صاحب موصوف کو شکریہ کے سامنہ خصت کر دیا۔

اب قریب قریب جملہ ارادتمندہ لگو یہ خیال ہوا کہ حکیم عبدالمحی صاحب کے علاج سے ہر شکایت میں نسبتہ افاتہ صفر ہوا تھا۔ لہذا جس طرح نکن ہو پھر انہیں کو بلاد اور اس کے لئے کوئی مقدار شخص جائے۔ تاکہ وہ کوئی عذر نہ کر سکیں۔ چنانچہ سب نے اس خدمت کی نئی منظی عبدالرؤف صاحب وارثی رئیس دیوبنی شریعت کو منتخب کیا اور قریب مغرب موصوف اللہ حکیم صاحب کو لانے کے داشتے ہوئے تشرییع لے گئے۔

رزو چہارشنبہ ۲۹ محرم ۱۳۲۳ھ | رحم رزو چہارشنبہ کو علی الصباح حکیم سلطان ندو صاحب متولن امدادہ نے جو روز سے بنظر عبارت حاجز نہ مرت تھے بخفی دیکھی۔ اور ادوبیات مشروبہ میں کچھ ترسیم فراہمی۔ اور کہا حکیم عبدالمحی صاحب آتے ہیں اگر ان کی رائے ہوئی اور زیادہ قریبیہ ہے کہ وہ میرے ہم خیال ہوں گے تو سپر کے اسٹپ دوسرا نئی لکھوں کا جس سے تفریع بھی ہوگی اور بلغم بھی ہے آسانی خارج ہو گا۔

لیکن خلاف اید: اس روز صحیح ہی سے حضور نبی عالم کی طبیعت بشاہد ہوتی۔ بجن ارتضی
ہے تھا۔ آزاد بھی صاف تھی۔ اجاہت بھی ہوئی۔ حسب عادت تہسم برس سے باہمی تھیں
بعن ارادتمندوں سے معاف نہ تھی کیا۔ مگر لیئے یہی۔ اکثر مریضین کو ان کے مناسب حال پڑتیں
بھی کیسی کوشیری۔ کسی کو ملبوس خاص دینے کا خادم کو حکم فرمایا۔ تربیت وسیعیہ آئند جو بس
بین مفرج اور مقصودی اجزا بھی شرک کئے قلیل مقدار میں نوش فرمایا۔ جس نے مزاج پرستی کی اس
سے یہی ارشاد ہوا۔ اللہ ہم اچھے ہیں: یہی لوگ حضراتم کی طرف اشارہ کر کے اکتھے ہیں
گہمیاں ہو۔“

یہ امید افزائص صورت دیکھ کر غلامان وارثی خوش ہو گئے کسی نے بذریعہ خطہ و سروں کو
سلطان کیا اک سرکار کی طبیعت روپی صحبت ہے۔ کسی نے اپنے مکان پر تار دیا کہ آج افاقہ دنما
ہوا۔ کوئی لفڑی کوئی غلہ بخیرات کرنے لگا۔ کسی نے قربانی کی۔ کسی نے جوش سرست میں بطور
شکراں میلا دکیا۔ اور حاضرین آستانہ اقدس کی دعوت کی۔ اور ماسکین کو کھانا تقسیم کیا۔
جس کی یاد رکا میں آج تک پنڈت دیندار شاہ صاحب دارثی ہر سال بقید دن آستانہ
اقدس پر میلاد اور زائرین کی دعوت بکمال اہتمام کرتے ہیں۔

اس علامت میں اپنے اس سے خدام یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ طالبین بہارت کو خدمت والا
میں اس وقت پیش کرتے تھے۔ جس وقت گونہ سکون ہوتا تھا۔ درہ اس خیال سے رد کرتے تھے کہ
ایسی نازک حالت میں تھوڑتے سکان سے بھی زیادہ لفستان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ آج نہ تھام
بھی انعام دیا گیا۔ جس وقت جس نے اپنی ارادت کا انہمار کیا۔ اسی وقت شریت بیت سے
مشرون کر دیا۔ چنانچہ نام دن یہ مسلم بخاری رہا۔ کہ مستعد اہل ارادت حاضر خدمت ہوئے۔
اور حضور قبلہ عالم نے داخل بیت فرمایا۔

ظہر کے بعد حکیم عبدالحی صاحب بھی آگئے۔ اور حاضر خدمت جو کرنہ بخش دیکھی۔ طبیعت
کو بحال پایا تو حاضرین سے نباطل ہو گرہنیا یہ سرت آئیز لمحہ میں کہا کہ آپ حضرات کو

نفلیٰ تابیتی دارثی میں پناہ گزیں رہنا بایک ہو۔ اس وقت آپ کے آفائے نادار کا نزلج آئیں
بہت اپنا ہے۔ اگر آٹھ شب کو کبھی تپ کا دیدہ نہ ہوا، تو کل جناب حضرت کو تہذیت
دیکھنے گا۔ اور یکیم سلطان نور صاحب سے کہا کہ آپ کی رائے معاً بے۔ درود راخم
ضرور لکھا جائے چنانچہ دلوں طبیب باہر آئے اور دیگر موجودہ اطباء کو کبھی شرکیہ مشورہ
کیا۔ درجہ نکھلنا گیا جو فردا تیار ہوا۔ اور پانچ بجے حضور نے فرش فرمایا اور شب کی نذر کے دلے
یہ تجویز ہوا کہ بجاۓ کیجئی کے آش پر چشمیں بے اجزاء مقوی دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا
ہے۔

اُسی اثناء میں یعنی دو یوں سے کام کا پاسندہ اکی طالب را وقت در دولت پر کھڑا ہے
خاتم پارگاہ نے کہا۔ ہالو۔ جب نہ اندھائے تو سب نے پچانہ کرنا دھنیاں داری میں ہیں جو
قبل ازیں لباس فقر کے خونگار آئئے۔ مگر اس وقت شرف بیت سے شرف ہو کر
چلے گئے تھے۔ شاید سبب بدایتہ مدت سالاگزار کر کے آج پسرا سی شوق میں حاضر
خلوت ہوئے ہیں۔

چنانچہ حاجی فیضو شاہ صاحب نے اس گرفتاریم احتجت کو پیش کرنے کے وقت بیہی
و عنیا کہ حضور علی مسجد کے قریب رہنے والے خال صاحب آئے ہیں جن سے آپ نے دیدہ
فرمایا تھا کہ تین سال کے بعد آتا۔ تم کو فیرتیزادی کے
حضور قبلہ عالم گو دو مردست سے خاموش سیا حالب محیت میں ہم تین مصروف تھے مگر
پوکہ ہدایت فتنہ ہر حال میں منظور نہیں۔ خادم خاص کی یہ گزارش میں کے۔ رہنائے عالمہ نے
فرمایا "اچھا" اور پا دیجود فرطنا تو اپنی کے فرش استراحت سے ہے تھا نادم انگو کر بیٹھ گئے
مگر حضور سے غور دخون کے بعد پھر لیت گئے اور یہ ارتاد فرمایا کہ خال صاحب موصوف کو
خافت کر دیا کہ جاوے آج نہیں۔ کل آنا۔ اور ویجی متنی بیت جو حاضر تھے ان کو بکال
داخل سلسلہ فرمایا۔

بچے شب کو اٹھائی لائے۔ خادم نے جب کاسہ آش جو پیش کیا تو پہلے سرکار عالم پناہ نے اس عنوان سے تسلیم فرمایا۔ بس سے عدم رغبت کے اثر نکلا رہا ہوئے میکن بعدہ ارادتمند دل کے اصرار سے آپ نے دو چار پچھے نوش فرمائے اور ستر راحت پر استراحت فرمائی۔ مگر افسوس، ہم ظاہر ہیں کو یہ خبر سرنگی کے اندر یہ دنیوی ہیں سے ہے۔
ہندہ نواز آقا کی یہ لکھنی غذاء ہے۔

چنانچہ دس بجے رات کو پہلے پائے مبارک سرد خسوس ہوئے۔ اور پانچ منٹ کے بعد روزانہ سے زیادہ شدید تپ آئی۔ گواطلبانے خارجی تدبریں کیں۔ مگر تمام رات بھنار پرستور رہا۔ بس کی دبیر سے تاحریر بھن اور شیخ کی تکمیلت رہی۔

روز ختنیہ محرم ۱۳۲۳ھ [۳۔] محرم بردن ختنیہ بعد نماز سعی ہر دو مسالح دیگر موجودہ اطبیانے عرنستک باہم شورہ کیا۔ اور ہر شخ کے اکیک امک جزو پر اصولی بحث ہوئی رہی۔ آخربات قافی رائے ادویات مشربہ میں کافی ترسیم ہوئی۔ قیراطی کی بھی صورت بدمل دی اور لبیں دیگر تابیر سے بھی رفع شکایات کی کوشش کی۔ مگر شدائد مرض ہیں افأة نہ ہوا جتنی کہ دادا پینے کے بعد جو عمارتی تفریج ہو جاتی تھی آج وہ بھی نہ ہوئی۔

چنانچہ مزاج ہمایوں کا یہ حال دیکھ کر محظی ایسے اہل نلوہر کو استیاں بھاکر دا کافل صبح کیوں نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارا یہ عالمیانہ خیال اس وقت رفع ہو گیا بجیسا سوا۔ گھنٹہ کے بعد اس شیخیت خداوندی کا ایضی مضمون ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا۔ اس وقت یہ سمجھ میں آیا کہ درحقیقت اس علامت کے پردہ میں مستاہدے نیاز اپنے عاشق جانباز کو باط کرنا۔ اس فضلے قربت میں بلانا چاہتا تھا۔ اور اطبیا خلاف مشاہد حضرت رب العزت کو کوشش کرتے تھے۔ اس نے اس قادر طلاق نے بھوئے "إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" ادویات کے مفاد اور اسی مظلوم کر دیے کہ عالمیں کے جلد اذکار بے مودا درہ بکار شافت ہوئے تھے۔

چنانچہ عاشقان جانباز کا جس طرح حادثہ محنت میں مشاہے اپنی کے سامنے سر نگول

ربنا نسب ایں ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ اہل حقیقت، سخت سخت عالمت میں بھی برصغیر
حضرت احمدیت رہتے ہیں۔ اور اپنے چانگداز درد کو عطیہ شاہد ہے میا ز ہونے کی وجہ سے میں
دو سمجھتے ہیں۔ لیکن پر لحاظِ اسلام عالم اس باب یہ بھی انتیار کرنا ہوتا ہے کہ طبیب جودا
تجویز کرتا ہے اس کو لاشی اور بیکار سمجھنے کے بعد بھی استعمال کرنے سے انکار نہیں فرماتے
ہیں۔ اور ان کے اس طریقِ عمل سے انکار نہیں فرماتے ہیں۔ اور ان کے آس طریقِ عمل
سے دو اکا استعمال کرنا ایک نوع سے ہا دیاں دین دین دللت کی متفقہ اور مخصوص تر
بھیجا جاتا ہے۔

اسی انتیار سے حضور قبلہ عالم نے عوامیں کے نام۔ یاؤں کی صحیح علامت یاؤں کی
وجہ سے جو تکلیف و اذیت کئی۔ باد جودا صراحتاً ایسا کہ انہمار نہیں فرمایا۔ مگر دو اکے
استعمال سے انکار بھی نہیں کیا۔ حالانکہ کوئی علاج مفید نہیں ثابت ہوا۔ لیکن اطباء ہمیشہ^۱
سرگرم کو شنس رہے اور سکون کے واسطے انواع انواع طریق سے تدبیریں لیں جیسی کہ
ایک مرکب روغن تیار کیا جس کو صدر پر مالٹ کرنے سے یہ فائدہ مگر عارمنی رو نہیں بھی ہوا۔
کو قدر سے بلغم باسانی خارج ہوا اور بُستا آواز کی گرانی میں کچھ عرصہ تک تخفیف حسوس ہوئی۔

لیکن شب ہی سے یہ پریشان کن خبر شتر ہو چکی بھی کہ آج ہملتے مبنده فواز رہنا کامران
ہماں بول زیادہ ناساز ہے۔ جس کوئں کے قرب و جوار کے متعدد عقیدت شعارات نظر عیادت
صحیح ہی سے جمع ہو چکے تھے۔ اور مزید بڑا یہ بھی انواہاً مشبور ہو رہا تھا کہ سرکار عالم پشاہ نے
پر وہ فرمایا۔ اس جیت سے دُر دُور کے غلامان بکثرت حاضر ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس روز مریدین
اور غیر مریدین کا اجتماع اس قدر ہو گیا تھا کہ در دللت پر کھڑے ہونے کی گنجائش نہ بھی۔
اور انہا از آیہ کہہ سکتے ہیں کہ اس تجھ کثیر میں باعتبار مشتا تین زیارت کے طالبین ہدایت
دیجیت کا ہجوم زیادہ تھا۔

کیونکہ تمام دن حشمت نیستان دارثی جاری رہا اور اسی حالتِ نعمت میں سرکار عالم پشاہ

بکمال شفقت رشدہ ہا بیت میں صدوف رہتے۔ اور کہتر طلبین کو وہ خل سلسلہ فرمایا۔ اسی دو دن میں نانک شاہی خاندان کے ایک سن ریڈہ دو دشیں نے تباہیز نہ ملت ہو کر جسیں صفت سے طالب ہونے کی استعداد کی اور تسبیح ایت سے حصہ لئے ان کو پہنچنے قتل ہائیت میں لیا۔ اس سے سات نظاہر جوتا تھا کہ وہ مسافر ہے۔ راہ حق کا ہملاشی۔ اور کسی برگزیدہ خدا کا فرستادہ ہے۔

اس داستے کے حصہ تبلہ عالم نے دیکھ کر بیسا خستہ فرمایا کہ تم آگئے۔ بیخو۔ اسی فرمہ صفت میں استغفار پڑھا کر ان کو بمرید کیا اور اسی وقت خلعت فقر عطا ہوا اور رسول شاہ کا ممتاز خطاب مرحمت فرمائیا ارشاد ہوا کہ "جادو رضائے خدا پر ثابت قدم رہتا۔ مرجانًا۔ مگر ہاتھ نہ پھیلانا"۔

مگر چند ساعت کی یہ سکان بھی پس سبب نقاہت برداشت ہو ہوئی۔ کیونکہ رسول شاہ کو رخصت فرمائکر ہنوز آرام نہیں فرمایا تھا کہ دعویٰ تپ میں بھی سرتی ہوئی اور بصورت غشی خاموشی کا عالم طاری ہو گیا اور رفتہ رفتہ شدائد تپ کے اثرات سے اُبھن شروع ہو گئی۔ اطباء نے اپنے کی ماسٹ کرائی۔ فرو را لختہ تیار کیا۔ دماغ پر رد عنق مغل کا پھایا کی مگر کسی تبر سے آپ کی سچنی میں تھیفیت نہیں ہوئی اور اسی حالت میں آفائے نامار نے اپنے غلاموں کو تباہیت شفقت کی نظر سے دیکھا۔ سب کو خیال ہوا کہ کچھ فرمانا منظور ہے۔ لیکن اس وقت آپ خاموش رہے۔ اور کھوڑے عرصہ کے بعد ایک دیرینہ نلام سے خاطب ہو کر تباہیت ضیافت اور گلوگرفتہ آواز سے فرمایا "کے بچے ہیں" اس نے بوجستہ عرض کیا۔ کہ مولائے من تین بچے گئے ہیں۔ حصہ تبلہ عالم نے۔ پہلے ایسے دو جملے جن کو بنگوئی تبیہ ایک شخصی اراومند سے تعلق رکھتا۔ فرمائے۔ بعدہ تباہیت پر جو من لجھ میں جس سے حالت انتظاریہ کیا ہوئی تھی۔ ارشاد ہوا کہ "ابھی بہت دیر ہے۔ شکی گھوڑے کی تانگ نوٹ گئی۔ بیلی ۲ گئی ہے۔ چار بچے سوار ہوں گے"۔

اس فرمان داری کے اغاثہ۔ بظاہر غیر مسلسل اور غیر مرتب۔ اور تشریح مطلب ہن کے کثر حاضرین ساکت اور متعیر ہو گئے۔ مگر بعض مخصوص ارادتمندوں نے تادیگاً غور کیا تو ان کو پریشان کن خیال ہوا کہ ملکی گھوڑے سے شب نبار کیسہ رہا ہے۔ تو اس کا مسلسل شاید اب قریب انتظام ہے کہ مانگ لٹ گئی۔ اور بیلی سواری سفر کی ہے۔ وہ آگئی جس سے اشارہ ہے کہ سفر وار الفرار کے دامنے سامان تیار ہے۔ اور زوناگی کے دامنے چار بجے کا وقت پیدا فرمایا ہے۔

غرض اس ارشاد کی تشریح اور تاویل سے عوام غلامان بارگاہ وارثی افسرہ اور پریشان ہوتے۔ کیونکہ ہر شخص دیکھ رہا تھا کہ حضور قبیلہ عالم کی محنت میں بکارے یونافیوں کے اب ہر ساعت اور ہر آن میں تنزل اور اخاطط کی شان نمایاں ہو گئی ہے۔ جس کا نتیجہ عنتیریہ دہی ہوتا نظر آتا ہے جو اس ارشاد کی تاویل کی ہے۔

ای عرصہ میں نادر خال و نزیرستانی جن کے حق میں کل حضور قبیلہ عالم نے آج کی حاضری کے دامنے حکم صادر فرمایا تھا۔ وہ قدیمیوس چوکر سائنس آئے اور حسب دستور حاجی نیشنوشاہ صاحب نے ان کو پیش کیا تو باوجود افراط صفت اور شدائد مر من کی ناقابل نبہداشت بخلافی کے سرکار عالم پتا ہے مثل یوم گز نہست۔ آج لباس فقر تفویین کرنے میں شاید اس وجہ سے تامل نہیں فرمایا کہ از روئے حساب انتظار کی مدت سال گز نہستہ شب کو ختم ہو گئی اور آج چوتھے سال کا پہلا دن تھا۔ اس لئے حسب وعدہ رہنمائے کامل نے اپنے حلقة بگوش کو وادی عشق کی سماحت کے لئے اپنے دربار کی خصوص درودی تفویین فرمایا۔ فقیر شاہ کا خطاب محبت فرمایا۔ اور نبراحت سمجھا دیا کہ مشربی دستور العل کا خلاصہ ہے کہ۔ راه محبت میں اگر اسلامی میں آئے تو اس کو شاہ بے نیاز کی عنایت سمجھے اور ماسوا راست سے سر کار رکھے جاؤ۔ اور اس تقریر کے بعد۔ وفور صعفہ سے آپ اور زیادہ ساکت اور خاصوش ہو گئے۔

حضور قبیلہ عالم کا یہ حلقة بگوش۔ سلسلہ نفتریں آخری تہینہ پوش تھا۔ جو قدیمیوس ہو کر بارگاہ وارثی سے رخصت ہوا تو مکان سے باہر جاتے سب نے دیکھ لیکن درود نت

پر بڑھتے گزار موجود تھے ان کو اس کا علم بھی نہیں ہوا کہ وہ تو گفتار دام محبت باہر کب آیا۔ اور اس عرفِ حداد کے بھروسے نہ چلا گیا حتیٰ کہ اب تک اس مفتوحہ اخیر کا حال اس قدر بھی نہیں ہلوں ہوا کہ وہ سلسلہ دار شیخ کا جامیاز فقیر سندز لبقیر سیات ہے یا راہ مطہر میں جبار بھی تعلیم ہرا۔

بلکہ ناد خال ملقب بفقیر شاہ کی تہبین پوشی کے بعد جس طرح آفایے نادار کے دست میں پرست سے کوئی تھی یہ سون فقیر تہبین پوش نہیں ہوا۔ اسی طرح ہمارے شفیق معلم نے تعلیماً بھی کوئی تہبین پوشی حکم نہیں عطا کر دیا جس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ رشد دیتا ہے کاہ وارہ بند ہو گیا۔ کو بالمعنی فیضان وارثی پسٹور جاری ہے اور یہ شہ جاری رہے گا۔ مگر ہم غاہر ہیں کی آنکھ لقرناتِ وارثی کے جو کرشمے دیکھنی سمجھی وہ دکھانی نہیں دیتے اور بمار سے کان جو رشد دہدایت کے وقت اس داعی الی اللہ کی آواز سننے تھے وہ سننا نہیں دیتی۔

ذکر و صال [خلاصیہ کر فقیر شاہ صاحب کی تہبین پوشی کے وقت۔ جناب حضرت کا چند ساعت کے لئے ان کی جانب منتاج ہے۔ اور مختصر الفاظ میں بدایت فرمانا۔ آپ کے ناساز مزانج کیلئے اس قدر ضریب ہوا کہ طبیعت اور زیار مفعول ہو گئی۔ اور اس مرتبہ حضور قبلہ عالم نے بہاب ظاہر انداز صحف سے بصیرت غشی سکوت فرمایا کہ اکثر خدام فناس کی مکر عرض داشت پر کبھی التفات نہ ہوا۔ اور ان کی گذارش کے چواب میں صرف ہاں یا نہیں کہنا بھی گوارا رکھا۔

پا سر کار عالم کا یہ سکوت و ارزات قلبی اور گرفیات رو حانی کے اترات سے تھا کہ اپنا ہر خاموشی سمجھی۔ اور فی الحقيقة تجلیات انوار جمال یا رکے شاہد ہیں ہمہ تن مخوب اور ایسے ستزیر تھے کہ مطلوب حقیقت کی دید میں مارٹا سے گفت و شنید کی فرمست نہیں اور معاجمین نے اس حالتِ سمنوی گوکشت صحف سے تعمیر کیا۔

مَرْعُولُمْ نہیں کیا مصلحت سنتی کر اسی شدتِ اضلال میں تقریباً سات بجے شب کو ہمارے
نگران حال نے پہلے اپنے غلاموں کی جانب بکال شفقت دیکھا۔ مابعد باوجود اس غیر
معولی نقاہت کے۔ انگشت شہادت بلند فرما کر۔ نہایت ضعیف اور گلوگر فتنہ آواز سے۔ مگر
پر جو شہادتیں ارشاد و ہوا کہ "انہا ایک ہے" جس کو وجہ حاضرین نے بخوبی سننا۔

اس ارشاد و ارشادی کا سبقہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کا ذستو تنخا کا جلدت عام میں
بھی اور خلودت خاص میں بھی حضور قبلہ عالم کی لطائفِ امیز اور معنی خیز تقریب کا زیادہ حصہ
محکات تو سید جناب احمدیت کی تشریع و تصریح میں ہوتا تھا۔ جس کو دوسرے الفاظ میں
یوں کہنا غیر موزوں نہ ہو گا کہ در حقیقت حضرت رب العزت عز اکمل کی شان وحدائیت
کے ذکر سے آپ کو فنظرِ تاشوت نہیں ادا کی قدمیں عادت کا یہ اتفاق تھا کہ آپ نے سمعت و
نقاہت کی ناتقابل برداشت کشمکش میں بھی خدا سے بزرگ دبر تر کی یکتا فی کا ذکر بالاعلاں
کیا اور ذکر کے ساتھ بطور شہادت انگلی کا اشارہ بھی کر رہا۔ یا کہ خدا ایک ہے۔
یا اپنے عصیدت شمار غلاموں کو خیر دار کرنا مشغور تھا کہ خدا کو دحدہ لاشریک سمجھنا

اور ہمیشہ اس کی محبت میں مصروف رہتا۔

چنانچہ آپ کی آں گرفتاری اور پُر اثر آواز کا یہ تصرف و تنخا کا سامنے نے اپنے شفیق
وائی ای ایش کے اس آخری اشارہ پر لبیک کیا۔ اور غیر معولی جو شہنشہ میں قد مبوس ہو کر

عرض کیا "لَا إِلَهَ إِلَّا إِنْهُ"

وس بجے سرکار عالم پناہ نے استنجا کیا۔ خادم نے شدتِ تپ کی وجہ سے لمبی کے
مبادر خشک دیکھ کر عرض کیا کہ تنگی ہو تو پانی حاضر کروں۔ آپ نے حسب عادت فربیلیا
کہ اچھا۔ حکیم عبدالحی صاحب نے کہا کہ سچائے پانی کے اگر عرق گماڈ زبان دنیا جائے تو
زیادہ مناسب ہو گا۔ خدام نے دی میٹ کیا۔ حضور نے ایک گھونٹ نوش فرمائی پھر
عالیم سکوت میں آنکھیں بند کر لیں۔

لیکن قبل ازیں یعنی بعد مغربِ معاہبین نے بھیال شریت خصوص کے ساتھ جواش مردی پر
جس میں شیر خشت کا بھی اشتراک ہوتا۔ استعمال کر لچکے تھے۔ اس کا فعل یہ ہوا کہ بارہ بجے
ایک اجات بوجی اور دھرتی بلغم کی غارج ہوا ۱۱ درجہ صورتِ سکون عنزدگی کے ٹوار نہیاں ہوتے
مگر بھاول بلغم کے سبب سے یا کثرتِ صفت کی وجہ سے سلسلہِ انفاس ظاہرہ میں بھاولِ صفات
وہ آدا آنے لگی جو بھیش سے مستتر تھی یعنی آپ کا ذکر جیائے اخفا کے ظاہر ہو گیا۔ اور صاف
طور پر ایسے حلوم ہوتا ہتا کہ کوئی نعمتِ رکابِ اللہ کا ذکر بالمحیر کر رہا ہے اور تادم و اپیس
یہ آدا مسلسل اور یکساں آتی رہی۔

اس دران میں طباۓ جب نفسِ دیکھی تو ہر زنبی یہ کہا کہ آپ حضرات پریشان ہےوں
جناب والا کامران اچھا ہے۔ نفس بستور قوی اور منقطع ہے بجز اس کے آجِ عملِ انتبا
کچھ زائد ہے اور شدائد پر کا اثر ہے جو عموماً ہوتا ہے۔

یعنی بعض مقدار ارادتمند مطمئن ہو کر بستر پر چلے گئے مگر خود اس نعمتگزاری پر آقے
نامدار کے فرش کے گرد حلقة کئے میئے رہے۔ اور اس اثناء میں معاہبین نے ہمیشہ سے
انداز پر کئے جو تدبیریں کیں۔ ان میں الشروطے سے سود شابت ہوئیں۔ اور اگر کوئی موثر ہوئی
تو عارضی طور پر کہ اس کا فائدہ حلبہ ناہی ہو گیا۔

حتیٰ کہ قریب دد بجے کے حکیم مزالیعقوب بیگ صاحب داشت نے اس ترمذی لگ کا ہاتھا تو
دیکھا کہ بنار بالکل اُنتر گیا ہے۔ اور باقاعدہ اُول سردیوں حکیم عبدالحقی صاحب اور حکیم سلطان
محمد نے لگبر کے بخش دیکھی تو نظر میں ہوئے اور کہا پت اُنگی۔ لیکن اب جواہر مہرہ دینے
کا وقت ہے۔ تاکہ تقویت ہو۔ اور یہ صورت غشی سمجھی زایل ہو جائے۔

مگر بعض طبائی کی رائے تھی کہ جواہر مہرہ چونکہ زیادہ قوی ہے اس دہستِ نمایش
بھی ہو سکتا ہے کہ حرارت کو تحریک نہ ہو۔ لہذا اعتدالی صورتِ انتہی کرنا بہتر ہے کہ اسی
میں اور مفرح بدرت کے ساتھ جواش مردار یا استعمال کرائی جائے۔

ہنوریہ مشہور ہر بات کا دن بھی گئے۔ اور یہ عجیب و غریب واقعہ پیش آیا کہ دن تنا صحن مکان میں زیادہ اور دالان میں کم ایسی شفات روشنی نظر آئی کہ حاضرین مرعوب ہو گئے اور اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا کر حضور قبلہ عالم لے دلیں با تھاں عنوان سے بلند فماں جو شکل مصافی کرتے ہیں خایاں ہوتی تھے۔ اور سر اقدس کو بھی اس طرح جبش ہوئی جس سے بالکل یہ حلم ہوتا تھا کہ کاشت کا قصد فرمائیں۔

اس حیرت انگیز کر شہر قدرت کے مثالیے سے بعض ارادتمن ساکت اور متین تھے اور بعض اہل خرد شاید اس واقعہ کے مفہوم معنوی سے مناشر ہو کر اشکاراً مگر مدب کمرے ہوئے۔

اور ابھی یہ حالت کلیشت فروکھی ہیں ہوئی تھی کہ کسی نے اس واقعہ کی اطلاع ان خدمت گزاروں سے کر دی جو در دلت پر حاضر تھے۔ اور ان سے دوسروں نے سُنَا چاچا پنہ آپنے واحد میں یہ خبر ایسی مشہر ہو گئی کہ جملہ غلامان یا رگاہ دارثی: بنیز حضرات اہل فضل اپنے بیت سے انہکر افغان و خیزان حاضر ہوئے اور دس منٹ ہی اس قدر بحوم ہو گیا کہ مکان میں گنجائش نہ ہونے سے سیکڑوں جان شمار باہر مغموم کھڑے تھے۔

حالانکہ معا الجین اس وقت بھی یہی کہتے تھے کہ حالت خطرناک ہیں۔ گو کہ افزاط ضعف کو بھی محدود شکھا ہے لیکن بعن کا انتظام چونکہ بدستور ہے اس حالت سے امید ہے کہ طبیعت علاج پذیر ہو جائے۔ ہال مشیت خداہ تدی کیا ہے۔ اس کو یہی بہتر جانتے ہیں جن کی آپ خدمت کر رہے ہیں۔

لیکن اس وقت کی فسنا قدر تالیسی عزم آلو دستی جس کے اثر سے تو بخود خدمت گزار جو اپنے اپنے خدمات میں منہک تھے مگر حضرت دیساں کے عالم میں مضطرب یا محسنوں صورت تھے۔

اس عرصہ میں حکما کی تجویز سے حاجی فیض رضاہ صاحب خادم خاص نے شربت شہد

پیش کیا اور جناب حضرت نے ایک پچھوٹ فرش فرمایا تو ہونہ سکدن ممکن ہوا اگرچہ پندرہ ساعت کے بعد پھر لہسائے مبارک خشک ہو گئے اور الہمین ہونے لگی۔

حضورزاد تھے نزدیکی گیا کہ حکیم عبدالحی صاحب نے کہا کہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ شربت دو بارہ استعمال کرایا جائے۔ چنانچہ خادم موصوف نے پھر شربت شہید پیش کیا۔ اور آقائے نادر نے اسی قدر فوش بھی فرمایا۔ مگر اس مرتبہ قوتی مکون بھی نہیں ہوا۔

یہ دیکھ کر حکیم سلطان محمود صاحب لخڑک تیار کرنے میں مصروف ہوئے اور حکیم مرزا بیغ قوب بیگ صاحب کا ایک ہاتھ جناب حضرت کے دست حق پرست کے نیچے اور دوسرا ہاتھ نہیں پرستا اور بار بار بھی کہتے تھے کہ نہیں بالکل صحیح ہے۔ حتیٰ کہ چار نجگانے اور دوہ ساعت تقریب آگئی جس کا اشتیاق دیہیں حضور قبل عالم انتظار قرار ہے تھے کہ ناگاہ حکیم صاحب نہیں چھپ رکھ لیے اختیار دلتے لگے۔ اور کہا کہ جناب حضرت کی آخری زیارت کرو۔ چنانچہ چار نجگانے کے تیرہ ہفت ہنوز پورے ہو رہے تھے کہ خدا برتر کی وہ گرفتار و دلیلت تھا عظمت میں مستور ہو گئی۔ اور چھپیاں یا انٹھاسی سال کا دو بڑا فزانِ ختم ہو گیا کہ شاہد ہے نیاز نے اپنے عاشتہ جانباز کو جلد عالم سے نلوٹ خاص میں طلب فرمایا۔ یعنی حضور قبل عالم حدود تعینات سے گزر کے اس نقطہ سرحدی سے واصل ہو گئے جو فی الحیقت موجود مطلق اور مقصود حقیقی ہے۔ انا اللہ وانا الیس راجعون۔

ذکر تجھیز و تکفین | اس حادثہ جانکاہ سے خاص دعامت اس قدر متاثر ہوئے کہ اندر سے باہر تک کہرا مچ گیا۔ بعض کامقول ہے کہ زلزال بھی محسوس ہوا اکثر حضرت نے کہا کہ تنہ ہوا کا ایک جھونکا آیا جو میں سے غیر مالوس زبان میں ایسی آواز تھی جو گریہ وزاری سے بہت مشابہ تھی۔ بعض مولیفین سیرت داری شنے دیگر آثارات جزو دشم کا انٹھا رہنا بھی نقل کیا ہے اہل قصہ شبل ہائی بلے آب تر پہنچ لے۔ ارادتمند دل کی دلخواش اہ دبکا سے قیامت برپا تھی جن کا حال زار دیکھ کر یار واعنیار کہتے تھے کہ دلدار دہ جمال داری تو حیند روہ جدائی

کے بھی منتقل ہوتے۔ اب آقا نے نادری کی سنتی مفارقت کی برداشت کیونکر کریں گے۔
اکثر حفاظت تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہو گئے بعض عقیدت شاردار دوسری لین
بعض کلمہ طیبہ پڑھنے لگے۔ غرض اسی حالت میں وہ بیتہ حصہ شب کا ختم ہوا اس وقت یعنی
نظم علی صاحب دارثی ریمیں سولی نے جن کا نزدیکیم ادھر مخصوص علماء میں شمار نہایت اعلیٰ
سے مختار طلب ہو کر کہا بھائیو! حاجی صاحب قبل کی مفارقت کا عالم وہ غم نہیں ہے جو آج ہی
ختم ہو چکے بلکہ رونا تو ہماری قسمت میں تازہ نگی ہے۔ لیکن اب تذہب اس کی ہے کہ
خود کے عرصہ کے واسطے صبر کرو اور اپنے رہنمائے کامل کی آخری خدمت کو انجام دو۔
مگر قبل اس کے کہ آپ بخیر و تکفیر کا انتظام کریں۔ بطور یاد دہی یہ عرض کر دنیا مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ غلامان بارگاہ دارثی کو اس کا علم ہے کہ جناب حضرت نے متواتر فتویٰ یا ہے
کہ، فیقر چہاں مرتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ بلکہ اس فرمان کو منشی خدا گذشت صاحب
شائق اور حکیم سید عبد اللہ شاہ صاحب تیرپانی اپنی تالیف میں نقل کر کے ہیں اور ہمارے
دیگر ممتاز بھائیوں نے مان لیا ہے کہ یہ فرمان آپ کے مسلک کا جزو داعم اور مشرب کا رکن
خاص ہے مگر باوجود اس اہمیت کے آپ کا استخراج بیباہی ہز درجے اس نے پہلے یہ تجویز
فرمائی کہ مزار اقدس کیاں ہو۔

یعنی صاحب کی یہ تقریر میں کے غلامان و اوثانی بے قرار ہو گئے۔ اور کہا کہ یہ فرمان اکثر
حضرت قبلہ عالم کی زبان مبارک سے ہم نے ہمیں سنائے مگر انہوں اس تو شستہ تقدیر
سے بے خبر نہ ہے کہ ایک روز خود بدولت کی تبر کا مستحلب پیش ہو گا اور ہم کو اس رشداد کی نیکی کا پل۔
ہندو ہم غلاموں کا فرض منصوبی ہے کہ دی کرنا چاہیئے جس کی قبل از وقت بار بار بہارت
ہو چکی ہے یعنی اسی جگہ آپ کی آلام گاہ بنائیں۔ جس مقام پر اس وقت بنیاب والا آسودہ ہیں۔
غلامان بارگاہ دارثی کی میتھفڑائے سن کے شیخ مظہر علی صاحب کھڑے ہو گئے اپنے
محود الصفات آقا کے جسد اٹھ کر محدث بر احت تحریر امشتری سمت ہٹا کر قبر کا لشان

ڈالا اور پیر غلام کسگر نے مد جنہد ہمراہ ہوں کے کھودنا شروع کیا۔

اسی عرصہ میں حاجی عباس حسین غانم صاحب دارثی تشریف لائے اور بزرگانہ حیثیت سے
قریباً لاکاً پھر حضرات جو قدمت کر رہے ہیں یہ بڑے مسخن شرودر ہے لیکن بعض وجہ ہاتھ
خلاف مصلحت بھی ہے۔ مشلاً گنجائش بہت محدود ہے اور اس کام کے لئے چھوٹی بی بی بل
صاحبہ اپنا وہ باعث نذر کرتی ہیں جو شاہزادیوں کے قبرستان کے قریبے دہل بہت بڑا
مقبرہ آپ تعمیر کر سکتے ہیں۔ قطع نظر اس کے بیہاں قبر بنانے سے یہ پاہنچ اور روپیہ کی عمارت
بانکل بے کار ہو جائے گی جو صریح لفظان ہے۔

شیخ منہر علی صاحب نے ہنایت جنیدیگ کے ساتھ فرمایا کہ بھائی صاحب آپ کی
اس فہماں کا شکر گزار ہوں لیکن خدا کو منظور ہے تو حاجی صاحب کی پدایت کے مطابق
مزار اقدس سیں بنتے گا اور یہ مکان جس کو آج آپ نے چار بڑا کا تجویز کیا ہے۔ کل بھیت
مزار مبارک چار گرد سے زیادہ قسمیتی ہو جائے گا۔ لہذا معاف فرمائیے گا کہ آپ کو مکان
کی نکری ہے اور ہم کو اس حکم کی تعمیل کا خیال ہے جو قبلہ عالم نے متواتر فرمایا ہے کہ فیقر
بھائی مرتباے دیں دفن ہوتا ہے ॥

اس نے علاحدہ راویت و عقیدت کے اضافے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ممتاز
اویطیل القدر فیقر جس نے بزرگوں کو اپنے تصرفات بالشی سے فیقر بنا دیا اس برگزیدہ کو دکار
کام مقدس مزار و ہیں بنایا جائے جس مقام پر زد پادہ وصال شاپیقی سے سرشار ہو جائے۔
خالص صاحب ہو صوف نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ برادر جناب حضرت کے مشهور ارشاد کا
یہی مہنوم ہے جو آپ نے کیا اور کر رہے ہیں لیکن ہیں نے جو کچھ کہا وہ اس داست کو لعین
لوگوں کو اختلاف ہے۔ اولینی وہ آپ کی اس کارروائی ہیں مزدہ بازخ بیوں گے۔ آئندہ
آپ کو اضیارت ہے۔ والسلام۔

جب خالص صاحب یصیحت فرمایا کہ واپس گئے اور غلام انوارثی سامان غسل فراہم کرنا

چاہتے تھے کہ پیر غلام گرکن نے کباک سبیس کا انتظام کیکے کہ زمین بہرا کی کل رہی بے دیکھا تو اتفاقی پانچ بیٹ گرانی کے بعد بھی مٹی قابل طینان نہیں لگاتی جس کی انبت کبی نے تو یہ کہا کہ مٹی زیادہ مکر زد نہیں ہے کسی نے کباک گر کمزور بھی ہے تو جو سے دینے کے بعد اندازہ رہے گا۔ گمنشی عرب احمد صاحب دارثی سب اور سیر نے پیشورہ دیا کہ مجوہوں کے ساتھ اگر صندوق کی دیواریں بھی اینٹ سے بنادی جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

غلامان دارثی نے اسی رائے کو پسند کیا اور اسی وقت اینٹیں تلاش کرائیں اور معاردہ مزدور بھی بلاۓ۔ گارے کے واسطے مٹی چپائی جاتی تھی کہ ایک سب لنپکر پولیں آتے۔ اور جلد خدمت گزاروں کی جانب مناطق چکریہ کہا کہ آپ لوگ علاییہ تافون شکنی کرو جائے۔ میں اس لئے کہ ہر خاص دعام کو معلوم ہے کہ ابادی کے اندر قربناہ اتنا منسوس ہے۔

بابو کہنیا لال صاحب دارثی دیکھ علیگاڑھ نے ان کو جواب دیا کہ داروغہ صاحب یہ حکم حدود میونپلیٹی کے واسطے موجود ہے اور سیاں میونپلیٹی نہیں۔ تاہم ہمارا یہ عمل قابلِ اذمام معلوم ہوتا ہے تو بھی پولیس کو دست لدازی کا حق ہیں۔ آپسی تدریک کرنے کے لئے کہ میرے نام کی روپورث کر دیں کہ کہنیا لال نے خلاف ضابطہ بھی کے اندر قربناہ کیوں نکل تبر توہر حالت میں میں بنے گی۔

یہ سنکے سب لنپکر صاحب نے کباک بہتر ہے۔ ہم ڈپٹی لکشنر کو اطلاع کرتے میں اور محجوب ہو کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں سب سامان ہمیا پہ گیا تھا۔ تبر کی تیزی سی شروع ہو گئی اور خدامِ مشرقی صحنی میں عسل کا انتظام بھی کر لے لگا۔

جب حضراتِ العین نے یہ دیکھا کہ داروغہ پولیس کی تربیب سے بھی اللہداد نہ بہرا اور قربنہستہ بنائی جاتی ہے تب انہوں نے یہ تیری صورت اغتیار کی کہیں زمیندار صاحب کی مرفتِ عماران مزدوران کو یہ تینیہ کرانی کہ لیز سارے حکم کے اگر قربنہاد گئے تو قصہ میں سہنے نہ پاڑے گے جس کا اثر یہ ہو کہ جب مغفرہ عمار کے حملہ عمار و مزدور خالف ہو کر اپنے

لپٹے گردن میں۔ پوچش ہو گئے۔ اور نہ تنقیت کا تجھ بندانہ بہر گیا۔
 یہ دیکھ کر فتاہے وارثی اور جس دیگر عقیدت شمار نہ دست گزار پڑے تو اے ہم
 کام زار پر انوار بنائے کے جوش میں مزدود رول کا کام گرنے کے لئے تیار ہوتا ہے جو اے
 فخر و مبارہ بات اپنے سروں پر رکھ کر ایتھے اور گارا پہنچا تھے۔ اور جس زمین اقتدار
 حضرت خود رحم علما کے شرکیک کا در ہوئے۔ جن کی مدحت سچنے کو خداوند میں تھے تھا جو بھی۔
 اور اسی دو ران میں شخصیں اہل قصدا و تعالیٰ اراحتت میں نے بھول استیاء اور
 اہتمام پڑے۔ سرکار عالم پناہ کے جسد اہم کو پہنچے پانی سے بھڈک دیکھوڑا۔ اور گلاب سے جس میں
 آب زمزہم بھی شرکیک تھا۔ مشرقی سپنی میں عسل دیا۔ اور تیرنا کا آب غزال اس طرح اٹھایا کہ
 ایک نظرہ ضایعہ نہ مارے۔

دو ران عسل میں کھن کا مستعار بھی پیش ہوا۔ وہ شخصیں تمام نے حاضر ہیں۔ مناسب
 ہو کر یہ کہا کہ زنگین احرام بھی موجود ہے۔ اور سفید کھن بھی نفع شدہ تیار ہے۔ اب آپ حضرت کی
 لئے عالی پر اس کا تصمیم مخصر ہے کہ: لحاظ شان دارثی جو کھن مناسب منصور ہو دد حاضر
 کیا جائے۔ لیکن قبل تھا یہ پیش نظر ہے کہ ان ارشادات کے مساوا جن میں فرقہ کو بیانے
 کھن مردوف کے ائمیں کے ہتھیں میں ان کو دفن کرنا مذکور ہے۔ خود حضور قبلہ عالم نے طبر
 علمہ رائد اپنے خرد پوچش علاموں کے کھن کے داسٹے ہتھینا در لنگوٹ مرجمت فرمایا ہے۔
 چنانچہ مختلد دیگر شنیدہ اور دیدہ و اتعات کے خاص دیوی شریعت میں تین نفر دوں
 کی تکھین کے داسٹے جناب حضرت نے با وجود سفید نین سکھ کا لھان موجود ہونے کے زنگین
 احرام تقولیعن فرمایا اور لبراحت ارشاد ہوا کہ ”اسی کو لپیٹ کر دفن کر دو۔ نیقر
 کا یہی کھن ہے ۔“

ان تین خوش نصیبوں میں پہنچے بذات شاہ صاحب ہیں کہ ان کے انتقال کی خبر
 آئی تو سرکار عالم پناہ نے ان کی تکھین کے لئے ہتھینا در لنگوٹ دیکھ دیا کیا یہی ان کا کھن ہے۔

دوسرا اپ کے بہشتی فقیر بخش جو تہبیند پوش تھے ان کو حسب برائت جناب حضرت غلامان
داری شے اسی احرام میں دفن کیا۔ جو کعن کے واسطے حضور قبلہ عالم نے عطا فرمایا تھا۔
تیسرے حاجی بھورے شاہ صاحب کا جب در دلت پر انتقال ہوا تو ان کے بھی کعن
کے واسطے قبلہ عالم نے تہبیند عنایت فرمایا۔ لہذا آج خود بدولت کے لباس آخری کی جو
نو عیت ریادہ ہو زدن معلوم ہو دہ بخوبی فرمائے۔

بعض حضرات جو بھیت عقیدت اس موقع پر حاضر تھے انہوں نے جربتہ فرمایا کہ کعن
کے لئے کسی تخصیص اور مشورت کی کیا اڑودت ہے تیکھین بصورت مرد جو ہونا چاہیے۔ جو
علمائے متقدین کی تجویز کر رہے ہیں اور اگر جناب حاجی صاحب نے کسی فیکر کی تکمین کی واسطے
تہبیند کا حکم دیا ہے تو شاید اس کی ناداری کے خیال سے فرمایا ہو گا۔ یہاں دہ بحدودی ہیں
غلامان بارگاہ داری کے علاوہ بھی متقدین بآسانی اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن شری
پہلو کو اگر دفل ہے تو اس کا آپ لوگ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔

یعنی کہ اکثر پرستاران بارگاہ داری شے پر جوش بھیں کہا کہ مجرموں کو توجیب کھتی اور
ذائب ہے لیکن ہمارے عجیب اعظم تے اپنے خوف پوش متبیعین کی تیکھین کے واسطے جب کہ
تیکھین تہبیند چاہیز اور کافی متصور فرمایا ہے تو اس اعتبار سے بھروسے کے درخیال بھی نہ۔

آن اپا یہ کہ ان فیروز کے مری اور رہنا کا بھی لباس و داعی احرام ہے۔
کہ نکہ جس مردمیدان فتو فنا کی یطلیل القدر خاصیت ہو کہ بہتر یہ سن تکمیل الحکیم
کے سالانہ دربار کی وردی اس کا مستقبل لباس رہ۔ تو لازمات سے معلوم ہونا ہے کہ
قرب الہی کی آخری منزل میں بھی وہ صاحب بخوبی و تفہیماً کی تدبیح لباس میں اور اسی شان
جلے جو شایبے نیانے کے عاشقان جانباز کی مخصوص دفعہ ہے۔

ہنوز کوئی رائے قائم نہیں چوئی تھی کہ بارگاہ داری کے ایک دیرینہ حلقوں بخش نے
بکمال ادب یہ کہا کہ اس میں توکی کو عذر نہیں کر حضور قبلہ عالم نے منزرا فرمایا ہو کہ فقیر مر جائے

تو اس کے ہتھیں میں پیٹ کر اس کو دفن کر دد: اور کبھی بیل ارشاد ہوا ہے کہ فقیر کا ہتھیں
ہی اس کا کافن ہے، یہ حکم لبنا ہر تکین نقرار کی آسانی کے واسطے صریح معلوم ہوتا ہے مگر
صریح آسانی ہی کے واسطے نہیں ہے بلکہ درحقیقت ماسوئے اللہ سے بے غرض رہنے کا یہ
وقت سبب ہے کہ ہمارے غیور ہندہ لا اذ کو منظور یہ تھا کہ ہمارے مادر اور سنتی دست
نقرار کا کافن بھی ذی استطاعت اہل دین کی امداد اور استغاثت سے محفوظ اور لے لیا جاسے
جو تنا لغین کے استغاثے کامل کی دلیل اور متکلین کے ثبات و تقلیل کا خلاص ہے۔

مگر چونکہ تکین مردج سے ہماری طبیعت ماؤں ہو گئی ہے اس لحاظ سے اگر کسی
کو جتنا پہ حضرت کی یہ روایت جدیدیم معلوم ہوتی ہو تو عجیب نہیں یا کم از کم ادشما کیہ خیال
ہو کہ یہ حکم آپ کا ذائقی اور وقتی اجتہاد ہے جو کسی خاص موقع پر نظر کو دیا ہو گا تو عجیب نہیں:
لیکن کتب احادیث کی درق گردانی کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار عالم پناہ لے
یہ حکم نافذ فرمائے میں اپنے جد نامدار کی کامل ایجاد فرمائی ہے۔ چنانچہ مولانا جلال الدین یعنی
علیہ الرحمۃ نے پدور السافرۃ فی امور الآخرۃ میں لفظ فرمایا ہے کہ ایامِ حج میں ایک حرام پوش
کو اذمنی نے ایک ایسی مکمل ماری کہ وہ مر گیا تا جبارہ دینے نے حکم دیا کہ اپنیں کپڑوں میں اس کو دفن
کر دد۔ یہ لبیک کہتا ہوا مختصر ہو گا۔

اس روایت سے جب کہ یہ معلوم ہو گیا کہ تکین کی وضع کے ساتھ مشرد نہیں ہے بلکہ
میت کا بسا بھی اس کا کافن ہو سکتا ہے تو اب ہمارا یہ کہنا بے جا ہو گا کہ حضور قبلہ عالم کا
یہ ارشاد کہ فیقر مر جائے تو اس کے ہتھیں پیٹ کر اس کو دفن کر دد۔ حدیث مذکورہ کا صحیح
ترجمہ ہے۔

اور اگر گھری نظر سے دیکھتے ہیں تو حضور قبلہ عالم کے یہ ارشادات کلیت آپ کی جدہ ماجدہ
حضرت خاتون جنت کی مخصوص سنت کے مظاہر ہیں۔ جیسا کہ شاہ عبدالحق سابق محدث
دہلوی علیہ الرحمۃ نے جذب القلوب الی دیوار الحجر میں لکھا ہے کہ ایک روز ہنت

رسول اللہ صلیم نے بکال اہتمام غسل کیا اور پاکیزہ لباس پہن کر لبر احت پر آرام فربایا۔ اور کینیزت و صیست کی بعد مفارقت پڑھ مجھکو اسی لباس میں اور اسی جگہ دفن کرنا۔ چون علی مر قضاۓ دردن خانہ آمد صورت حال بوئے بازنٹو دند۔ دید کر روح پاکش پر اعلیٰ علی رسیدہ بود۔ فرمود کر والثیریع کس اور رحکشا یہد پہمال غسل سائبن دجامد کو پوشنیدہ بود دن کردن یہ روابت بھی تفییہت کھن کے مناثی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی صورت لازمی ہوتی تو علی تقصی جو باب مدینہ العلم کے ممتاز خطاب سے سرزان تھے مزدراں کی پانبدی فرمائے اور بنت رسول اللہ کے جان طہرہ کو اسی لباس میں جو قبل انسقال روح زیب حبم اقدس کھاندن کرتے۔ بلکہ حضور قبلہ عالم کے اس حکم متواتر سے کوئی کاہنہ بنا کافن ہے۔ یہ اشادہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح اپنے زادیں مسترشدین کو صبر و ثبات میں حریصہ فخر حضرت عاذل بن جنت کی تقلید و اتباع کا حکم دیا اسی طرح یہ بداشت فرمائی کہ کہنا ایسا ہی کہتا رہا ہی کافن ہے جو سنت فاطمی کی عین تبعیت ہے۔

علی ہذا دیگر روایات کے مطابع سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرن اول میں الکریخینیں مختلف وضع سے ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے دین و فقہاء شرح منین نے کافن کو کسی خاص شرط کے ساتھ مشرد طہنیں کیا۔ بلکہ کافن کے اعلیٰ یا ادنیٰ یا عریض یا طوبیاں ہوئے کو متولی ہوتی کی مالی حیثیت واستنطاعت پر مو قرفت گردانا۔

چنانچہ خود شائع عظیم علی المطہری و مکنے اپنے عم بزرگوار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شکھینیں مر فر ایک دہ بھی ایسی چھوٹی ٹجا در سے فرمائی جو پورے حسم اقدس کو پوشنیدہ ذکر کی۔ اور پائے مبارک کعبجور کے پتوں سے چھپائے گئے۔

خلاف صییہ کی کافن مرد جبکہ اس غبار میں متن من در ہے کہ اس کی نوعیت کو تمہارے لپنڈ کیا۔ لیکن منند روایات سے جب یہ ثابت ہو گیا ہے کافن قبور نوعیت سے بے بنیاد ہے تو زیادہ مناسب پر معلوم ہزت لے کر حس طرح ہمارے آقائے نا مدار کی ذات

بابر کا تہجیو عرصہ صفات و حسنات تھی۔ اور ہر قوم و ملت کے طالبین کی رہنمائی میں آپ نے مسادات کو قائم رکھا۔ اس طرح آپ کامنندگی کی بھی ایسے اوصاف جائیتے ہیں جو صوفیوں کے ہوتے چاہیے جس کو اہل دینا بھی اور زناگ دینا بھی اپنے اپنے خیالوں کے موافق اور منافق کے مطابق منقصہ فرمائیں یعنی اگر مشرب کے گیرے نگہ بیں ڈد باؤ تو نہ ہب کی شان بھی نہیاں طوپ پر لٹکر آئے۔

غرض بعد گفت و شنید اہل ارادت نے بالتفاق رائے یہی صورت پسند کی کہ تم طلاق سے حصہ رکھنے قبلہ عالم نے ضرایط مشربی کی پڑھنا حرام نکاہ داشت فرمانے کے ساتھ مذکور مذہبی کا بھی پڑھایاں رکھا۔ لہذا آپ کے اس ایسوی حسن کی تعریف کی جائے۔ اور آپ کامنندگی کو اسی ارادت سے ہر دو صفات سے ایسا آراستہ ہر جس کو مسلک سے بھی کا حفظ دا سلطہ اور منصب سے بھی کافی سرو کا رہ ہے۔

حضور کی تکفیلین | چنانچہ اسی خیال کے مطابق پہلے بحاظ مشرب آپ کا تفصیلی ریاست اصغر الدین احرام اسی عنوان سے زیب جسم کیا گیا جو آپ کی قدیم وضعیتی اور با عنیار نہ سبب دد سفید چادریں جن کو اصطلاح فقہاء میں ازار و لفاذ کہتے ہیں۔ اور یہ سے لگادیں اور پوشش کے واسطے زینگیں چادر دال دی۔ بودن کے وقت علیحدہ کرنی گئی۔

جب غسل و کھن سے فارغ ہوئے تو یہ مشورہ ہوتے رکاذ نماز کہاں ہو جاتا کہ جمل حاضرین شریک ہو سکیں لیکن باوجو دیکہ بہت غور کیا مگر کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ کیونکہ اثر دہام اس قدر تھا کہ جنازہ دلالان سے باہر لانا اور کماز کا انتظام کرنا حالات سے معلوم ہجا۔ مجبور ہو کر قبر کے قریب حافظ عبد الغیم صاحب داری شیئں کرنا لے نماز پڑھائی اور بعد عصر خاص اراکمند دل نے اس سیاح عالم ملکوت دہل ذات حی لا یکوت کے جسد پر ہر کو پر دخال کیا۔ یعنی یکم صفر ۱۳۲۴ھ بھری برذ جمعہ دہ ختنہ صورت۔ ہم ظاہر ہیں کی نظر سے پوشیدہ ہو گئی چنانچہ یہ مصرع مادہ نما ریخ ہے۔ "پس جیا شد آقا بن نہ تجیہ ۱۳۲۴ بھری ۱۳

یا یہ کہا جائے کہ نَصْنَعَتْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝
۲۳ ہجری ۱۳

اب دہ حالات دو اتفاقات جو بعد ان وصال تا ایندم و قوئا پذیر ہوئے ان کا
موضوع چونکہ دوسرے ہو گا اس لئے حیات مستعار نے اس قدر زمانہ پایا تو انشا رائے
بلد شانی میں نگارش کر دیں گا۔ اور تم بھو عہدہ کو اس نام کی مناجات پر ختم کرنا ہے۔
رَبِّنَا الْقَبْلَ مَنَا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ خط واپسیکوٹ گلزار آف نیٹ اکاؤنٹری امورز ہے اگست ۱۹۷۲ء

محترم بزرہ حضرت حاجی صاحب قبل کے متعلق یوں والی آپ نے مجھ سے پوچھا ہے اس کا بخوب ملکتے ہوئے مجھے سرت ہوتی ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اب یہیں عرض کرتا ہوں کہ حاجی صاحب کے متعلق مجھے کیا کچھ معلوم ہے۔ اس تلاشی حق بزرگ سے میری ملاقات کا ہونا میری زندگی کا ایک اہم داقعہ ہے جس کی میمع قدر و قیمت کا اندازہ میرے ہوا غصیات کے کم از کم ایک سرسری مطالعہ کے بغیر مشکل سے کیا جاسکتا ہے۔ جو داستگی مجھے ان کی ذات سے سئی اس کا مال تلبینہ کرنا یہ لئے سرت کا موجب ہے۔ میری مہتوں نیت کا تقاضا بھی یہ ہے۔ اور مہتوں نیت ان پاکیزہ اد صاف یہیں سے ہے جن کو خداد تری کہا جاسکتا ہے۔

جو داستگی مجھے حاجی صاحب قبل کی ذات سے رہی ہے وہی میری زندگی کا ایک ایسا شرمند ہے جو ابشری خامبوں سے مبتلا ہے۔ ان سے زیادہ مجھے کوئی محبوب ہیں ہوں۔ حتیٰ کہ جو عینہ دت مجھے اپنی والدہ سے تھی دہ بھی میرے دل کو اس قدر معمورہ کر سکی بلکہ اپنی والدہ کے متعلق میری سب سے بڑی آزادی یعنی کہ انہیں حاجی صاحب قبل کی اُسی بے نیازی اور ترک علاقئ نصیب ہوتا کہ اپنی دفات کے بعد وہ سئی اور نیتی کے چکر سے آزاد ہو جائیں۔ حاجی صاحب کی ذات میرے لئے پاکیزگی اور برتری کے ان تمام خواجوں کی تعبیر تھی جو عرصہ دراز سے میرے دل و دماغ یہیں سملئے ہوئے تھے کویا جب عالم ظاہری میں میری ان سے ملاقات ہوئی اس سے بہت عرصہ پہلے دہ میرے دل میں پہنچنے جو پاکیزگی اور فوق البشیر بے نیازی حاجی صاحب قبل کی ذات میں نظر آتی تھی۔ اس کا

مجھے ایک دمنہ لاسا شور اس وقت سنے جب ابھی میری مرتبہ سال کی نئی اس دقت میں
نے بڑا اس مہاراج کشیر سے ہے دریافت کیا تھا ایامہندستان میں ابھی کوئی خدا سیدہ
بزرگ ہیں۔ ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں میں نے پہلی مرتبہ حاجی صاحب کا ذکر لئے ہے میں سننا
اس زمانہ میں شیخ جبیب احمد صاحب ہندستان سے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جوش اور
نسلت کے متعلق اپنے افکار بیان کئے۔ لیکن ان سے میری تلفی نہ ہوئی۔ میری تسلی کو دیکھ کر شیخ
صاحب نے کہا کہ اگر تسلی اس سے زیادہ کچھ مطلوب برقرار میرے مرشد حاجی صاحب سے
رجوع کر دو۔ اس دن سے حاجی صاحب میرے خیال میں بس گئے اور دو میری عمر فان
کی متلاشی روح کا مستہبائے مقصود قرار پا کے۔ میں نے ان سے ملنے کا مضمون ارادہ
کر لیا۔ اس سے ایک سال پہلے میں نہایتے والدین کی اجازت سے موسم سرماں صفر
میں ایسکی رحلت۔ وہاں مجھے سیکھی اور کون لضیب ہوا۔ اور میں تھے مونیاۓ کے طریقے
کے مطابق جو مجھے شیخ جبیب احمد نے سکھایا تھا۔ تہائی میں اس نئے الہی پر شورہ نکر کیا دوسرے
سال مجھے پھر اجازت ملی اور میں نہایتے عربی کے استاد شیخ حسن عسکری کے ساتھ پھر قراہرہ گیا۔
مجھے معدوم تھا کہ میرے والدین مجھے ہندستان ایسے دو دراز ملک میں جائے کی اجازت
ہے دیں گے لیکن میں پاکشیدہ طور پر پی اینڈ او کے جہاڑا مادہورا پر سوار ہو کر کمبی سٹھن۔ اور
دل میں یہ ارادہ کیا کہ بہت جلد لٹ آؤں گا دمنہ والدہ منظر ہوں گی میں نے چتنے کیجئیں
میں قیام کیا اور اس کے بعد لکھنؤ پہنچا۔ لکھنؤ میں جیسا کہ میرا دو ایک سال سے معمول تھا میں
تقریباً سات گھنٹے دوڑا ایک اندر چڑے کر کے میں بٹھکر تصور الہی میں مشغول رہتا تھا۔ لکھنؤ
سے میں حسن عسکری کے ساتھ ایک گاڑی میں سولہ بجکوئی تشریف روانہ ہوا۔ دوپہر سے پہلے میں
 حاجی صاحب کے آتنا پر جا پہنچا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں شدت جذبات سے
نفر تھر کا پر رہتا تھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی کوئی ہندستانی گاؤں یا گیر وے لباس میں
بلوس نیقہ نہ دیکھے تھے میرے گرد پیش جس قدر چیزیں تھیں وہ اس دنیا کی معلوم و ہر ہی

تین بلکہ ایک خواب کی مانند تھیں جس میں ظاہر و باطن محسوسات اور غیر محسوسات سب
 ایک دوسرے میں مسلم نظر آتے ہیں پھر حاجی صاحب تشریف لائے دایین ہمینہ دود مرید
 تھے جن کے سہارے وہ چل رہے تھے لامبا قد جسم زندہ دریافت سے نزار نیلی آنکھیں
 آسمان کی طرح گھری اور شفات پیشانی بسید ہی اور ملٹہ خددخال موزوں گوارنگ شید
 براق ڈارگی۔ ہر نٹوں پر عنقران خیاب کی معصوم مسکراہت بیرے جبلے نے مجھے جرأت
 دلانی اور میں نے دڑکر سرپ کے سینے پر رکھ دیا۔ انھوں نے مجھے اپنے آنکھیں میں لے لیا۔
 اور فرمایا مجھت محبت ہم لوگ چٹائی پر مبیٹ گئے جس عسکری نے ان کی ترجمانی کی
 فرمایا شخص کہاں سے آیا ہے؟ اس کا مذہب کیا ہے؟ دوسرے سوال کا میں نے
 کچھ جواب دیا۔ کیونکہ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مجھے سچھ یاد ہیں کہ حاجی صد
 نے اس پر کیا کہا۔ مگر کچھ ایسا خیال ظاہر کیا کہ سب نداہب کا مقصود ایک ہی ہے لیکن
 میرے دل میں عرف ایک خیال تھا جس کوئی ظاہر کرنے چاہتا تھا۔ عسکری نے میری
 طرف اشارہ کر کے یہ کہا کہ یہ ہندوستان مررت آپ سے ملتے آتے ہیں مشہور مقامات
 مثلاً تاریخ محل وغیرہ کی سیران کا مقصود ہیں۔ فرمایا کس چیز کی تلاش ہے۔ گویا میرے
 دل کی بات مجھ سے پچھی۔ میں نے عرض کیا تھی ہاں میں چاہتا ہوں آپ میں مجھیں کچھ
 فرق نہ رہے۔ حاجی صاحب مسکرا دیئے۔ چار دل طرف لگاہ ڈالی۔ فذرے تو ففت کیا اور
 وہ الفاظ فرمائے جو ہزاروں برکتوں سے کہیں پڑھ کر تھے فرمایا ہم اور کتنے وہاں ایک جگہ
 ہوں گے جس طرح ایک طویل محنت کے بعد پر سکون نیندا آجائے ان کے الفاظ سے
 میری روح میں ایک طمایت سی چھاگی۔ مجھے ایسا حلم ہوا گویا مجھے کو ہر مقصودہ ادا کیا گیا
 ہے پھر میں نے گیر دے رنگ کا ایک لباس ان کی خدمت میں پیش کیا جس کو انھوں نے
 پہن لیا اور اپنا بھورے رنگ کا لباس اتنا کر کر مجھے عنایت فرمایا۔
 اس کے بعد ان کے مرید اور گھٹ مجھے ہمہان خلتے ہیں لے گئے۔ لیکن محمد پر

خواب کا سا عالم طاری تھا اس تصور کے عالم میں میری آنکھ لگانی شام کے وقت
اوگھٹ شاہ نے عسکری کے وساطت سے حضور کے بہت سے حالات بیان کئے اور
ان کی کرامات کا حال نیایا بلکن میں نے بہت توجہ دی۔ کیونکہ جو کچھ مجھے سُننا تھا
دہ حاجی صاحب کی زبان مبارک سے مُنچکا اور دہ اپسے الفاظ تھے جو کسی طرح
میری یاد سے محظہ ہو سکتے تھے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ اوگھٹ شاہ صاحب نے کہا کہ حاجی
صاحب لے اپنے ابندلے عمر ہی میں غالباً جب ان کا سن اُنس برس کا تھا کوچھ فقر میں^۱
قدم رکھا۔ یہ بھی یاد ہے کہ اوگھٹ شاہ نے حضرات صوفیہ کا مشہور اصول
لیتی موت قیل ان تھوڑی بھی بیان کیا۔ درد کے وقت اسمائے الی کو انگلیوں پر شمار
کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ جس پر میں خود عامل رہ چکا تھا جب رات ہو گئی تو محمدی نامی
ایک قول اور دو اور قولوں کو ساختے لے کر اندر آیا اور چند عاشقانہ اور پر سو ز
غزلیں گائیں جو تصور کے رنگ میں ڈالی ہوئی تھیں۔

دوسرے دن ہم لوگ حضور سے رخصت ہوئے میں نے لائے پھولے الفاظ میں
ان کا شکریہ ادا کیا بلکن میں پسے الفاظ کی پلے لبقاعتی پر کڑھ رہا تھا۔

میں اسی جہاز پر سوار ہو کر مصر پنجاب اور قاہرہ کے قریب حلان کے مقام پر تو مینق
پیلس میں قیام کیا۔ میں ایک سال پہلے بھی میں مقیم تھا اور یہ مقام مجھے اس لئے پسند
تھا کہ اس کے چاروں طرف صحراء تھا۔ میرے اپنے نص کا بھی اب یہ حال تھا کہ اس کے
چاروں طرف دنیا کا وسیع ریگستان پھیلا ہوا تھا۔ اور اسمائے الی کے درد کی خواہش
اب پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔

اسی طرح دو تین مہینے گز رکے۔ ایک رات خواب یا یوں کئے کا کشف کے عالم میں
کیا دیکھتا ہوں کہ حاجی صاحب ایکلے کھڑے میری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کے دامنے میں
میں سرخ رنگ کا بڑا انار ہے میں نے پھیانتے کی کوشش کی کہ یہ کون سکل پر بلکن پچان

نہ سکے پسیے میں نے کہا تھا ٹھر ہے۔ اور پھر ہر من بیس کہا پڑا ویرا ایسپل یعنی انارہتے۔ ہاتھی صاب لئے اپنا ہاتھ مل بند کیا۔ اور پھر آدھا پسل خود کھلایا۔ اور عجیب رہا پڑے مجھے دیا۔ جو شہی میں نے پہلی ان کے ہاتھ سے لیا وہ فامب ہو گئے۔ اب ان کی جگہ اوگھٹ شاہ کمر نہیں۔ اور گھٹ شاہ نہ کہا۔ مرشد کو دعاال نسبت ہوا۔ اس پر میں اس قدر رو ریا کہ ہمکی بندھ گئی۔ میکن پر بھی میں خوش تھا اور سہ جانتا تھا کہ یہ آئنونو شی کے آئنو ہیں یا نہم کے۔ اسی ملات میں بیرق آئنکھ کھل گئی یا یوں کہئے کہ میں عامنیاں بے عالم دی دیں آگیا۔ میں فوراً کہہ گیا کہ یہ پھل ان کا دل ہے۔ اور دفاتر سے پہلے انہوں نے پہنچا اور سازل نجح غش دیا۔ دو تین دن بعد لندن کے شیخ جیسے احمد کاتار آیا کہ حاجی صابر کا انتقال ہو گیا۔ عکری نے جب میرے خواب کا حوال سنا۔ اور اس کو اس قدر پچایا۔ تو بہت جیران ہوا تھے اس پر کچھ تغییر نہ ہوا۔ لیکن مجھ پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اور میرا دل عقیدت کے جذبات سے بھر گیا۔ کیونکہ اس خواب کی تغیر وہی مبارک الغافہ تھے۔ جو میں دیوبہ شریف میں مرشد کی زبان سے سن پکھتا تھا۔ جو لباس نجح حاجی صاحب نے غایت کیا تھا۔ اسے میں نے کئی سال تک اپنے تیکے کے نیچے رکھا۔ اور سونے سے پستی میں ہمیشہ سے بوسر دیا کرتا۔

۱۹۰۶ء میں مجھے ایک برترستی کے ذریعے سے مجھ پر تمام کائنات کی حقیقت کا انکشاف ہوئے لگا۔ ایک یہی ہمتی کے ذریعے جو عالم محوسات سے بالا تر ہے۔ اس ہمتی کے تصور کو میں نے اپنی روح کے اندر لپھنے غیوب ترین درست سے بھی اپنے دجھے پر رکھا۔ لیکن حاجی صاحب کی ذات کا نصوص اب بھی میں شور اور سیری بنے نام روح کی گہرائیوں میں بلده نہیں ہے پرسوں جو سوال آپ نے مجھ سے پوچھا تھا۔ ایمیہت کے اس کا مکمل جواب اب آپ کو مل گیا ہو گا۔ دیوبہ شریف کے اس پاک طینت بزرگ کے متعلق میں اس تے زیاد کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ کا غلظ

گلزار۔ دیں گوئت آت سینا کلارا۔

قطعهٔ تاریخ احکام کتاب

گردیدن حضرت شیعه ایکمال صفات
 چن عالات و مصالات که خود دید و نماید
 نکهای زیر را فروز فقر و توحید
 در کتابت نهن از روی نسبم آوراد
 نوش اش که چه بای در تن الفا کلم دید
 نوش هم علی و مداد آب حیات
 نسمات که از این میشی نولف شده بود
 شہرت آن هر یکباره پایان بر سید
 و ای غلطها که در آنها همراه یافته بود لائلاً احمد که شد و نجات میخواهد

آن خسته رقم زد

سیرت دارث باک آمده ذرقان مجید

الفضا قطعهٔ تاریخ احکام کتاب

چه ز بای سیرت شیعه ایکمال صفات رقم جناب لعلی حکیم سید احمد صد وارثی دام محمد کم
 تر گفتش عیان آیات و امرت
 ز عالات و مصالات اینچه بنگاشت نے باشد ز بجزات و امرت
 نوش احمد جیری سال تایف
 ایم گمبوویت مالات و امرت

۲۳ جیری

قطعهٔ تاریخ طبع کتاب

لعن گردید با نفس ایل
 قصه هادی منزل دارث
 گفت احمد بسی تاریخ سیرت ماشی کامل دارث
 قل عقیل رسکل میتوون العدد الکمیل

سکار عالم پناہ کے وصال کے بعد میرے دن قل خوانی اور حروف پاک
 کے بعد جو سلام پیش ہوا
 شیخ معرفت شاہ صاحب قبلہ وارثی نتیجہ تک رسپیش کیا

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى أَلٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اسلام اے دلبند دلدار ما
 خون رشدہ اے دیدہ گریان من
 اسلام اے دل برجاناں من
 اسلام اے دین نما ایمان ما
 اسلام اے مصدر انوار حق
 اسلام اے رو رجس نام بوجے تو
 اسلام اے غستہ بن علم حسین
 ہر دو عالم تابع فرمائیں تو
 سوئے زندہ اے بروز افت دوتا
 میکشد آں خخبر ابروئے تو
 اسلام اے بھر شفقت اسلام
 اسلام اے مریم تریاقی ما
 خاک پائیت ہبہ ما خاک شفا
 اسلام اے بیکاں را تکمیل گاہ
 اسلام اے مریم دل خشنگاں
 المثل المثل نسبت شاہ دگدا
 حسم کن بہ نا سمجھ پنجتیں
 دارثا بنما جمال خویش تن
 بقصہ معروف غلکیں اے صبا

کن فنا در ذات خود مارا تمام
 ختم شد ایں قصہ اکتوں دا اسلام

Dear Sir,

I take great pleasure in answering your question about Warith Aly Shah, and telling you all that I know about him. My meeting with this ascetic was an important event in my life, and it can only be valued by reading the outline of my biography. I love to record it, and when I do so, I feel the fond grasp of gratitude, one of the sweetest divine attributes.

My connection with Warith Aly Shah is the only one between myself and a human being which has not been marred by natural imperfections. He was my dearest human friend and he filled my heart even more completely than my mother. In fact, my greatest wish with regard to her was that she might reach his degree of detachment, and thereby be delivered, after her death, from any limited future existence. He summed up all my feeling, and lived within me as a vague ideal long before the day in which I met him in the outer world. The pure consciousness and the heavenly detachment of which he was an expression, were already on the horizon of my subconscious self when I was thirteen years old, and asked H. H. the Maharaja of Kashmere if there were still any true Yogis in India. I heard of him for the first time in 1902 or 1903, in London. Towards that date, Shiekh Habeeb Ahmed, who came from India, expounded to me some occult speculations of his own, an astrology and philosophy which failed to satisfy me. So the Shiekh told me that if I wanted a higher light I might get it from his Master Warith Aly Shah. This name immediately became for me a lovely centre of attraction, a sign of spiritual degree which was more or less consciously my goal at that time. I therefore conceived the firm intention of going to meet the Master. One year before, I had obtained from my parents the permission of spending the winter in Egypt, and I had enjoyed there the solitude which I considered necessary to meditate on divine names, according to a Soufi method which Shiekh Habeeb Ahmed had explained to me. Consequently, I was allowed to go again to

Cairo under the care of Hassan Askari, my Teacher of Arabic I knew that my parents would refuse to let me travel as far as India, so I took my passage secretly up to Bombay, on the *Marmora* of the P.& O., intending to return quickly to Egypt in order that my mother might not be anxious. I rested in Bombay, then in Lucknow, meditating for about seven hours daily in dark room, as it has been my habit to do since one or two years.

From Lucknow, I started for Dewa Sharif in a carriage, together with Hassan Askari, and before noon I was trembling with emotion on the threshold of Warith Aly Shah's house. I had never seen anything like an Indian village and the Fakirs in yellow robes, so the whole place round was transferred, in my mind, the world of sense to a stage above dream-land, where meanings and material objects transmuted into each other. Leaning on two of the followers, the tall ascetic figure of Warith Aly Shah appeared. Blue eyes as deep and transparent as the sky; a very high and straight forehead, regular features; a white complexion and a white beard; the innocent and buoyant smile of early youth. I ran upto him quickly with the daring of rapture, and pressed my head on his heart. He folded me in his arms, and said Mohabat, Mohabat (This is love, love). We sat down on mats. Hassan Askari translated his questions. Where does he come from? What is his religion (Millat)? I gave Askari no answer to this last question because I had none to give. However Warith Aly Shah said something about the unity of aim in all religions which I cannot exactly remember, because my attention was concentrated on the one through which I wanted to express. Askari told him, that I had come to India for the sole purpose of meeting him, not to see any of the famous places or monuments such as the Taj Mahal. Has he any wish? There was the question I expected from him and there was the thought in which I was concentrated. Yes, I said, I wish to be yourself. He smiled, looked round, paused a little before answering and then uttered some Urdu words which were better than all blessing to me 'Ham wa tum wahan eik jagah houngé' ('I and you, there beyond, shall be in the same place'). Like a calm sleep after a long strain, these words produced a quite satisfaction in my heart and mind. It seemed to me that the aim of many yearnings

was entirely attained. I then presented a yellow cloth which Warith Aly Shah put on as a robe, giving me in exchange the grey one which he was wearing.

After that, Aughat Shah, a disciple of the master, led me into the guest-house where I remained half lulled. Then I slept and meditated. In the evening, Aughat Shah, through Askari, told me many things about the Teacher, and related some almost miraculous events of his life, but my attention was not only very keen, because the most interesting words had already been heard by me, never to be forgotten. I can remember that something was said about the early age at which Warith Aly Shah entered the path; I think it was nineteen. I also recollect that Aughat Shah mentioned the well-known Soufi precept: "Die (to the world) before your (physical) death", and that he was acquainted with a method of counting on one's figure, during the practice of divine names, which I used to follow. Later in the evening, a singer called, I think, Muhammedi, came in with two musicians, and sang some mystic songs of love and tears.

Next day we took leave of the master, and I thanked him with poor words, the inanity of which I felt somewhat bitterly.

I returned to Egypt by the same ship, the *Marmoro*, and stayed in Helouman, near Cairo, at the Tewfik Place. I chose this place where I had been the year before because it is surrounded by the desert. My own self was now more closely surrounded by the world's great desert than it had ever been, and my fervour in repeating daily some divine names, for many hours, was increased.

Two or three months later, I had a dream, or more precisely an inward vision. I saw Warith Aly Shah alone looking at me, and holding a large red fruit in his right hand. I tried, in the vision, to recognise what fruit it was. I first said "Tomato" then in German, "Paradiesapsel" (Apple of Paradise). Warith Aly Shah raised his hand and ate one half of the fruit, then presented me with the other half which I took. At the same instant he vanished and Aughat Shah standing before me, said, "The Master is dead". I sobbed violently

but I was happy, as if I did not know whether I was crying with sorrow or joy. In that state I awoke, or rather passed into sub-consciousness. And I understood that the fruit was his heart, and that he was sharing it with me on the threshold of death. Two days later, a telegram came from Shiekh Habeeb Ahmed, who was in London, saying "The Master is dead" Askari was much impressed by the strangeness of the vision and its coincidence with the telegram. I was not very astonished, but I was awed and greatfull, and it seemed to me that the vision expressed again the blessed Urdu phrase which I had heard at Dawa.

For several years, I kept the grey garment of Warith Aly Shah under my pillow, and always kissed it before going to sleep.

In 1907, I began to acquire a summary, higher knowledge of all things through a Being that dose not belong to the world of sense. The thought of that Being transcending all forms, superceded in my mind the one particulars form of my dearest human friend, Warith Aly Shah. However, I can always find the meaning of his form in my inmost consciousness and nameless self.

I hope, dear Sir, that this answer to the question you put two days ago may be considered complete. It is that I know about the pure ascetic of Dawa Sharif.

Yours sincerely,

Galarza, Viscount of Santa Clara



بیاناتِ دارالله

مصنف: جناب مرتضیٰ احمدی
پیغمبر شیدا وارثی کلھنوی